

عصرِ حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

تفسیرِ ابنِ کثیر

جدید محقق ایڈیشن

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنووط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مهدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

6	5	4	3	2	1



تالیف
حافظ عماد الدین ابنِ کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

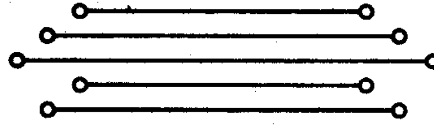


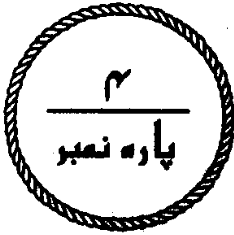
ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com



ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۹۲

جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے تم جو کچھ خرچ کرو اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔

محبوب ترین چیز کا صدقہ: حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ((بــــر)) سے مراد جنت ہے یعنی اگر تم اپنی پسند کی چیزیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتے رہو گے تو تمہیں جنت ملے گی۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مالدار صحابی تھے مسجد کے سامنے ہی بیرحاء نامی آپ کا ایک باغ تھا جس میں کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے جایا کرتے تھے اور یہاں کا خوش ذائقہ پانی پیا کرتے تھے جب یہ آیت اتری تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا تو سب سے زیادہ پیارا مال یہی باغ ہے آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اسے راہ للہ صدقہ کیا اللہ تعالیٰ مجھے بھلائی عطا فرمائے اور اپنے پاس اسے میرے لیے ذخیرہ کرے آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں اسے تقسیم کر دیں آپ بہت ہی خوش ہوئے اور فرمانے لگے مسلمانوں کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا تم اسے اپنے قرابت داروں میں تقسیم کر دو چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں بانٹ دیا۔ (1)

بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے تمام مال میں سب سے زیادہ مرغوب مال خیبر کی زمین کا حصہ ہے میں اسے راہ للہ دینا چاہتا ہوں فرمائیے کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اسے وقف کر دو۔ اصل روک لو اور پھل وغیرہ راہ للہ کر دو۔ (2)

مسند بزار میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے اس آیت کی تلاوت کر کے سوچا تو مجھے کوئی چیز ایک کنیز سے زیادہ پیاری نہ تھی۔ میں نے اس لونڈی کو راہ للہ آزاد کر دیا اب تک بھی میرے دل میں اس کی ایسی محبت ہے کہ اگر کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے نام پر دے کر پھر لوٹا لینا جائز ہوتا تو میں کم از کم اس سے نکاح کر لیتا۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَاۗءِيْلُ عَلٰي نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْھَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۹۳ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۹۴ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۣ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۹۵

وقف جبریل علیہ السلام

(1) [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الزکاۃ: باب الزکاۃ علی الاقارب (۱۴۶۱) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب فضل النفقۃ و الصدقۃ علی الاقارب (۹۹۸) مسند احمد (۳/۱۴۱)]

(2) [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الشروط: باب الشروط فی الوقف (۲۷۳۷) و کتاب الوصایا: باب الوقف کیف یکتب (۲۷۷۲) صحیح مسلم: کتاب الوصیۃ: باب الوقف (۱۶۳۲) ابن ماجہ: کتاب الصدقات: باب من وقف (۲۳۹۷) مسند احمد (۲/۱۱۴)]

تورات کے نزول سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے جس چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اس کے سوا تمام کھانے بنی اسرائیل پر حلال تھے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو تورات لے آؤ اور پڑھ سناؤ ○ اس کے بعد بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھیں وہی ظالم ہیں کہہ دو کہ اللہ سچا ہے تم سب ابراہیم حنیف کی پیروی کرو جو مشرک نہ تھے ○

بارگاہ رسالت میں یہودی وفد: مسند احمد میں ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضور ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ہم آپ سے چند سوال کرنا چاہتے ہیں جن کے جواب نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا آپ نے فرمایا پوچھو لیکن پہلے تم لوگ وعدہ کرو اگر میں صحیح صحیح جواب دے دوں تو تمہیں میری نبوت کے تسلیم کر لینے میں کوئی عذر نہ ہو گا انہوں نے اس شرط کو منظور کر لیا کہ اگر آپ نے سچے جواب دیئے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے ساتھ ہی انہوں نے بڑی بڑی قسمیں بھی کھائیں پھر پوچھا کہ بتایئے۔ حضرت اسرائیل علیہ السلام نے کیا چیز اپنے اوپر حرام کی تھی؟ عورت مرد کے پانی کی کیا کیفیت ہے؟ اور کیوں کبھی لڑکا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی؟ اور نبی امی کی نیند کیسی ہے؟ اور فرشتوں میں سے کون سا فرشتہ اس کے پاس وحی لے کر آتا ہے؟ آپ نے فرمایا جب حضرت اسرائیل علیہ السلام سخت بیمار ہوئے تو نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے شفا دے گا تو میں سب سے زیادہ پیاری چیز کھانے پینے کی چھوڑ دوں گا جب شفایاب ہو گئے تو اونٹ کا گوشت اور دودھ چھوڑ دیا' مرد کا پانی سفید رنگ اور گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا پانی زردی مائل اور پتلا ہوتا ہے دونوں سے جو اوپر آ جائے اس پر اولاد نر مادہ ہوتی ہے' اور شکل و شباہت میں بھی اسی پر جاتی ہے۔ اس نبی' امی ﷺ کی نیند میں اس کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے۔ میرے پاس وحی لے کر وہی فرشتہ آتا ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس بھی آتا رہا یعنی جبرائیل علیہ السلام بس اس پر وہ چیخ اٹھے اور کہنے لگے کوئی اور فرشتہ آپ کا ولی ہوتا تو ہمیں آپ کی نبوت تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ رہتا۔ ہر سوال کے جواب کے وقت آپ انہیں قسم دیتے اور ان سے دریافت فرماتے اور وہ اقرار کرتے کہ ہاں جواب صحیح ہے انہیں کے بارے میں آیت ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ﴾ (البقرة/ ۹۷) الخ' نازل ہوئی۔ [1]

اور روایت میں ہے کہ حضرت اسرائیل علیہ السلام کو عرق النساء کی بیماری تھی اور اس میں ان کا ایک پانچواں سوال یہ بھی ہے کہ یہ رعد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ عزوجل کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر مقرر ہے اس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہے جس سے بادلوں کو جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو لے جاتا ہے اور یہ گرج کی آواز اسی کی آواز ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کا نام سن کر یہ کہنے لگے وہ تو عذاب اور جنگ وجدال کا فرشتہ ہے اور ہمارا دشمن ہے' اگر پیداوار اور بارش کے فرشتے اور حضرت میکائیل علیہ السلام آپ کے رفیق ہوتے تو ہم مان لیتے۔ [2] حضرت

---

[1] [حسن بالشواهد: مسند احمد (۱/ ۲۷۸) طبرانی (۱۲۰۱۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۷/ ۱۵) تفسیر ابن ابی حاتم (۲/ ۳۹۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے مگر یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۵۱۴)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

[2] [صحیح: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورة الرعد (۳۱۱۷) نسائی فی السنن الکبری (۹۰۷۲) مسند احمد (۱/ ۲۷٤)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (۱۸۷۲)]

یعقوب علیہ السلام کی روش پر ان کی اولاد بھی رہی اور وہ بھی اونٹ کے گوشت سے پرہیز کرتی رہی' اس آیت کی اگلی آیت سے مناسبت ایک تو یہ ہے کہ جس طرح حضرت اسرائیل علیہ السلام نے اپنی چہیتی چیز اللہ کی نذر کردی اسی طرح تم بھی کیا کرو۔ لیکن یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں اس کا طریقہ یہ تھا کہ اپنی پسندیدہ اور مرغوب چیز کا نام اللہ پر ترک کر دیتے تھے اور ہماری شریعت میں یہ طریقہ نہیں بلکہ ہمیں یہ فرمایا گیا ہے کہ ہم اپنی چاہت کی چیزیں اللہ کے نام پر خرچ کردیا کریں' جیسے فرمایا ﴿وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ﴾ (البقرہ/۱۷۷) اور فرمایا: ﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ﴾ (الدھر/۸) باوجود محبت اور چاہت کے وہ ہماری راہ میں مال خرچ کرتے اور مسکینوں کو کھانا دیتے ہیں' دوسری مناسبت یہ بھی ہے کہ پہلی آیتوں میں نصرانیوں کی تردید تھی تو یہاں یہودیوں کا رد ہو رہا ہے ان کے رد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا صحیح واقعہ بتا کر ان کے عقیدے کا رد کیا تھا' یہاں نسک کا صاف بیان کر کے ان کے باطل عقیدے کی تردید میں ارشاد ہو رہا ہے ان کی کتاب میں صاف موجود تھا جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سے خشکی پر اترے تو ان پر تمام جانوروں کا کھانا حلال تھا پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کا گوشت اور دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا تو ان کی اولاد بھی اسے حرام جانتی رہی چنانچہ توراۃ میں بھی اس کی حرمت نازل ہوئی' اسی طرح اور بھی بعض چیزیں حرام کی گئیں یہ نسخ نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد کا آپس میں بہن بھائی کا نکاح ابتداء ہی جائز ہوتا تھا لیکن بعد میں حرام کر دیا' عورتوں پر لونڈیوں سے نکاح کرنا شریعت ابراہیمی میں مباح تھا خود ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ پر حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو لائے' لیکن پھر توراۃ میں اس سے روکا گیا' دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانہ میں جائز تھا بلکہ خود حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر میں بیک وقت دو سگی بہنیں تھیں لیکن پھر توراۃ میں یہ حرام ہو گیا اسی کو نسخ کہتے ہیں۔ اسے وہ دیکھ رہے ہیں اپنی کتاب میں پڑھ رہے ہیں لیکن پھر نسخ کا انکار کر کے انجیل کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے اور ان کے بعد خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے ہیں' تو یہاں فرمایا کہ توراۃ کے نازل ہونے سے پہلے تمام کھانے حلال تھے سوائے اس کے جسے اسرائیل علیہ السلام نے اپنی جان پر حرام کر لیا تھا تم توراۃ لاؤ اور پڑھو اس میں موجود ہے' پھر اس کے باوجود تمہاری یہ بہتان بازی اور افتراء پردازی کہ اللہ نے ہمارے لیے ہفتہ ہی کے دن کو ہمیشہ کے لیے عید کا دن مقرر کیا ہے اور ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم ہمیشہ توراۃ ہی کے عامل رہیں اور کسی اور نبی کو نہ مانیں یہ کس قدر ظلم و ستم ہے' تمہاری یہ باتیں اور تمہاری یہ روش یقیناً تمہیں ظالم و جابر ٹھہراتی ہے۔

اللہ نے سچی خبر دے دی ابراہیمی دین وہی ہے جسے قرآن بیان کر رہا ہے تم اس کتاب اور اس نبی کی پیروی کرو ان سے اعلیٰ کوئی نبی ہے' نہ اس سے بہتر اور زیادہ واضح کوئی اور شریعت ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ (الانعام/۱۶۱) اے نبی! تم کہہ دو کہ مجھے میرے رب نے موحد ابراہیم حنیف کے مضبوط دین کی سیدھی راہ دکھا دی ہے۔ اور جگہ ہے ہم نے تیری طرف وحی کی کہ موحد ابراہیم حنیف کے دین کی تابعداری کر۔

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾﴾

اللہ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہ جو مکہ (شریف) میں ہے جو تمام دنیا کے لیے برکت و ہدایت والا ہے ○ جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اس میں جو آ جائے امن والا ہو جاتا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہیں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے پرواہ ہے ○

بیت اللہ اور حج کے احکام: یعنی لوگوں کی عبادت' قربانی' طواف' نماز' اعتکاف وغیرہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس کے بانی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں' جن کی تابعداری کا دعویٰ یہود و نصاریٰ' مشرکین اور مسلمان سب کو ہے وہ اللہ کا گھر جو سب سے پہلے مکہ میں بنایا گیا ہے' اور بلاشبہ خلیل اللہ ہی حج کے پہلے منادی کرنے والے ہیں تو پھر ان پر تعجب اور افسوس ہے جو ملت حنیف کا دعویٰ کریں اور اس گھر کا احترام نہ کریں حج کو یہاں نہ آئیں بلکہ اپنے قبلہ اور کعبہ الگ الگ بناتے پھریں۔ اس بیت اللہ کی بنیادوں میں ہی برکت و ہدایت ہے اور وہ تمام جہان والوں کے لیے ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا مسجد حرام' پوچھا پھر کون سی؟ فرمایا مسجد بیت المقدس۔ پوچھا ان دونوں کے درمیان کتنا وقت ہے؟ فرمایا چالیس سال پوچھا پھر کون سی؟ آپ نے فرمایا جہاں کہیں نماز کا وقت آ جائے نماز پڑھ لیا کرو ساری زمین مسجد ہے۔ (مسند احمد و بخاری و مسلم) [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں گھر تو پہلے بہت سے تھے لیکن خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا گھر سب سے پہلے یہی ہے' کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ زمین پر پہلا گھر یہی بنا ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں ہاں برکتوں اور مقام ابراہیم اور امن والا گھر پہلا یہی ہے' بیت اللہ شریف کے بنانے کی پوری کیفیت سورۂ بقرہ کی آیت ﴿وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ (البقرہ/۱۲۵) الخ' کی تفسیر میں پہلے گزر چکی ہے وہیں ملاحظہ فرما لیجیے۔ یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں' سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں سب سے پہلے روئے زمین پر یہی گھر بنا' لیکن صحیح قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی ہے اور وہ حدیث جو بیہقی میں ہے جس میں ہے کہ آدم و حوا نے بحکم الٰہ بیت اللہ بنایا اور طواف کیا اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تو سب سے پہلا انسان ہے اور یہ سب سے پہلا گھر ہے یہ حدیث ابن لہیعہ کی روایت سے ہے اور وہ ضعیف راوی ہیں' ممکن ہے یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا قول ہو اور یرموک والے دن انہیں جو دو بورے اہل کتاب کی کتابوں کے ملے تھے انہی میں یہ بھی لکھا ہوا ہو۔ ''مکہ'' مکہ شریف کا مشہور نام ہے چونکہ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء (۳۳۶۶) صحیح مسلم: کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ: باب المساجد و مواضع الصلاۃ (۵۲۰) نسائی: کتاب المساجد (۶۹۱) ابن ماجہ: کتاب المساجد: باب أی مسجد وضع اول (۷۵۳) مسند احمد (۵/۱۵۰)]

بڑے بڑے جابر شخصوں کی گردنیں یہاں ٹوٹ جاتی تھیں ہر بڑائی والا یہاں پست ہو جاتا تھا' اس لیے اسے مکہ کہا گیا اور اس لیے بھی کہ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ یہاں ہوتی ہے اور ہر وقت کھچا کھچ بھرا رہتا ہے اور اس لیے بھی کہ یہاں لوگ خلط ملط ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ کبھی عورتیں آگے نماز پڑھتی ہوتی ہیں اور مرد ان کے پیچھے ہوتے ہیں۔ اور ایسا معاملہ کہیں اور نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ((فج)) سے ((تنعیم)) تک مکہ ہے بیت اللہ سے بطحا تک بکہ ہے بیت اللہ اور مسجد کو ((بکہ)) کہا گیا ہے' بیت اللہ اور اس کے آس پاس کی جگہ کو بکہ اور باقی شہر کو مکہ بھی کہا گیا ہے' اس کے اور بھی بہت سے نام ہیں مثلاً بیت العتیق' بیت الحرام' بلد الامین' بلد المامون' ام رحم' ام القری' صلاح' عرش' قادس' مقدس' ناسہ' باسہ' حاطمہ' رأس' کوثاء البلدۃ' البنیہ والکعبہ۔ اس میں ظاہر نشانیاں ہیں جو اس کی عظمت وشرافت کی دلیل ہیں اور جن سے ظاہر ہے کہ خلیل اللہ کی بناء یہی ہے اس میں مقام ابراہیم بھی ہے۔ جس پر کھڑے ہو کر حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پتھر لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی دیواریں اونچی کر رہے تھے' یہ پہلے تو بیت اللہ شریف کی دیوار سے لگا ہوا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اسے ذرا ہٹا کر مشرق رخ کر دیا تھا کہ پوری طرح طواف ہو سکے اور جو لوگ طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کے لیے پریشانی اور بھیڑ بھاڑ نہ ہو' اسی کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہوا ہے اور اس کے متعلق بھی پوری تفسیر ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ ﴾ (البقرہ/ ١٢٥) کی آیت میں پہلے گزر چکی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آیاتِ بینات میں سے ایک مقام ابراہیم بھی ہے باقی اور ہیں' [1] حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خلیل اللہ کے قدموں کے نشان جو مقام ابراہیم پر تھے یہ بھی آیاتِ بینات میں سے ہیں' [2] کل حرم کو اور حطیم کو اور سارے ارکانِ حج کو بھی مقام ابراہیم کی تفسیر میں مفسرین نے داخل کیا ہے۔

اس میں آنے والا امن میں آ جاتا ہے جاہلیت کے زمانے میں بھی مکہ امن والا رہا باپ کے قاتل کو بھی یہاں پاتے تو نہ چھیڑتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بیت اللہ پناہ چاہنے والے کو پناہ دیتا ہے لیکن جگہ اور کھانا پینا نہیں دیتا۔ اور جگہ ہے ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا ﴾ (العنکبوت/ ٦٧) الخ' کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنایا۔ اور جگہ ہے ﴿ وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴾ (قریش/ ٤) الخ' ہم نے انہیں خوف سے امن دیا نہ صرف انسان کے لیے امن ہے بلکہ شکار کرنا' بلکہ شکار کو بھگانا' اسے خوف زدہ کرنا اسے اس کے ٹھکانے یا گھونسلے سے ہٹانا اور اڑانا بھی منع ہے' اس کے درخت کاٹنا' یہاں کی گھاس اکھیڑنا بھی ناجائز ہے اس مضمون کی بہت سی حدیثیں پورے بسط کے ساتھ آیت ﴿ وَعَهِدْنَا ﴾ (البقرہ/ ١٢٥) الخ' کی تفسیر میں سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہیں۔

مسند احمد ترمذی اور نسائی میں حدیث ہے جسے امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے بازار حزورہ میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے مکہ! تو اللہ تعالیٰ کو ساری زمین سے بہتر اور پیارا ہے اگر میں زبردستی تجھ سے نہ

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٧/ ٢٦)]
[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٧/ ٢٧)]

نکالا جاتا تو ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔ [1]

اور اس آیت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ جو اس گھر میں داخل ہوا وہ جہنم سے بچ گیا' بیہقی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے جو بیت اللہ میں داخل ہوا وہ نیکی میں آیا اور برائیوں سے دور ہوا' اور گناہ بخش دیا گیا [2] لیکن اس کے ایک راوی عبداللہ بن مؤمل قوی نہیں ہیں۔

آیت کا یہ آخری حصہ حج کی فرضیت کی دلیل ہے' بعض کہتے ہیں ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (البقرہ/ ۱۹۶) الخ' والی آیت دلیلِ فرضیت ہے' لیکن پہلی بات زیادہ واضح ہے' کئی ایک احادیث میں وارد ہے کہ حج ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن ہے' اس کی فرضیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے' اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ استطاعت والے مسلمان پر حج فرض ہے' نبی ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا ہے تم حج کرو ایک شخص نے پوچھا حضور کیا ہر سال؟ آپ خاموش رہے اس نے تین مرتبہ یہی سوال کیا آپ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو فرض ہو جاتا پھر بجا نہ لا سکتے میں جب خاموش رہوں تو تم کرید کرید کر پوچھا نہ کرو تم سے اگلے لوگ اپنے انبیاء سے سوالوں کی بھرمار اور نبیوں پر اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے میرے حکموں کو طاقت بھر بجا لاؤ۔ اور جس چیز سے میں منع کروں اس سے رک جاؤ۔ [3] (مسند احمد) صحیح مسلم شریف [4] کی اس حدیث شریف میں اتنی زیادتی ہے کہ یہ پوچھنے والے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ تھے اور حضور ﷺ نے جواب میں یہ بھی فرمایا کہ عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے اور پھر نفل۔ [5] ایک روایت میں ہے کہ اسی سوال کے بارے میں آیت ﴿لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ﴾ (المائدہ/ ۱۰۱) الخ' یعنی زیادتی سوال سے بچو نازل ہوئی۔ [6] (مسند احمد) ایک اور

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب المناقب: باب فی فضل مکة (۳۹۲۵) ابن ماجه: کتاب المناسك: باب فضل مکة (۳۱۰۸) نسائی فی السنن الکبری (۴۲۵۲) مستدرك حاکم (۴۳۱/۳) مسند احمد (۳۰۵/۴)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف: بیهقی فی السنن (۱۵۸/۵) وفی شعب الایمان (۴۰۵۴) طبرانی کبیر (۲۰۱/۱۱) کشف الاستار (۱۱۶۱)] اس میں عبداللہ بن مؤمل راوی ضعیف ہے۔ [دیکھئے: میزان الاعتدال (۴۶۳۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس روایت کو اسی راوی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: مسند احمد (۵۰۸/۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الحج: باب فرض الحج مرة فی العمر (۱۳۳۷)]

[5] [صحیح: ابوداؤد: کتاب المناسك: باب فرض الحج (۱۷۲۱) نسائی: کتاب المناسك: باب وجوب الحج (۲۶۲۱) ابن ماجه: کتاب المناسك: باب فرض الحج (۲۸۸۶) مسند احمد (۲۹۱/۱) مستدرك حاکم (۳۷۰/۱) دارمی (۲۹/۲) دارقطنی (۲۷۹/۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[6] [صحیح: مسند احمد (۱۱۳/۱) ترمذی: کتاب الحج: باب ماجاء کم فرض الحج (۸۱۴) ابن ماجه: کتاب المناسك: باب فرض الحج (۲۸۸۴) مستدرك حاکم (۲۹۳/۲) دارقطنی (۲۸۰/۲)] شیخ البانی ؒ نے آیت کے ذکر کے علاوہ باقی روایت کو صحیح کہا ہے۔ [ارواء الغلیل (۱۵۰/۴)]

روایت میں ہے اگر میں ہاں کہتا ہر سال حج واجب ہوتا تم بجا نہ لا سکتے تو عذاب نازل ہوتا۔ [1] (ابن ماجہ)

ہاں حج میں تمتع کرنے کا جواز حضور ﷺ نے ایک سائل کے سوال پر ہمیشہ کے لیے جائز فرمایا تھا' [2] ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن یعنی اپنی بیویوں سے فرمایا تھا حج ہو چکا اب گھر سے نہ نکلنا' [3] رہی استطاعت اور طاقت سو وہ کبھی تو خود انسان کو بغیر کسی ذریعہ کے ہوتی ہے کبھی کسی اور کے واسطے سے۔ جیسے کہ کتبِ احکام میں اس کی تفصیل موجود ہے' ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ حاجی کون ہے؟ آپ نے فرمایا پراگندہ بالوں اور میلے کچیلے کپڑوں والا۔ ایک اور نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ کون سا حج افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس میں قربانیاں کثرت سے کی جائیں اور لبیک زیادہ پکارا جائے ایک اور شخص نے سوال کیا حضور ﷺ سبیل سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا توشہ بھتہ کھانے پینے کے لائق سامان خرچ اور سواری' [4] اس حدیث کا ایک راوی گو ضعیف ہے مگر حدیث کی متابعت بہت سے صحابیوں سے مختلف سندوں سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ﴿مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ کی تفسیر میں زاد و راحلہ یعنی توشہ اور سواری بتائی ہے۔ [5] مسند کی ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں فرض حج جلدی ادا کر لیا کرو نہ معلوم کل کیا پیش آئے؟ [6] ابوداؤد وغیرہ میں ہے حج کا ارادہ کرنے والے کو جلد اپنا

---

[1] [صحیح : ابن ماجه : كتاب المناسك : باب فرض الحج (٢٨٨٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[ارواء الغليل (١٥١/٤)]

[2] [صحیح : صحيح بخارى : كتاب الشركة : باب الاشتراك فى الهدى و البدن (٢٥٠٥) صحيح مسلم : كتاب الحج : باب بيان وجوه الاحرام (١٢١٦) نسائى : كتاب الحج : باب الحج بغير نية بقصده المحرم (٢٧٤٣) مسند احمد (٢١٧/٣)]

[3] [صحیح : ابو داؤد : كتاب المناسك : باب فرض الحج (١٧٢٢) مسند احمد (٢١٩/٥) ابويعلى (١٤٤٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابوداود] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

[4] [ضعیف جدا : ترمذى : كتاب الحج : باب ماجاء فى ايجاب الحج (٨١٣)، (٢٩٩٨) ابن ماجه : كتاب المناسك : باب مايوجب الحج (٢٨٩٦) مسند شافعى (٢٨٣/١) دارقطنى (٢١٧/٢) تفسير ابن جرير الطبرى (٤٧٨٢) بيهقى (٣٣٠/٤) ابن ابى شيبة (٥٣٥/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ارواء الغليل (٩٨٨)، (١٦٠/٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

[5] [ضعیف : ابن ماجه : كتاب المناسك : باب مايوجب الحج (٢٨٩٧) دارقطنى (٢١٦/٢) مستدرك حاكم (٤٤٢/١) تفسير ابن جرير الطبرى (٧٤٨٤)] شیخ البانیؒ نے اسے سخت ضعیف کہا ہے۔[ضعيف ابن ماجه] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[6] [حسن : مسند احمد (٢١٤/١) ابن ماجه : كتاب المناسك : باب الخروج الى الحج (٢٨٨٣) بيهقى (٣٤٠/٤) طبرانى كبير (٢٨٧/١٨)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحيح ابن ماجه] شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٨٦٧)]

ارادہ پورا کر لینا چاہیے۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس کے پاس تین سو درہم ہوں وہ طاقت والا ہے' عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مراد صحت جسمانی ہے۔

پھر فرمایا جو کفر کرے یعنی فرضیت حج کا انکار کرے' حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری کہ دین اسلام کے سوا جو شخص کوئی اور دین پسند کرے اس سے قبول نہ کیا جائے گا تو یہودی کہنے لگے ہم بھی مسلمان ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر مسلمانوں پر تو حج فرض ہے تم بھی حج کرو تو وہ صاف انکار کر بیٹھے جس پر یہ آیت اتری کہ اس کا انکاری کافر ہے اور اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے پرواہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کھانے پینے اور سواری پر قدرت رکھتا ہو اور اتنا مال بھی اس کے پاس ہو پھر حج نہ کرے تو اس کی موت یہودیت یا نصرانیت پر ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کے لیے لوگوں پر حج بیت اللہ ہے جو اس کے راستہ کی طاقت رکھیں اور جو کفر کرے تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے پرواہ ہے' [2] اس کے راوی پر بھی کلام ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں طاقت رکھ کر حج نہ کرنے والا یہودی ہو کر مرے گا یا نصرانی ہو کر' اس کی سند بالکل صحیح ہے۔ (حافظ ابوبکر اسماعیلی) [3] مسند سعید بن منصور میں ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا مقصد ہے کہ میں لوگوں کو مختلف شہروں میں بھیجوں وہ دیکھیں جو لوگ باوجود مال رکھنے کے حج نہ کرتے ہوں ان پر جزیہ لگا دیں وہ مسلمان نہیں ہیں۔

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَٱللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٨﴾
قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا
وَأَنتُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٩﴾

کہہ دے کہ اے اہل کتاب تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیوں کرتے ہو؟ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے۔ ان اہل کتاب سے کہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو کیوں روکتے ہو؟ اور اس میں عیب ٹٹولتے ہو حالانکہ تم خود شاہد ہو' اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

---

[1] [**حسن**: مسند احمد (۱/۲۲۵) ابوداؤد: کتاب المناسك (۱۷۳۲) بیهقی فی السنن الکبری (۳۳۹/٤)] امام حاکم رحمہ اللہ اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۸۳٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

[2] [**ضعیف**: ترمذی: کتاب الحج: باب ماجاء فی التغلیظ فی ترك الحج (۸۱۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [المشکاة (۲۵۲۱)] اس کی سند میں ہلال بن عبداللہ راوی مجہول ہے اور حارث اعور ضعیف ہے۔]

[3] [الحلیة لأبی نعیم (۲۵۲/۹) الدر المنثور للسیوطی (۱۰۰/۲)]

کفار کا انجام: اہلِ کتاب کے کافروں کو اللہ تعالیٰ دھمکاتا ہے جو حق سے دشمنی کرتے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرتے' دوسرے لوگوں کو بھی پورے زور سے اسلام سے روکتے تھے باوجود یہ کہ رسول ﷺ کی حقانیت کا انہیں یقینی علم تھا اگلے انبیاء اور رسولوں کی پیش گوئیاں اور ان کی بشارتیں ان کے پاس موجود تھیں نبی امی ہاشمی عربی مکی مدنی سید ولد آدم' خاتم الانبیاء رسول رب ارض وسما ﷺ کا ذکر ان کی کتابوں میں موجود تھا پھر بھی اپنی بے ایمانی پر بضد تھے اس لیے ان سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں خوب دیکھ رہا ہوں تم کس طرح میرے نبیوں کی تکذیب کرتے ہو اور کس طرح خاتم الانبیاء کو ستاتے ہو اور کس طرح میرے مخلص بندوں کی راہ میں روڑے اٹکا رہے ہو میں تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہوں تمام برائیوں کا بدلہ دوں گا اس دن پکڑوں گا جس دن تمہیں کوئی سفارشی اور مددگار نہ ملے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع

اے ایماندارو اگر تم ان اہل کتاب کی اس جماعت کی باتیں مانو گے تو تم کو تمہاری ایمان داری کے بعد مرتد کافر بنا دیں گے ○ (گویہ ظاہر ہے کہ) تم کیسے کفر کر سکتے ہو؟ باوجود یہ کہ تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں رسول اللہ (ﷺ) موجود ہیں' جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوط تھام لے وہی راہ راست دکھایا جائے گا ○

کفار کی اطاعت کا نقصان: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اہلِ کتاب کے اس بد باطن فرقہ کی اتباع کرنے سے روک رہا ہے کیونکہ یہ حاسد ایمان کے دشمن ہیں اور عرب کی رسالت انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَدَّ كَثِيْرٌ﴾ (البقرۃ/۱۰۹) الخ' یہ لوگ جل بھن رہے ہیں اور تمہیں ایمان سے ہٹانا چاہتے ہیں تم ان کے کھوکھلے دباؤ میں نہ آ جانا' گو کفر تم سے بہت دور ہے لیکن پھر بھی میں تمہیں آگاہ کیے دیتا ہوں' اللہ تعالیٰ کی آیتیں دن رات تم میں پڑھی جا رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ﷺ تم میں موجود ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (الحدید/۸) تم ایمان کیسے نہ لاؤ' رسول ﷺ تمہیں تمہارے رب کی طرف بلا رہے ہیں اور تم سے عہد بھی لیا جا چکا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک روز اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے پوچھا تمہارے نزدیک سب سے بڑا ایمان والا کون ہے؟ انہوں نے کہا فرشتے۔ آپ نے فرمایا بھلا وہ ایمان کیوں نہ لاتے؟ انہیں تو اللہ تعالیٰ کی وحی سے براہِ راست تعلق ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر ہم' فرمایا تم ایمان کیوں نہ لاتے؟ تم میں تو میں خود موجود ہوں' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر حضور ﷺ خود ہی ارشاد فرمائیں فرمایا کہ تمام لوگوں سے زیادہ عجیب ایمان والے وہ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے وہ کتابوں میں لکھا پائیں گے اور اس پر ایمان لائیں گے [1] (امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سندوں کا اور اس کے معنی کا پورا بیان شرح صحیح بخاری میں کر دیا ہے فالحمد للہ)

---

[1] [**ضعیف**: طبرانی (۳۵۳۷) مستدرك حاكم (۲/۸۵) بزار (۳۸۳۹)] یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں محمد بن ابی حمید ضعیف راوی ہے۔ تاہم امام ہیثمیؒ نے اسے شواہد کی بنا پر حسن کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۶۶۹۳)]

پھر فرمایا کہ باوجود اس کے تمہارا مضبوطی سے اللہ کے دین کو تھام رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی پاک ذات پر پورا توکل رکھنا ہی موجبِ ہدایت ہے اسی سے گمراہی دور ہوتی ہے یہی شیوہ رضا کا باعث ہے اسی سے صحیح راستہ حاصل ہوتا ہے اور کامیابی اور مراد ملتی ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾

ایمان والو اللہ تعالیٰ سے اتنے ہی ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے' دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا ○ اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ کی اس وقت کی نعمت کو یاد رکھو جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال کر اپنی مہربانی سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا' اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے اس نے تمہیں بچا لیا' اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم راہ پاؤ ○

اللہ تعالیٰ کی رسی قرآن حکیم: اللہ تعالیٰ سے پورا پورا ڈرنا یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے' نافرمانی نہ کی جائے' اس کا ذکر کیا جائے اور اس کی یاد نہ بھلائی جائے' اس کا شکر کیا جائے کفر نہ کیا جائے'[1] بعض روایتوں میں یہ تفسیر مرفوع بھی مروی ہے لیکن ٹھیک بات یہی ہے کہ یہ موقوف ہے یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ واللہ اعلم۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ انسان اللہ عزوجل سے ڈرنے کا حق نہیں بجا لا سکتا جب تک اپنی زبان کو محفوظ نہ رکھے'[3] اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن/١٦) کی آیت سے منسوخ ہے اس دوسری آیت میں فرما دیا ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق اس سے ڈرتے رہا کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں منسوخ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہو اس کے کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہ کرو عدل پر جم جاؤ یہاں تک کہ خود اپنے نفس پر عدل کے احکام جاری کرو اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد کے بارے میں بھی عدل و انصاف برتا کرو۔ پھر فرمایا کہ اسلام پر ہی مرنا یعنی تمام زندگی اس پر قائم رہنا تا کہ موت اسی پر آئے' اس رب کریم کا اصول یہی ہے کہ انسان اپنی زندگی جیسی رکھے ویسی ہی اسے موت آتی ہے اور جس موت مرے اسی پر قیامت کے دن اٹھایا جاتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ ناپسند موت سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے)۔ آمین

مسند احمد میں ہے کہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی وہاں تھے ان

---

[1] [**صحیح**: مستدرك حاكم (٢/٢٩٤) طبرانی كبير (٨٥٠١) تفسير ابن ابی حاتم (٢/٤٤٦) تفسير ابن جرير الطبری (٧٥٣٩)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [**موقوف**: تفسير ابن ابی حاتم (٢/٤٤٦) مستدرك حاكم (٢/٢٩٤)]

[3] [تفسير ابن ابی حاتم (٢/٤٤٧)]

کے ہاتھ میں لکڑی تھی بیان فرمانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا میں گرا دیا جائے تو دنیا والوں کی ہر کھانے والی چیز خراب ہو جائے وہ کوئی چیز کھا پی نہ سکیں پھر خیال کرو کہ ان جہنمیوں کا کیا حال ہوگا؟ جن کا کھانا پینا ہی یہ زقوم ہوگا[1] اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص جہنم سے الگ ہونا اور جنت میں جانا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے اور لوگوں سے وہ برتاؤ کرے جسے وہ خود اپنے لیے چاہتا ہو۔[2] (مسند احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ کی زبانی آپ کے انتقال کے تین روز پہلے سنا کہ دیکھو موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھنا۔[3] (مسلم) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرا بندہ میرے ساتھ جیسا گمان رکھے میں اس کے گمان کے پاس ہی ہوں اگر اس کا میرے ساتھ حسن ظن ہے تو میں اس کے ساتھ اچھائی کروں گا اور اگر وہ میرے ساتھ بدگمانی کرے گا تو میں اس سے اسی طرح پیش آؤں گا۔[4] (مسند احمد) اس حدیث کا اگلا حصہ بخاری و مسلم میں بھی ہے[5] مسند بزار میں ہے کہ ایک بیمار انصاری رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لیے آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے اور سلام کر کے فرمانے لگے کہ کیسے مزاج ہیں؟ اس نے کہا الحمد للہ! اچھا ہوں رب کی رحمت کا امیدوار ہوں اور اس کے عذابوں سے ڈر رہا ہوں' آپ نے فرمایا سنو! ایسے وقت جس دل میں خوف و طمع دونوں ہوں اللہ اس کی امید کی چیز اسے دیتا ہے اور ڈر' خوف کی چیز سے بچا تا ہے۔[6] مسند

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱/ ۳۰۰) ترمذی : کتاب صفة جهنم : باب ماجآء فی صفة شراب اهل النار (۲۵۸۵) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب صفة النار (۴۳۲۵) طبرانی کبیر (۱۱/ ۶۸) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۰۷) صحیح ابن حبان (۷۴۷۰) مستدرك حاکم (۲/ ۲۹۴) بغوی فی شرح السنة (۱۵/ ۲۴۶) طیالسی (۳۴۴)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[التعلیق الترغیب (۴/ ۲۳۶)] تاہم شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : مسند احمد (۲/ ۱۹۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۶۸۰۶)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب الامر بحسن الظن بالله تعالی عند الموت (۲۸۷۷) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب التوکل والیقین (۴۱۶۷) ابو داؤد : کتاب الجنائز : باب مایستحب من حسن الظن بالله عند الموت (۳۱۱۳) مسند احمد (۳/ ۳۱۵)]

[4] [صحیح : مسند احمد (۲/ ۳۹۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ سند ابن لھیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے مگر یہ روایت صحیح ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۹۰۷۶)]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قول الله تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام الله (۷۵۰۵) صحیح مسلم : کتاب الذکر والدعاء : باب الحث علی ذکر الله (۲۶۷۵) ترمذی : کتاب الزهد : باب ماجآء فی حسن الظن بالله (۲۳۸۸) مسند احمد (۲/ ۴۴۵)]

[6] [حسن : ترمذی : کتاب الجنائز : باب الرجآء بالله والخوف بالذنب عند الموت (۹۸۳) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ذکر الموت (۴۲۶۱)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[المشکاة (۱۶۱۲) السلسلة الصحیحة (۱۰۵۱)]

احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور کہا کہ میں کھڑے کھڑے ہی گروں[1] اس کا مطلب امام نسائی نے تو سنن نسائی میں باب باندھ کر یہ بیان کیا ہے کہ سجدے میں اس طرح جانا چاہیے' اور یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ میں مسلمان ہوئے بغیر نہ مروں۔ اور یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ جہاد میں پیٹھ دکھاتا ہوا نہ مارا جاؤں۔

پھر فرمایا باہم اتفاق رکھو اختلاف سے بچو۔ حبل اللہ سے مراد عہد الٰہ ہے' جیسے ﴿اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ (ال عمران / ۱۱۲) الخ' میں ((حبل)) سے مراد قرآن ہے' ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ قرآن اللہ کریم کی مضبوط رسی ہے اور اس کی سیدھی راہ ہے'[2] اور روایت میں ہے کہ کتاب اللہ' اللہ تعالیٰ کی آسمان سے زمین کی طرف لٹکائی ہوئی رسی ہے'[3] اور حدیث میں ہے کہ یہ قرآن اللہ سبحانہ کی مضبوط رسی ہے یہ ظاہر نور ہے' یہ سراسر شفا دینے والا اور نفع بخش ہے اس پر عمل کرنے والے کے لیے یہ بچاؤ ہے' اس کی تابعداری کرنے والے کے لئے یہ نجات ہے۔[4] حضرت عبداللہ فرماتے ہیں ان راستوں میں تو شیاطین چل پھر رہے ہیں تم اللہ کے راستے پر آ جاؤ تم اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو وہ رسی قرآن کریم ہے۔ اختلاف نہ کرو پھوٹ نہ ڈالو' جدائی نہ کرو' علیحدگی سے بچو۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین باتوں سے اللہ رحیم خوش ہوتا ہے اور تین باتوں سے ناخوش ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اسی کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ دوسرے اللہ کی رسی کو اتفاق سے پکڑو' تفرقہ نہ ڈالو'

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۳/۴۰۲) نسائی : کتاب التطبیق : باب کیف یحنی للسجود (۱۰۸۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [ضعیف : ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ماجاء فی فضل القرآن (۲۹۰۶) تفسیر ابن ابی حاتم (۴۵۲۲) دارمی (۲/۴۳۵) مسند احمد (۱/۹۱) ابن ابی شیبۃ (۱۰/۴۸۲)] امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند مجہول ہے۔ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، المشکاۃ (۲۱۳۸)] اس کی سند میں حارث اعور راوی ضعیف ہے۔ اسی کی وجہ سے شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس روایت کو سخت ضعیف کہا ہے۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۷۵۷۰) مسند احمد (۳/۴۔۱۷) ابویعلی (۱۰۲۱) طبرانی کبیر (۲۶۷۸) طبرانی اوسط (۳/۳۷۴) ترمذی : کتاب المناقب : باب مناقب اهل بیت النبی (۳۷۹۰) ابن ابی عاصم فی السنۃ (۲/۶۴۳)] اس میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [ضعیف : دارمی : کتاب فضائل القرآن : باب فضل من قرأ القرآن (۲/۴۳۱)، (۳۱۹۷) مستدرک حاکم (۱/۵۵۵) ابن ابی شیبۃ (۱۰/۴۸۲) مصنف عبد الرزاق (۶۰۱۷)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں مسلم بن ابراہیم ہجری راوی متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (۷/۱۶۷)] امام ذہبیؒ نے بھی اس راوی کو ضعیف کہا ہے۔ [میزان (۱/۶۶)] امام ابن جوزیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ [العلل المتناهیۃ (۱/۱۰۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

تیسرے مسلمان بادشاہوں کی خیر خواہی کرو فضول بکواس زیادتی سوال اور بربادی مال یہ تینوں چیزیں رب کی ناراضگی کا سبب ہیں[1] بہت سی روایتیں ایسی بھی ہیں جن میں ہے کہ اتفاق کے وقت وہ خطا سے بچ جائیں گے اور بہت سی احادیث میں نااتفاقی سے ڈرایا بھی ہے ان ہدایات کے باوجود امت میں اختلافات ہوئے اور تہتر فرقے ہو گئے جن میں سے ایک نجات پا کر جنتی ہوگا اور جہنم کے عذابوں سے بچ رہے گا اور یہ وہ لوگ ہیں جو اس پر قائم ہوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم تھے۔

پھر اپنی نعمت یاد دلائی جاہلیت کے زمانے میں اوس وخزرج کے درمیان بڑی لڑائیاں اور سخت عداوت تھی آپس میں برابر جنگ جاری رہتی تھی جب دونوں قبیلے اسلام لائے تو اللہ کریم کے فضل سے بالکل ایک ہو گئے سب حسد بغض جاتا رہا اور آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار اور اللہ تعالیٰ کے دین میں ایک دوسرے کے ساتھ متفق ہو گئے جیسے اور جگہ ہے ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ﴾ (الانفال/ ٦٣-٦٢) الخ وہ اللہ جس نے تیری تائید کی اپنی مدد کے ساتھ اور مومنوں کے ساتھ اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ اپنا دوسرا احسان ذکر کرتا ہے کہ تم آگ کے کنارے پہنچ چکے تھے اور تمہارا کفر تمہیں اس میں دھکیل دیتا لیکن ہم نے تمہیں اسلام کی توفیق عطا فرما کر اس سے بھی الگ کر لیا حنین کی فتح کے بعد جب مال غنیمت تقسیم کرتے ہوئے مصلحت دینی کے مطابق حضور علیہ السلام نے بعض لوگوں کو زیادہ مال دیا تو کسی شخص نے کچھ ایسے ہی نامناسب الفاظ زبان سے نکال دیئے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت انصار کو جمع کر کے ایک خطبہ پڑھا اس میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اے جماعت انصار رضی اللہ عنہم! کیا تم گمراہ نہ تھے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی؟ تم متفرق نہ تھے؟ پھر رب دو عالم نے میری وجہ سے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی کیا تم فقیر نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے غنی کر دیا؟ ہر ہر سوال کے جواب میں یہ پاکباز جماعت یہ اللہ والا گروہ کہتا جاتا تھا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان اور بھی بہت سے ہیں اور بہت بڑے بڑے ہیں۔[2]

حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اوس وخزرج جیسے صدیوں کے آپس کے دشمنوں کو یوں بھائی بھائی بنا ہوا دیکھا تو یہودیوں کی آنکھوں میں کانٹا کھٹکنے لگا انہوں نے آدمی مقرر کیے کہ وہ ان کی محفلوں اور مجلسوں میں جایا کریں اور اگلی لڑائیاں اور پرانی عداوتیں انہیں یاد دلائیں ان کے مقتولوں کی یاد تازہ کرائیں اور اس طرح انہیں بھڑکائیں۔

چنانچہ ان کا یہ داؤ ایک مرتبہ چل بھی گیا اور دونوں قبیلوں میں پرانی آگ بھڑک اٹھی یہاں تک کہ تلواریں کھچ گئیں ٹھیک دو جماعتیں ہو گئیں اور وہی جاہلیت کے نعرے لگنے لگے ہتھیار سجنے لگے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن گئے اور یہ ٹھہر گیا کہ حرہ کے میدان میں جا کر ان سے دل کھول کر لڑیں اور مردانگی کے جوہر دکھائیں

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الاقضیة: باب النهی عن کثرة المسائل من غیر حاجة (١٧١٥) مسند احمد (٣٢٧/٢)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوة الطائف (٤٣٣٠) صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب اعطاء المؤلفة قلوبهم علی الاسلام (١٠٦١)]

پیاسی زمین کو اپنے خون سے سیراب کریں لیکن حضور ﷺ کو پتہ چل گیا آپ فوراً موقعہ پر تشریف لائے اور دونوں گروہوں کو ٹھنڈا کیا اور فرمانے لگے پھر جاہلیت کے نعرے تم لگانے لگے میری موجودگی میں ہی تم نے پھر جنگ و جدال شروع کر دیا؟ پھر آپ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی سب نادم ہوئے اور اپنی دو گھڑی پہلے کی حرکت پر افسوس کرنے لگے اور آپس میں نئے سرے سے معانقہ مصافحہ کیا اور پھر بھائیوں کی طرح گلے مل گئے' ہتھیار ڈال دیئے اور صلح صفائی ہو گئی' حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں نے تہمت لگائی تھی اور آپ کی برأت نازل ہوئی تھی تب ایک دوسرے کے مقابلہ میں تن گئے تھے۔ [1] واللہ اعلم۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْھُھُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْھَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ع

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلاتی رہے اور نیک کاموں کا حکم کرتی رہے اور برے کاموں سے روکتی رہے یہی لوگ فلاح و نجات پانے والے ہیں۔ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آ جانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا انہی لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے ○ جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض سیاہ' سیاہ چہرے والوں (سے کہا جائے گا) کہ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیوں کیا اب اپنے کفر کا عذاب چکھو۔ اور سفید چہرے والے اللہ کی رحمت میں داخل ہوں گے' اور اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ اے نبی (ﷺ) ہم ان حقانی آیتوں کی تلاوت تجھ پر کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ کا ارادہ لوگوں پر ظلم کرنے کا نہیں ○ اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے' اور اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جاتے ہیں ○

برائی سے روکنے اور نیکی کا حکم دینے والی جماعت: حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس جماعت سے مراد خاص صحابہ رضی اللہ عنہم اور خاص راویانِ حدیث ہیں یعنی مجاہدین اور علماء۔ [2] امام ابو جعفر باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

---

[1] [ضعیف و منقطع: سیرۃ ابن ھشام (۲/۵۸۸) تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۵۵) تفسیر ابن ابی حاتم (۲/۴۳۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو منقطع کہا ہے۔ حافظ زبیر علی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۹۲)]

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا صبر سے مراد قرآن وحدیث کی اتباع ہے' یادرہے کہ ہر متنفس پر تبلیغ حق فرض ہے لیکن تاہم ایک جماعت تو خاص اسی کام میں مشغول رہنی چاہیے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے اسے ہاتھ سے دفع کر دے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اپنے دل سے نفرت کرے یہ ضعیف ایمان ہے۔ [1] ایک اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔ [2] (صحیح مسلم) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اچھائی کا حکم اور برائیوں سے مخالفت کرتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل فرمادے گا پھر تم دعائیں کرو گے لیکن قبول نہ ہوں گی' [3] اس مضمون کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جو کسی اور مقام پر ذکر کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فرماتا ہے کہ تم سابقہ لوگوں کی طرح افتراق واختلاف نہ کرنا تم نیک باتوں کا حکم اور خلافِ شرع باتوں سے روکنا نہ چھوڑنا' مسند احمد میں ہے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما حج کے لیے جب مکہ شریف میں آئے تو ظہر کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اہل کتاب اپنے دین میں اختلاف کر کے بہتر (۷۲) گروہ بن گئے اور اس میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہو جائیں گے خواہشات نفسانی اور خوش فہمی میں ہوں گے۔ بلکہ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کی رگ رگ میں نفسانی خواہشیں اس طرح گھس جائیں گی جس طرح کتے کے کاٹے ہوئے انسان کی ایک ایک رگ اور ایک ایک جوڑ میں اس کا اثر پہنچ جاتا ہے اے عرب کے لوگو! اگر تم ہی اپنے نبی ﷺ کی لائی ہوئی چیز پر قائم نہ رہو گے تو اور لوگ تو بہت دور ہو جائیں گے۔ [4] اس حدیث کی بہت سی سندیں ہیں۔ پھر فرمایا اس دن سفید چہرے اور سیاہ منہ بھی ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ اہل سنت والجماعت کے منہ سفید اور نورانی ہوں گے مگر اہل بدعت ومنافقت کے منہ کالے ہوں گے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ کالے منہ والے منافق ہوں گے جن سے کہا جائے گا کہ تم نے

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب کون النھی عن المنکر (۴۹) ترمذی: کتاب الفتن: باب ماجاء فی تغیر المنکر (۲۱۷۲) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلاة: باب ماجاء فی صلاة العیدین (۱۲۷۵) نسائی: کتاب الایمان: باب تفاضل اهل الایمان (۵۰۱۲) مسند احمد (۲۰/۳)]

[2] [أیضا]

[3] [صحیح: ترمذی: کتاب الفتن: باب ماجاء فی الامر بالمعروف (۲۱۶۹) مسند احمد (۳۹۱/۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (۲۸۶۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[4] [صحیح: ابوداؤد: کتاب السنة: باب شرح السنة (۴۵۹۷) مسند احمد (۱۰۲/۴) مستدرك حاکم (۲۱۸/۱) شرح السنة (۴۵۹۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (۲۰۴)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

ایمان کے بعد کفر کیوں کیا؟ اب اس کا مزہ چکھو۔ [1] اور سفید منہ والے اللہ رحیم وکریم کی رحمت میں ہمیشہ رہیں گے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے جب خارجیوں کے سر دمشق کی مسجد کے زینوں پر لٹکے ہوئے دیکھے تو فرمانے لگے۔ یہ جہنم کے کتے ہیں ان سے بدتر مقتول روئے زمین پر کوئی نہیں انہیں قتل کرنے والے بہترین مجاہد ہیں پھر آیت ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ﴾ تلاوت فرمائی ابوغالب نے کہا کیا جناب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے؟ فرمایا ایک دو دفعہ نہیں بلکہ سات مرتبہ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں اپنی زبان سے یہ الفاظ نکالتا ہی نہ۔ [2] ابن مردویہ نے یہاں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے جو بہت ہی عجیب ہے لیکن سنداً غریب ہے۔ دنیا اور آخرت کی یہ باتیں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم پر کھول رہے ہیں اللہ عادل حاکم ہے وہ ظالم نہیں اور ہر چیز کو خوب جانتا ہے اور ہر چیز پر قدرت بھی رکھتا ہے پھر ناممکن ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے (جن کے کالے منہ ہوئے وہ اسی لائق تھے) زمین اور آسمان کی کل چیزیں اس کی ملکیت میں ہیں اور اسی کی غلامی میں ہیں اور ہر کام کا آخری حکم اسی کی طرف ہے متصرف اور بااختیار حاکم دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١١٠﴾ لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ۖ وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ﴿١١١﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿١١٢﴾

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ہی پیدا کی گئی ہو تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لیے بہتر تھا' ان میں ایمان والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں ○ یہ لوگ تمہیں ستانے کے سوا اور زیادہ کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے' اگر لڑائی کا موقعہ آ جائے تو پیٹھ موڑ لیں گے پھر مدد نہ کیے جائیں گے ○ ہر جگہ ہی ذلیل ہیں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یا لوگوں کی پناہ میں ہوں۔ یہ اللہ کے غضب کے مستحق ہو گئے اور ان پر فقیری ڈال دی گئی' یہ اس لیے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرتے تھے اور بے وجہ انبیاء کو قتل کرتے تھے یہ بدلہ ہے ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا ○

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (٢/٤٦٥)]

[2] [صحیح: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة ال عمران (٣٠٠٠) ابن ماجه: مقدمة: باب في ذكر الخوارج (١٧٦)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی، المشکاة (٣٥٥٤)]

بہترین امت: اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ امت محمدیہ تمام امتوں پر بہتر ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں تم اوروں کے حق میں سب سے بہتر ہو' تم لوگوں کی گردنیں پکڑ پکڑ کر اسلام کی طرف جھکاتے ہو' [1] اور مفسرین بھی یہی فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو اور سب سے زیادہ لوگوں کو نفع پہنچانے والے ہو' ابولہب کی بیٹی حضرت درہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور آپ اس وقت ممبر پر تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کون سا شخص بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا سب لوگوں سے بہتر وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ قاری قرآن ہو' سب سے زیادہ پرہیزگار ہو' سب سے زیادہ اچھائیوں کا حکم کرنے والا' سب سے زیادہ برائیوں سے روکنے والا' سب سے زیادہ رشتے ناتے ملانے والا ہو۔ [2] (مسند احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی' صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت ساری امت کو مشتمل ہے' بیشک یہ حدیث میں بھی ہے کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے' پھر اس کے بعد اس سے ملا ہوا زمانہ' پھر اس کے بعد والا [3] ایک اور روایت میں ہے ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ [4] ہم نے تمہیں بہتر امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم نے اگلی امتوں کی تعداد ستر تک پہنچا دی ہے' اللہ کے نزدیک تم ان سب سے بہتر اور زیادہ بزرگ ہو' [5] یہ مشہور حدیث ہے امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے' اس امت کی افضلیت کی ایک بڑی دلیل اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ہے' آپ تمام مخلوق کے سردار تمام رسولوں سے زیادہ اکرام و عزت والے ہیں' آپ کی شرع اتنی کامل اور اس شریعت کا تھوڑا سا عمل بھی اور امتوں کے زیادہ عمل سے بہتر و افضل ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ نعمتیں دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کوئی نہیں دیا گیا لوگوں نے پوچھا وہ کیا باتیں ہیں؟ آپ نے فرمایا میری مدد رعب سے کی گئی ہے' میں زمین کی کنجیاں دیا گیا ہوں' میرا نام احمد رکھا گیا ہے' میرے لیے مٹی پاک کی گئی ہے' میری امت سب امتوں سے بہتر بنائی گئی ہے۔ [6] (مسند

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب کنتم خیر امة اخرجت للناس (٤٥٥٧)]

[2] [**ضعیف**: مسند احمد (٤٣١/٦) طبرانی کبیر (٢٥٧/٢٤) مجمع الزوائد (٢٦٣/٧)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٧٤٣٤)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف الترغیب (١٣٨٩) السلسلة الضعیفة (٢٠٩٣)]

[3] [**صحیح**: صحیح بخاری : کتاب فضائل اصحاب النبی : باب فضائل اصحاب النبی (٣٦٠٥)]

[4] [سورۃ البقرۃ : آیت ١٤٣]

[5] [**صحیح**: ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورة ال عمران (٣٠٠١) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب صفة امة محمد (٤٢٨٧) مسند احمد (٤٤٧/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، المشکاة (٦٢٨٥)]

[6] [**حسن**: مسند احمد (٩٨/١)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔[مجمع الزوائد (٢٦٥/١)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[فتح الباری (٢٢٥/٨)] شیخ احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[عمدة التفسیر (٢١/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (٧٦٣)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (٣٩٣٩)]

احمد) اس حدیث کی سند حسن ہے' حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں تمہارے بعد ایک امت پیدا کرنے والا ہوں جو راحت پر حمد وشکر کریں گے اور مصیبت پر طلب ثواب اور صبر کریں گے حالانکہ انہیں حلم وعلم نہ ہوگا آپ نے تعجب سے پوچھا کہ بغیر بردباری اور دور اندیشی اور پختہ علم کے یہ کیسے ممکن ہے؟ رب العالمین نے فرمایا میں انہیں اپنا حلم وعلم عطا فرماؤں گا' [1] میں چاہتا ہوں یہاں پر بعض وہ حدیثیں بھی بیان کردوں جن کا ذکر یہاں مناسب ہے سنیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت میں سے ستر ہزار شخص بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے' سب یک رنگ ہوں گے' میں نے اپنے رب سے گزارش کی کہ اے اللہ! اس تعداد میں اور اضافہ فرما اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور بھی' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کر کے فرمایا کرتے تھے کہ پھر تو اس تعداد میں گاؤں اور دیہاتوں والے بلکہ بادیہ نشین بھی آجائیں گے۔ [2] (مسند احمد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے میرے رب نے ستر ہزار آدمیوں کو میری امت میں سے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور زیادتی طلب کرتے۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو مجھے خوشخبری ملی کہ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم برکت کی دعا کرتے آپ نے فرمایا میں نے پھر کی تو ہر شخص کے ساتھ ستر ستر ہزار کا وعدہ ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر گزارش کی کہ اللہ کے نبی اور کچھ بھی مانگتے آپ نے فرمایا مانگا تو مجھے اتنی زیادتی اور ملی اور پھر دونوں ہاتھ پھیلا کر بتایا کہ اسی طرح' راوی حدیث کہتے ہیں اس طرح جب اللہ تعالیٰ سمیٹے تو اللہ عزوجل ہی جانتا ہے کہ کس قدر مخلوق اس میں آئے گی۔ (فَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ)۔ [3] (مسند احمد)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ حمص میں بیمار ہو گئے عبداللہ بن قرط وہاں کے امیر تھے وہ عیادت کو نہ آسکے ایک کلاعی شخص جب آپ کی بیمار پرسی کے لیے گیا تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ لکھنا جانتے ہو اس نے کہا ہاں فرمایا لکھو یہ خط ثوبان کی طرف سے امیر عبداللہ بن قرط کی طرف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں بعد حمد وصلوٰۃ کے! واضح ہو کہ اگر حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ علیہما السلام کا کوئی خادم یہاں ہوتا اور بیمار پڑتا تو تم عیادت کے لیے جاتے پھر کہا یہ خط لے جاؤ اور امیر کو پہنچا دو جب یہ خط امیر حمص کے پاس پہنچا تو گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (٦/ ٤٥٠)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے کیونکہ اس میں یزید بن میسرہ راوی مجہول ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٧٥٤٥)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (١/ ٦) مسند ابویعلی (١١٢)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں مسعودی راوی مختلط ہے۔[مجمع الزوائد (١٠/ ٤٠٩)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٢)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف : مسند احمد (١/ ١٩٧) بزار (٣٥٤٦)] اس میں قاسم بن مہران راوی مجہول ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (١٧٠٦)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ تاہم شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ محماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے حسن کہا ہے۔]

سیدھے یہاں تشریف لائے کچھ دیر بیٹھ کر عیادت کر کے جب جانے کا ارادہ کیا تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے ان کی چادر پکڑ کر روکا اور فرمایا ایک حدیث سنتے جائیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے آپ نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار شخص بغیر حساب وعذاب کے جنت میں جائیں گے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے۔ [1] (مسند احمد) یہ حدیث بھی صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک رات ہم خدمت نبوی میں دیر تک باتیں کرتے رہے پھر صبح جب حاضر خدمت ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سنو آج رات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت سمیت مجھے دکھائے گئے بعض انبیاء علیہم السلام کے ساتھ صرف تین شخص تھے' بعض کے ساتھ مختصر سا گروہ' بعض کے ساتھ ایک جماعت' کسی کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا جب موسیٰ علیہ السلام آئے تو ان کے ساتھ بہت سے لوگ تھے مجھے یہ جماعت پسند آئی میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو جواب ملا کہ یہ آپ کے بھائی موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل ہیں میں نے کہا پھر میری امت کہاں ہے؟ جواب ملا اپنی داہنی طرف دیکھو اب جو دیکھتا ہوں تو بیشمار مجمع ہے۔ جس سے پہاڑیاں بھی ڈھک گئی ہیں' اب مجھ سے پوچھا گیا کہو خوش ہو میں نے کہا میرے رب میں راضی ہوگیا' فرمایا گیا سنو! ان کے ساتھ ستر ہزار اور ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے' اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں اگر ہو سکے تو ان ستر ہزار میں سے ہی ہونا اگر یہ نہ ہو سکے تو ان میں سے ہونا جو پہاڑیوں کو چھپائے ہوئے تھے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ان میں سے ہونا جو آسمان کے کناروں کناروں پر تھے' حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان ستر ہزار میں سے کرے آپ نے دعا کی تو ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی اٹھ کر یہی گزارش کی تو آپ نے فرمایا تم پر حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ سبقت کر گئے۔

ہم اب آپس میں کہنے لگے کہ شاید یہ ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو اسلام پر ہی پیدا ہوئے ہوں اور پوری عمر میں کبھی اللہ کے ساتھ شرک کیا ہی نہ ہو۔ آپ کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو دم جھاڑ نہیں کراتے' آگ کے داغ نہیں لگواتے' شگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔ [2] (مسند احمد) ایک اور سند سے اتنی زیادتی اس میں اور بھی ہے کہ جب میں نے اپنی رضامندی ظاہر کی تو مجھ سے کہا گیا اب اپنی بائیں جانب دیکھو میں نے دیکھا تو بیشمار مجمع ہے جس نے آسمان کے کناروں کو بھی ڈھک لیا ہے' [3] ایک اور روایت میں ہے کہ موسمِ حج کا یہ واقعہ ہے آپ فرماتے ہیں مجھے اپنی امت کی یہ کثرت بہت پسند آئی تمام پہاڑیاں اور میدان ان

---

[1] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (٥/ ٢٨٠)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٢٤١٨)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحیح: مسند احمد (٤٠١/١) مستدرك حاکم (٥٧٧/٤) عبد الرزاق (١٩٥١٩) ابویعلی (٥٣٣٩) مجمع (٣٠٤/٩) صحیح ابن حبان (٣٤١/١٤) طبرانی کبیر (٤٠٨/١٠)] امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (٤٠٧/١١)]

[3] [أیضا]

سے پُر تھے۔ [1] (مسند احمد) ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے بعد کھڑے ہونے والے ایک انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ [2] (طبرانی) ایک اور روایت میں ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار یا ساٹھ لاکھ آدمی جنت میں جائیں گے جو ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے ہوں گے سب ایک ساتھ جنت میں جائیں گے چمکتے ہوئے چودھویں رات کے چاند جیسے ان کے چہرے ہوں گے۔ [3] (بخاری ومسلم، طبرانی)

حصین بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے پاس تھا تو آپ نے دریافت کیا رات کو جو ستارہ ٹوٹا تھا تم میں سے کسی نے دیکھا تھا؟ میں نے کہا ہاں حضرت میں نے دیکھا تھا یہ نہ سمجھے گا میں نماز میں تھا بلکہ مجھے بچھو نے کاٹ کھایا تھا حضرت سعید رحمہ اللہ نے پوچھا پھر تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا دم کر دیا تھا کہا کیوں؟ میں نے کہا حضرت شعبی رحمہ اللہ نے بریدہ بن حصیب کی روایت سے حدیث بیان کی ہے کہ نظر بد اور زہریلے جانوروں کا دم جھاڑ کرانا ہے کہنے لگے خیر جسے جو پہنچے اس پر عمل کرے۔ ہمیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سنایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں کسی نبی کے ساتھ ایک جماعت تھی، کسی کے ساتھ ایک شخص اور دو شخص اور کسی نبی کے ساتھ کوئی نہ تھا اب جو دیکھا کہ ایک بڑی جماعت پر نظر پڑی میں سمجھا یہ تو میری امت ہو گی پھر معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی امت ہے مجھ سے کہا گیا آسمان کے کناروں کی طرف دیکھو میں نے دیکھا تو وہاں بیشمار لوگ تھے مجھ سے کہا گیا یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار اور ہیں جو بے حساب اور بے عذاب جنت میں جائیں گے۔ حدیث بیان فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مکان پر چلے گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں کہنے لگے شاید یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہوں گے کسی نے کہا نہیں اسلام میں پیدا ہونے والے اور اسلام پر ہی مرنے والے ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔ آپ تشریف لائے اور پوچھا کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم جھاڑا کریں، نہ کرائیں، نہ داغ لگوائیں، نہ شگون لیں، بلکہ اپنے رب پر بھروسہ رکھیں۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی درخواست کی آپ نے دعا کی کہ یا اللہ! تو اسے ان میں سے ہی بنا۔ پھر دوسرے شخص نے بھی یہی کہا آپ نے فرمایا عکاشہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے، [4] یہ حدیث بخاری میں ہے لیکن اس میں دم جھاڑ کرنے کا لفظ نہیں۔ صحیح مسلم میں بھی یہ لفظ ہے۔

ایک اور مطول حدیث میں ہے کہ پہلی جماعت تو نجات پائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے ان سے حساب بھی نہ لیا جائے گا۔ پھر ان کے بعد والے سب سے زیادہ روشن ستارے جیسے چمکدار

---

[1] **صحیح**: مسند احمد (۱/۴۵٤) شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۳۸۰٦)]

[2] **صحیح**: صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب البرود والحبر والشملة (۵۸۱۱) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة (۲۱٦) مسند احمد (۲/٤۰۰)]

[3] **صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب یدخل الجنة بسبعون الفابغير حساب (٦۵٤۳) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الدليل على دخول (۲۱۹)]

[4] **صحیح**: صحیح بخاری (٦۵٤۱) صحیح مسلم (۲۲۰) مسند احمد (۱/۲۷۱)]

چہرے والے ہوں گے۔ (1) (مسلم) آپ فرماتے ہیں مجھ سے میرے رب کا وعدہ ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار شخص بغیر حساب وعذاب کے داخل بہشت ہوں گے' ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور تین لپیں میرے رب عزوجل کی لپوں سے۔ (2) (کتاب السنن لحافظ ابی بکر بن عاصم) اس کی اسناد بہت عمدہ ہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ سے ستر ہزار کی تعداد سن کر یزید بن اخنس رضی اللہ عنہ نے کہا حضور ﷺ یہ تو آپ کی امت کی تعداد کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑے ہیں تو آپ نے فرمایا ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہیں اور پھر اللہ نے تین لپیں (ہتھیلیوں کا کشکول) بھر کر اور بھی عطا فرمائے ہیں' اس کی اسناد بھی حسن ہیں۔ (3) (کتاب السنن) ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے رب نے جو عزت اور جلال والا ہے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار کو بلا حساب جنت میں لے جائے گا پھر ایک ایک ہزار کی شفاعت سے ستر ستر ہزار آدمی اور جائیں گے پھر میرا رب اپنے دونوں ہاتھوں سے تین لپیں (دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ملا کر کٹورا بنانا) بھر کر اور ڈالے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر خوش ہو کر اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ ان کی شفاعت ان کے باپ دادوں اور بیٹوں اور بیٹیوں اور خاندان وقبیلہ میں ہوگی۔ اللہ کرے میں تو ان میں سے ہو جاؤں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی لپوں میں بھر کر آخر میں جنت میں لے جائے گا۔ (4) (طبرانی) اس حدیث کی سند میں بھی کوئی علت نہیں۔ واللہ اعلم۔ کدید میں حضور ﷺ نے ایک حدیث فرمائی جس میں یہ بھی فرمایا یہ ستر ہزار جو بلا حساب جنت میں داخل کیے جائیں گے میرا خیال ہے کہ ان کے آتے آتے تو تم اپنے لیے اور اپنے بال بچوں اور بیویوں کے لیے جنت میں جگہ مقرر کر چکے ہو گے۔ (5) (مسند احمد) اس کی سند بھی شرط مسلم پر ہے' ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کا وعدہ ہے کہ میری امت میں سے چار لاکھ آدمی جنت میں جائیں گے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضور ﷺ کچھ اور زیادہ کیجیے اسے سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوبکر بس کرو صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کیوں صاحب اگر ہم سب کے سب جنت میں چلے جائیں گے تو آپ کو کیا نقصان ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اللہ چاہے تو ایک ہی ہاتھ میں ساری مخلوق کو جنت میں ڈال دے حضور علیہ السلام نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ سچ کہتے ہیں۔ (6) (مسند عبدالرزاق) اسی

---

(1) [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب ادنی اھل الجنة منزلة (۱۹۱) مسند احمد (۳/۳۸۳)]

(2) [**صحیح** : ترمذی : کتاب صفة القیامة (۲۴۳۷) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب صفة امة محمد (۴۲۸۶) مسند احمد (۵/۲۶۸)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (۲۱۷۹)]

(3) [**حسن** : مسند احمد (۵/۲۵۰) السنة لابن ابی عاصم (۵۸۸)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(4) [**صحیح** : طبرانی کبیر (۲۲/۷۷۱) ابن حبان (۷۲۴۷) السنة لابن أبی عاصم (۱/۲۶۰) مسند احمد (۵/۲۵۰)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[ظلال الجنة (۵۸۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(5) [**صحیح** : مسند احمد (۴/۱۶) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب صفة امة محمد (۴۲۸۵) صحیح ابن حبان (۲۱۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (۲۴۰۵)]

(6) [**صحیح** : عبد الرزاق (۲۰۵۵۶) مسند احمد (۳/۱۶۵) السنة لابن ابی عاصم (۱/۲۶۲)] امام ہیثمی ؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[مجمع الزوائد (۱۰/۴۰۷)] شیخ البانی ؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[ظلال الجنة (۵۹۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

حدیث کی اور سند سے بھی بیان ہے کہ اس میں تعداد ایک لاکھ آئی ہے۔ [1] (اصبہانی) ایک اور روایت میں ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے ستر ہزار اور پھر ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار پھر اللہ کا لپ بھر کر جنتی بنانا سنا تو کہنے لگے پھر تو اس کی بدنصیبی میں کیا شک رہ گیا جو باوجود اس کے بھی جہنم میں جائے۔ [2] (ابویعلیٰ) اوپر والی حدیث ایک اور سند سے بھی بیان ہوئی ہے اس میں تعداد تین لاکھ کی ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کا بیان ہے۔ [3] (طبرانی) ایک اور حدیث میں جنت میں جانے والوں کا ذکر کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے سارے مہاجر تو اس میں آ ہی جائیں گے پھر باقی تعداد اعرابیوں سے پوری ہوگی [4] (محمد بن سہل) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حساب کیا گیا تو جملہ تعداد چار کروڑ نوے ہزار ہوئی' ایک اور حسن حدیث طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے تم ایک اندھیری رات کی طرح بیشمار ایک ساتھ جنت کی طرف بڑھو گے' زمین تم سے پُر ہو جائے گی تمام فرشتے پکار اٹھیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جو جماعت آئی وہ تمام نبیوں کی جماعت سے بہت زیادہ ہے' [5] حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا صرف میری تابعدار امت اہلِ جنت کی چوتھائی ہو گی صحابہ رضی اللہ عنہم نے خوش ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا پھر فرمایا کہ مجھے تو امید ہے کہ تم اہل جنت کا تیسرا حصہ ہو جاؤ ہم نے پھر تکبیر کہی پھر فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم آدھوں آدھ ہو جاؤ۔ [6] (مسند احمد) اور حدیث میں ہے کہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم راضی نہیں ہو کہ تم تمام جنتیوں کے چوتھائی ہو؟ ہم نے خوش ہو کر اللہ کی بڑائی بیان کی پھر فرمایا کہ تم راضی نہیں ہو کہ تم اہل جنت کی تہائی ہو ہم نے پھر تکبیر کہی آپ نے فرمایا مجھے تو امید ہے کہ تم جنتیوں کے آدھوں آدھ ہو گے۔ [7] (بخاری و مسلم) طبرانی میں یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا کہتے ہو تم جنتیوں کا چوتھائی حصہ بننا چاہتے ہو کہ چوتھائی جنت تمہارے پاس ہو اور تین چوتھائیوں میں تمام اور امتیں ہوں؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے آپ نے فرمایا اچھا تہائی حصہ ہو

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۱۹۳/۳) ابونعیم فی الحلیة (۳۳٤/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے شواہد کی بنا پر صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۳۰۰۷)]

[2] [صحیح : ابویعلی (۳۷۸۳) مجمع الزوائد (٤۰۷/۱۰) المطالب العالية (٤٦۹۹)]

[3] [ضعیف : طبرانی کبیر (٦٤/۱۷)] اس میں ابوبکر بن عمیر راوی مجہول ہے۔[مجمع الزوائد (٤۰۵/۱۰)]

[4] [مسند احمد (۳۵۹/۲) طبرانی الاوسط (٤۰٦) طبرانی کبیر (۳۰٤/۲۲)]

[5] [ضعیف : طبرانی (۳٤۵۵) مجمع الزوائد (٤۰٤/۱۰)] اس میں محمد بن اسماعیل بن عیاش راوی ضعیف ہے۔]

[6] [صحیح : مسند احمد (۳۸۳/۳) بزار (۳۵۳۳) مجمع الزوائد (٤۰۲/۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱٤۷٦٦)]

[7] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب الحشر (٦۵۲۸) و کتاب الایمان والنذور (٦٦٤۲) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب کون هذه الامة نصف اهل الجنة (۲۲۱) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب صفة امة محمد (٤۲۸۳) ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ماجاء فی کم صف اهل الجنة (۲۵٤۷) مسند احمد (۳۸٦/۱)]

تو‘ ہم نے کہا یہ بہت ہے فرمایا اگر آدھوں آدھ ہو تو‘ انہوں نے کہا حضور ﷺ پھر تو بہت ہی زیادہ ہے آپ نے فرمایا سنو! کل اہلِ جنت کی ایک سو بیس صفیں ہیں جن میں سے اسی (۸۰) صفیں صرف میری امت کی ہیں‘[1] مسند احمد میں بھی ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہیں ان میں اسّی (۸۰) صفیں صرف میری امت کی ہیں‘ یہ حدیث طبرانی‘ ترمذی وغیرہ میں بھی ہے۔[2]

طبرانی کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ﴾ (الواقعہ / ۳۹‘۴۰) اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اہل جنت کی چوتھائی ہو‘ پھر فرمایا بلکہ ثلث ہو‘ پھر فرمایا بلکہ نصف ہو پھر فرمایا دو تہائی ہو۔[3] (اے وسیع رحمتوں والے اور بے روک نعمتوں والے اللہ ہم تیرا بے انتہا شکر ادا کرتے ہیں کہ تو نے ہمیں ایسے معزز و محترم رسول ﷺ کی امت میں پیدا کیا‘ تیرے سچے رسول ﷺ کی سچی زبان سے تیرے اس بڑھے چڑھے فضل و کرم کا حال سن کر ہم گنہگاروں کے منہ میں پانی بھر آیا‘ اے ماں باپ سے زیادہ مہربان اللہ! ہماری آس نہ توڑ اور ہمیں بھی ان نیک ہستیوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما‘ اللہ اس پاک ذکر کے موقعہ پر ہم ہاتھ اٹھا کر‘ دامن پھیلا کر‘ آنسو بہا کر‘ امیدوں بھرے دل سے تیری رحمت کا سہارا لے کر‘ تیرے کرم کا دامن تھام کر تجھ سے بھیک مانگتے ہیں تو قبول فرما اور اپنی رحمت سے ہمیں بھی اپنی رضا مندی کا گھر جنت الفردوس عطا فرما۔ آمین الہ الحق آمین)

صحیح بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہم دنیا میں سب سے آخر میں آئے اور جنت میں سب سے پہلے جائیں گے اور ان کو کتاب اللہ پہلے ملی ہمیں بعد میں ملی جن باتوں میں انہوں نے اختلاف کیا ان میں اللہ نے ہمیں صحیح طریق کی توفیق دی‘ جمعہ کا دن بھی ایسا ہی ہے کہ یہود ہمارے پیچھے ہیں ہفتہ کے دن اور نصرانی ان کے پیچھے اتوار کے دن۔[4] دار قطنی میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک میں جنت میں داخل نہ ہو جاؤں‘ انبیاء پر دخولِ جنت حرام ہے اور جب تک میری امت نہ داخل ہو‘ دوسری امت پر دخولِ جنت حرام ہے۔[5] یہ

---

[1] [صحیح بالشواهد : مسند احمد (۱/۴۵۳) مجمع (۱۰/۴۰۳) ابویعلی (۵۳۵۸)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ماجآء فی کم صف اهل الجنة (۲۵۴۶) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب صفة امة محمد (۴۲۸۹) مسند احمد (۵/۳۵۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی، المشکاة (۵۶۴۴)]

[3] [صحیح : مسند احمد (۲/۳۹۱)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجمعة : باب فرض الجمعة (۸۷۶) صحیح مسلم : کتاب الجمعة : باب هدایة هذه الامة لیوم الجمعة (۸۵۵) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة : باب فی فرض الجمعة (۱۰۸۳) نسائی : کتاب الجمعة : باب ایجاب الجمعة (۱۳۶۷) مسند احمد (۲/۲۷۴)]

[5] [ضعیف : ابن عدی (۴/۱۲۹) ابن ابی حاتم فی العلل (۲/۲۲۷)] اس میں عبداللہ بن محمد بن عقیل اور زہیر بن محمد راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے منکر کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

وہ حدیثیں تھیں جنہیں ہم اس آیت کے تحت وارد کرنا چاہتے تھے فالحمد للہ۔ امت کو بھی چاہیے کہ یہاں اس آیت میں جتنی صفتیں ہیں ان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ایمان باللہ۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے حج میں اس آیت کی تلاوت فرما کر لوگوں سے کہا کہ اگر تم اس آیت کی تعریف میں داخل ہونا چاہتے ہو تو یہ اوصاف بھی اپنے میں پیدا کرو۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل کتاب ان کاموں کو چھوڑ بیٹھے تھے جن کی مذمت کلام اللہ نے کی' فرمایا ﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ﴾ (المائدہ/۷۹) وہ لوگ برائی کی باتوں سے لوگوں کو نہیں روکتے تھے۔ چونکہ مندرجہ بالا آیت میں ایمان داروں کی تعریف وتوصیف بیان ہوئی تو اس کے بعد اہل کتاب کی مذمت بیان ہو رہی ہے۔ تو فرمایا کہ اگر یہ لوگ بھی میرے آخرالزمان پر ایمان لاتے تو انہیں بھی یہ فضیلتیں ملتیں لیکن ان میں سے اکثر کفر وفسق اور گناہوں پر جمے ہوئے ہیں ہاں کچھ لوگ باایمان بھی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بشارت دیتا ہے کہ تم نہ گھبرانا اللہ تمہیں تمہارے مخالفین پر غالب رکھے گا۔ چنانچہ خیبر والے دن اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کیا اور ان سے پہلے بنو قینقاع' بنو نضیر اور بنو قریظہ کو بھی اللہ نے ذلیل ورسوا کیا' اسی طرح شام کے نصرانی صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں مغلوب ہوئے اور ملکِ شام ان کے ہاتھوں سے کلیتہً نکل گیا اور ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور وہاں ایک حق والی جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے تک حق پر قائم رہے گی' حضرت عیسیٰ آ کر ملتِ اسلام اور شریعتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حکم کریں گے صلیب توڑیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ قبول نہ کریں گے صرف اسلام ہی قبول فرمائیں گے۔ پھر فرمایا کہ ان کے اوپر ذلت اور پستی ڈال دی گئی ہاں اللہ کی پناہ کے علاوہ کہیں بھی امن وامان اور عزت نہیں یعنی جزیہ دینا اور مسلم بادشاہ کی اطاعت کرنا قبول کر لیں اور لوگوں کی پناہ یعنی عقدِ ذمہ مقرر ہو جائے یا کوئی مسلمان امن دے دے اگر چہ کوئی عورت ہو یا کوئی غلام ہو' علماء کا ایک قول یہ بھی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ﴿حبل﴾ سے مراد عہد ہے۔ [1] جو غضب کے مستحق ہوئے اور مسکینی چپکا دی گئی' ان کے کفر اور انبیاء سے تکبر' حسد' سرکشی وغیرہ کا بدلہ ہے۔ اسی باعث ان پر ذلت پستی اور مسکینی ہمیشہ کے لیے ڈال دی گئی ان کی نافرمانیوں اور تجاوزِ حق کا یہ بدلہ ہے۔ العیاذ باللہ۔ ابوداؤد طیالسی میں حدیث ہے کہ بنی اسرائیل ایک ایک دن میں تین تین سو نبیوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور دن کے آخری حصہ میں اپنے اپنے کاموں پر بازاروں میں لگ جاتے تھے۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿١١٣﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٤﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿١١٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْھُمْ

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۱۱۲)]

اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَيۡـئًا‌ ؕ وَاُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا يُنۡفِقُوۡنَ فِىۡ هٰذِهِ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَثَلِ رِيۡحٍ فِيۡهَا صِرٌّ اَصَابَتۡ حَرۡثَ قَوۡمٍ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَاَهۡلَكَتۡهُ‌ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰـكِنۡ اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۱۷﴾

یہ سارے کے سارے یکساں نہیں' بلکہ ان اہل کتاب میں ایک جماعت (حق پر) قائم رہنے والی بھی ہے جو راتوں کے وقت بھی کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدے بھی کرتے ہیں ○ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان بھی رکھتے ہیں بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں' یہ نیک بخت لوگ ہیں ○ جو کچھ بھی بھلائیاں کریں ان کی ناقدری نہ کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو خوب جانتا ہے ○ کافروں کو ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی یہ تو جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے ○ یہ کفار جو خرچ اخراجات کریں اسکی مثال یہ ہے کہ ایک تند ہوا چلی جس میں پالا تھا جو ظالموں کی کھیتی پر پڑا اور اسے تہس نہس کر دیا' اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○

خود اپنے نفسوں پر ظلم: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہلِ کتاب اور اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم برابر نہیں' مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں ایک مرتبہ دیر لگا دی پھر جب آئے تو جو اصحاب منتظر تھے ان سے فرمایا کسی دین والا اس وقت تک اللہ کا ذکر نہیں کر رہا مگر صرف تم ہی اللہ کے ذکر میں ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [1] لیکن اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اہلِ کتاب کے علماء مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام' حضرت اسد بن عبید' حضرت ثعلبہ بن سعیہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کے بارے میں یہ آیت آئی کہ یہ لوگ ان اہلِ کتاب میں شامل نہیں جن کی مذمت پہلے گزری' بلکہ یہ با ایمان امر اللہ پر قائم ہیں' شریعت محمدیہ کے تابع ہیں' استقامت و یقین ان میں ہے' یہ پاکباز لوگ راتوں کے وقت تہجد کی نماز میں بھی اللہ کے کلام کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اللہ پر' قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور لوگوں کو بھی انہی باتوں کا حکم کرتے ہیں' ان کے خلاف سے روکتے ہیں نیک کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں اب اللہ تعالیٰ انہیں خطاب عطا فرماتا ہے کہ یہ صالح لوگ ہیں' اس سورت کے آخر میں بھی فرمایا ﴿ وَاِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَمَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ ﴾ (ال عمران/۱۹۹) الخ' بعض اہلِ کتاب اللہ تعالیٰ پر' اس قرآن پر' اور توراۃ و انجیل پر بھی ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں یہاں بھی فرمایا کہ ان کے یہ نیک اعمال ضائع نہ ہوں گے بلکہ پورا بدلہ ملے گا۔

تمام پرہیز گار لوگ اللہ کی نظروں میں ہیں وہ کسی کے اچھے عمل کو برباد نہیں کرتا۔ ان بے دین لوگوں کو اللہ کے ہاں نہ مال نفع دے' نہ اولاد۔ یہ تو جہنمی ہیں ﴿ صِرٌّ ﴾ کے معنی سخت سردی کے ہیں جو کھیتوں کو جلا دیتی ہے' غرض جس طرح کسی کی تیار کھیتی پر برف پڑے اور وہ جل کر خاکستر ہو جائے نفع چھوڑ کر اصل بھی غارت ہو جائے اور

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲۲/۷) تفسیر ابن ابی حاتم (۴۸۴/۲) نسائی فی التفسیر (۹۳) مسند احمد (۳۹۶/۱) ابویعلی (۵۳۰۶) ابن حبان (۱۵۳۰)]

امیدوں پر پانی پھر جائے اسی طرح یہ کفار ہیں جو کچھ یہ خرچ کرتے ہیں اس کا نیک بدلہ تو کہاں بلکہ عذاب ہوگا' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم نہیں بلکہ یہ ان کی بداعمالیوں کی سزا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا
مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ
قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۱۸ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا
يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا
عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۱۹
اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا
وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۱۲۰ ع

ع ۱۲/۲

اے ایمان والو تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا اور کسی کو نہ بناؤ (تم نہیں دیکھتے کہ دوسرے لوگ تو) تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے وہ تو چاہتے ہی ہیں کہ تم دکھ میں پڑو ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے بھی ظاہر ہو چکی ہے۔ اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے' ہم نے تمہارے لیے آیتیں بیان کر دیں اگر عقلمند ہو ○ (تو غور کر لو) ہاں تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے تم پوری کتاب کو مانتے ہو (وہ نہیں مانتے پھر محبت کیسی؟) یہ تمہارے سامنے تو اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن تنہائی میں مارے غصہ کے انگلیاں چباتے رہتے ہیں' کہہ دو کہ اپنے غصہ میں ہی مر جاؤ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں کو بخوبی جانتا ہے۔ تمہیں اگر بھلائی ملے تو یہ ناخوش ہوتے ہیں ہاں اگر برائی پہنچے تو خوش ہوتے ہیں' تم اگر صبر اور پرہیزگاری کرو تو ان کا مکر تمہیں نقصان نہ دے گا' اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمالوں کا احاطہ کر رکھا ہے ○

کفار کو ہم راز نہ بناؤ: اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو کافروں اور منافقوں کی دوستی اور ہم راز ہونے سے روکتا ہے کہ یہ تو تمہارے دشمن ہیں ان کی چکنی چپڑی باتوں میں خوش نہ ہو جانا اور ان کے مکر کے پھندے میں پھنس نہ جانا ورنہ موقعہ پا کر یہ تمہیں سخت ضرر پہنچائیں گے اور اپنی باطنی عداوت نکالیں گے تم انہیں اپنا راز دار ہرگز نہ سمجھنا' راز کی باتیں ان کے کانوں تک ہرگز نہ پہنچانا ﴿بِطَانَةً﴾ کہتے ہیں انسان کے راز دار دوست کو اور ﴿مِنْ دُوْنِكُمْ﴾ سے مراد اہلِ اسلام کے سوا تمام فرقے ہیں' بخاری وغیرہ میں حدیث ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جس نبی کو اللہ نے مبعوث فرمایا اور جس خلیفہ کو مقرر کیا اس کے لیے دو ﴿بِطَانَه﴾ مقرر کیے ایک تو بھلائی کی بات سمجھانے والا اور اس پر رغبت دینے والا اور دوسرا برائی کی رہبری کرنے والا اور اس پر آمادہ کرنے والا بس اللہ جسے بچائے وہی بچ سکتا ہے' [1] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہاں پر حیرہ کا ایک شخص بڑا اچھا لکھنے والا اور بہت اچھے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب القدر: باب المعصوم من عصم اللّٰه (٦٦١١) نسائی: کتاب البیعة: باب بطانة الامام (٤٢٠٧) مسند احمد (٣/٣٩)]

حافظہ والا ہے آپ اسے اپنا محرر اور منشی مقرر کر لیں آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ غیر مومن کو بطانہ بنا لوں گا جو اللہ نے منع کیا ہے' [1] اس واقعہ کو اور اس آیت کو سامنے رکھ کر ذہن اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ذمی کفار کو بھی ایسے کاموں میں نہ لگانا چاہیے ایسا نہ ہو کہ وہ مخالفین کو مسلمانوں کے پوشیدہ ارادوں سے واقف کر دے اور ان کے دشمنوں کو ان سے ہوشیار کر دے کیونکہ ان کی تو چاہت ہی مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی ہوتی ہے۔

ازہر بن راشد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لوگ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیثیں سنتے تھے اگر کسی حدیث کا مطلب سمجھ میں نہ آتا تو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے جا کر مطلب حل کر لیتے تھے ایک دن حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ مشرکوں کی آگ سے روشنی طلب نہ کرو اور اپنی انگوٹھی میں عربی نقش نہ کرو۔ انہوں نے آ کر حسن بصری رحمہ اللہ سے اس کی تشریح دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ پچھلے جملہ کا تو یہ مطلب ہے کہ انگوٹھی پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ کھدواؤ اور پہلے جملہ کا یہ مطلب ہے کہ مشرکوں سے اپنے کاموں میں مشورہ نہ لو' دیکھو کتاب اللہ میں بھی ہے کہ ایمان دارو! اپنے سوا دوسروں کو ہم راز نہ بناؤ [2] (ابو یعلی) لیکن حسن بصری رحمہ اللہ کی یہ تشریح قابل غور ہے حدیث کا ٹھیک مطلب غالباً یہ ہے کہ محمد رسول اللہ عربی خط میں اپنی انگوٹھیوں پر نقش نہ کراؤ' چنانچہ اور حدیث میں صاف ممانعت موجود ہے [3] یہ اس لیے تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے ساتھ مشابہت نہ ہو' اور اول جملے کا مطلب یہ ہے کہ مشرکوں کے درمیان کی لڑائی کی آگ کو کیا تم نہیں دیکھتے؟ [4] اور حدیث میں ہے جو مشرکوں سے میل جول کرے یا ان کے ساتھ رہے بسے وہ بھی انہی جیسا ہے۔ [5]

پھر فرمایا ان کی باتوں سے بھی ان کی عداوت ٹپک رہی ہے' ان کے چہروں سے بھی۔ قیافہ شناس ان کی باطنی خباثتوں کو معلوم کر سکتا ہے پھر جو ان کے دلوں میں تباہ کن شرارتیں ہیں وہ تو تم سے مخفی ہیں لیکن ہم نے تو صاف

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (۲/۵۰۰)]

[2] **[ضعیف** : مسند احمد (۳/۹۹) نسائی فی السنن الکبری (۹۵۳۵)] اس میں ازہر بن راشد راوی مجہول ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے مجہول کہا ہے۔ امام ابن معینؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [دیکھئے : تھذیب التھذیب (۱/۱۷۶) میزان الاعتدال (۶۹۳) الجرح والتعدیل (۱/۳۱۳)] شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (۴۷۸۱) ضعیف الجامع الصغیر (۹۲۲۷)]

[3] **[صحیح** : صحیح مسلم : کتاب اللباس : باب لبس النبی خاتما من ورق (۲۰۹۲) صحیح بخاری : کتاب اللباس : باب قول النبی لا ینقش علی نفش فاتحه (۵۸۷۷)]

[4] **[صحیح** : ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب النهی عن قتل من اعتصم بالسجود (۲۶۴۵) ترمذی : کتاب السیر : باب ماجآء فی کراهیة المقام (۱۶۰۴) نسائی : کتاب القسامة : باب القود بغیر حدیدة (۴۷۸۴) شرح السنة (۱۰/۳۷۳)] عقل کے جملہ کے علاوہ باقی حدیث کو شیخ البانیؒ نے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود (۲۶۴۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[5] **[صحیح** : ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی الاقامة بارض الشرك (۲۷۸۷) شرح السنة للبغوی (۱۰/۳۷۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود (۲۴۲۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

صاف بیان کر دیا ہے عاقل لوگ ایسے مکاروں کی مکاری میں نہیں آتے۔ پھر فرمایا دیکھو کتنی کمزوری کی بات ہے کہ تم ان سے محبت رکھو اور وہ تمہیں نہ چاہیں' تمہارا ایمان کل کتاب پر ہو اور یہ شک شبہ میں ہی پڑے ہوئے ہوں ان کی کتاب کو تم تو مانو لیکن یہ تمہاری کتاب کا انکار کریں تو چاہیے تو یہ تھا کہ تم خود انہیں کڑی نظروں سے دیکھتے لیکن برخلاف اس کے یہ تمہاری عداوت کی آگ میں جل رہے ہیں۔ سامنا ہو جائے تو اپنی ایمانداری کی داستان بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں لیکن جب ذرا الگ ہوتے ہیں تو غیظ وغضب سے' جلن اور حسد سے اپنی انگلیاں چباتے ہیں پس مسلمانوں کو بھی ان کی ظاہرداری سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔ یہ چاہے جلتے بھنتے رہیں لیکن اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو ترقی دیتا رہے گا مسلمان دن رات ہر حیثیت میں بڑھتے ہی رہیں گے گو وہ مارے غصے کے مر جائیں۔ اللہ ان کے دلوں کے بھیدوں سے بخوبی واقف ہے' ان کے تمام منصوبوں پر خاک پڑے گی' یہ اپنی شرارتوں میں کامیاب نہ ہو سکیں گے اپنی چاہت کے خلاف مسلمانوں کی دن دونی ترقی دیکھیں گے اور آخرت میں بھی انہیں نعمتوں والی جنت حاصل کرتے دیکھیں گے برخلاف ان کے یہ خود یہاں بھی رسوا ہوں گے اور وہاں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے' ان کی شدت عداوت کی یہ کتنی بڑی دلیل ہے کہ جہاں تمہیں کوئی نفع پہنچتا ہے یہ کلیجہ مسوسنے لگیں اور اگر (اللہ نہ کرے) تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں بغلیں بجانے اور خوشیاں منانے لگتے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کی مدد ہوئی یہ کفار پر غالب آئے انہیں غنیمت کا مال ملا یہ تعداد میں بڑھ گئے تو وہ جل بھجے اور اگر مسلمانوں پر تنگی آ گئی یا دشمنوں میں گر گئے تو ان کے ہاں عید منائی جانے لگی۔

اب اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ان شریروں کی شرارت اور ان بدبختوں کے مکر سے اگر نجات چاہتے ہو تو صبر وتقویٰ اور توکل کرو اللہ عزوجل خود تمہارے دشمنوں کو گھیر لے گا کسی بھلائی کے حاصل کرنے' کسی برائی سے بچنے کی کسی میں طاقت نہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہو سکتا جو اس پر توکل کرے اسے وہ کافی ہے۔ اسی مناسبت سے اب جنگ احد کا ذکر شروع ہوتا ہے جس میں مسلمانوں کے صبر وتحمل کا بیان ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ کی آزمائش کا پورا نقشہ ہے اور جس میں مومن ومنافق کی ظاہری تمیز ہے سنیے! ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٢١﴾ اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢٢﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾

اے نبی (ﷺ) تو اس وقت کو بھی یاد کر جب صبح ہی صبح تو اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو میدان جنگ میں لڑائی کے موقع پر باقاعدہ بٹھا رہا تھا اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے ○ جب تمہاری دو جماعتیں سستی کا ارادہ کر چکی تھیں اللہ ان کا ولی اور مددگار ہے اور اسی کی پاک ذات پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے ○ جنگ بدر میں بھی اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت تمہاری مدد فرمائی جب کہ تم نہایت گری ہوئی حالت میں تھے فقط اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے رہا کرو (نہ کسی اور سے) تا کہ تمہیں شکر

غزوہ احد: یہ احد کے واقعہ کا ذکر ہے [1] بعض مفسرین نے اسے جنگ خندق کا قصہ بھی کہا ہے لیکن ٹھیک یہ ہے کہ واقعہ جنگ احد کا ہے جو سن ۳ ہجری ۱۱ شوال بروز ہفتہ پیش آیا تھا' جنگ بدر میں مشرکین کو کامل شکست ہوئی تھی ان کے سردار موت کے گھاٹ اترے تھے' اب اس کا بدلہ لینے کے لیے مشرکین نے بڑی بھاری تیاری کی تھی وہ تجارتی مال جو بدر والی لڑائی کے موقعہ پر دوسرے راستے سے بچ کر آ گیا تھا وہ سب اس لڑائی کے لیے روک رکھا تھا اور چاروں طرف سے لوگوں کو جمع کر کے تین ہزار کا ایک لشکر جرار تیار کیا اور پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کی' ادھر رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کی نماز کے بعد مالک بن عمرو رضی اللہ عنہ کے جنازے کی نماز پڑھائی جو قبیلہ بنی النجار میں سے تھے پھر لوگوں سے مشورہ کیا کہ ان کی مدافعت کی کوئی صورت تمہارے نزدیک بہتر ہے؟ تو عبداللہ بن ابی نے کہا کہ ہمیں مدینہ سے باہر نہ نکلنا چاہیے اگر وہ آئے اور ٹھہرے تو گویا ہمارے جیل خانہ میں آ گئے۔ رکے اور کھڑے رہیں' اور اگر مدینہ میں گھسے تو ایک طرف سے ہمارے بہادروں کی تلواریں ہوں گی دوسری جانب سے تیر اندازوں کے بے پناہ تیر ہوں گے پھر اوپر سے عورتوں اور بچوں کی سنگ باری ہو گی اور اگر یونہی لوٹ گئے تو بربادی اور خسارے کے ساتھ لوٹیں گے' لیکن اس کے برخلاف بعض صحابہ رضی اللہ عنہم جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے ان کی رائے تھی کہ مدینہ کے باہر میدان میں جا کر خوب دل کھول کر ان کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور ہتھیار لگا کر باہر آئے' ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو اب خیال ہوا کہ کہیں ہم نے اللہ کے نبی کی خلاف منشاء تو میدان کی لڑائی پر زور نہیں دیا اس لیے یہ کہنے لگے کہ حضور ﷺ اگر یہیں ٹھہر کر لڑنے کا ارادہ ہو تو یونہی کیجیے ہماری جانب سے کوئی اصرار نہیں' آپ نے فرمایا اللہ کے نبی کو لائق نہیں کہ وہ ہتھیار پہن کر اتارے اب تو میں نہ لوٹوں گا جب تک کہ وہ نہ ہو جائے جو اللہ عزوجل کو منظور ہو' [2] چنانچہ ایک ہزار کا لشکر لے کر آپ مدینہ شریف سے نکل کھڑے ہوئے' شوط پر پہنچ کر اس منافق عبداللہ بن ابی نے دغا بازی کی اور اپنی تین سو کی جماعت کو لے کر واپس مڑ گیا یہ لوگ کہنے لگے کہ ہم جانتے ہیں کہ لڑائی تو ہونے کی نہیں خواہ مخواہ زحمت کیوں اٹھائیں؟ آنحضرت ﷺ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور صرف سات سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر میدان میں اترے اور حکم دیا کہ جب تک میں نہ کہوں لڑائی شروع نہ کرنا۔ پچاس تیر انداز صحابیوں کو الگ کر کے ان کا امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو بنایا اور اس سے فرمادیا کہ پہاڑی پر چڑھ جاؤ اور اس بات کا خیال رکھو کہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو' دیکھو ہم غالب آ جائیں یا (اللہ نہ کرے) مغلوب ہو جائیں تم ہرگز ہرگز اپنی جگہ سے نہ ہٹنا' یہ انتظامات کر کے خود آپ بھی تیار ہو گئے دوہری زرہ پہنی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا آج چند لڑکے بھی لشکر محمدی میں نظر آتے تھے یہ چھوٹے سپاہی بھی جانبازی کے لیے بہ ہمہ تن مستعد تھے' بعض اور بچوں کو حضور ﷺ نے ساتھ نہیں لیا تھا انہیں جنگ خندق کے لشکر میں بھرتی کیا گیا جنگ خندق اس کے دو سال بعد ہوئی

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (۲/ ۵۱۰)] [2] [مستدرک حاکم (۲/ ۱۲۸۔ ۱۲۹)]

تھی۔ قریش کا لشکر بڑے ٹھاٹھ سے مقابلہ پر آ ڈٹا یہ تین ہزار سپاہیوں کا گروہ تھا ان کے ساتھ دو سو کوتل گھوڑے تھے جنہیں موقعہ پر کام آنے کے لیے ساتھ رکھا تھا ان کے داہنے حصہ پر خالد بن ولید تھا اور بائیں حصہ پر عکرمہ بن ابوجہل تھا (یہ دونوں سردار بعد میں مسلمان ہوگئے تھے رضی اللہ عنہما) ان کا جھنڈے بردار قبیلہ بنو عبدالدار تھا' [1] پھر لڑائی شروع ہوئی جس کے تفصیلی الغرض اس آیت میں اسی کا بیان ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ مدینہ شریف سے نکلے اور لوگوں کو لڑائی کے مواقعہ کی جگہ پر مقرر کرنے لگے میمنہ میسرہ لشکر کا مقرر کیا اللہ تعالیٰ تمام باتوں کو سننے والا اور سب کے دلوں کے بھید جاننے والا ہے' روایتوں میں یہ آ چکا ہے کہ حضور ﷺ جمعہ کے دن مدینہ شریف سے لڑائی کے لیے نکلے اور قرآن فرماتا ہے صبح ہی صبح تم لشکریوں کی جگہ مقرر کرتے تھے تو مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن تو جا کر پڑاؤ ڈال دیا باقی کاروائی ہفتہ کی صبح شروع ہوئی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہمارے بارے میں یعنی بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ تمہارے دو گروہوں نے بزدلی کا ارادہ کیا تھا گو اس میں ہماری ایک کمزوری کا بیان ہے لیکن ہم اپنے حق میں اس آیت کو بہت بہتر جانتے ہیں کیونکہ اس میں یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ اللہ ان دونوں کا ولی ہے۔ [2]

پھر فرمایا کہ دیکھو میں نے بدر والے دن بھی تمہیں غالب کیا حالانکہ تم سب ہی کم اور بے سروسامان تھے' بدر کی لڑائی سن ۲ ہجری ۱۷ رمضان بروز جمعہ ہوئی تھی۔ اسی کا نام یوم الفرقان رکھا گیا اس دن اسلام اور اہل اسلام کو عزت ملی' شرک برباد ہوا' محل شرک ویران ہوا حالانکہ اس دن مسلمان صرف تین سو تیرہ تھے ان کے پاس صرف دو گھوڑے تھے فقط ستر اونٹ تھے باقی سب پیدل تھے' ہتھیار بھی اتنے کم تھے کہ گویا نہ تھے اور دشمن کی تعداد اس دن تین گنا تھی ایک ہزار سے کچھ ہی کم تھے ہر ایک زرہ بکتر لگائے ہوئے' ضرورت سے زیادہ وافر ہتھیار عمدہ عمدہ' کافی سے زیادہ مالداری' گھوڑے نشان زدہ' جن کو سونے کے زیور پہنائے گئے تھے اس موقعہ پر اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو عزت اور غلبہ دیا حالات کے بارے میں ظاہر و باطن وحی کی' اپنے نبی ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو سرخرو کیا اور شیطان اور اس کے لشکریوں کو ذلیل و خوار کیا' اب اپنے مومن بندوں اور جنتی لشکریوں کو اس آیت میں یہ احسان یاد دلاتا ہے کہ تمہاری تعداد کی کمی اور ظاہری اسباب کی غیر موجودگی کے باوجود تمہیں کو غالب رکھا تاکہ تم معلوم کر لو کہ غلبہ ظاہری اسباب پر موقوف نہیں' اسی لیے دوسری آیت میں صاف فرما دیا کہ جنگ حنین میں تم نے ظاہری اسباب پر نظر ڈالی اور اپنی زیادتی دیکھ کر خوش ہوئے لیکن اس میں زیادتی تعداد اور اسباب کی موجودگی نے تمہیں کچھ فائدہ نہ دیا۔

حضرت عیاض اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ یرموک میں ہمارے پانچ سردار تھے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضرت ابن حسنہ رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت عیاض اور خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم تھا کہ لڑائی کے وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سردار ہوں گے اس لڑائی میں ہمیں چاروں طرف

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷۷۱۶) دلائل النبوۃ للبیہقی (۳/۲۰۶)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب اذ همت طائفتان منکم (۴۰۵۱) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل سلمان و بلال (۲۵۰۵)]

سے شکست کے آثار نظر آنے لگے تو ہم نے خلیفہ وقت کو خط لکھا کہ ہمیں موت نے گھیر رکھا ہے امداد کیجیے فاروق رضی اللہ عنہ کا مکتوب گرامی ہماری گزارش کے جواب میں آیا جس میں تحریر تھا کہ تمہارا طلبِ امداد کا خط پہنچا' میں تمہیں ایک ایسی ذات بتاتا ہوں جو سب سے زیادہ مددگار اور سب سے زیادہ مضبوط لشکر والی ہے وہ ذات اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے جس نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد بدر والے دن کی تھی بدری لشکر تو تم سے بہت ہی کم تھا میرا یہ خط پڑھتے ہی جہاد شروع کر دو اور اب مجھے کچھ نہ لکھنا' نہ پوچھنا۔ اس خط سے ہماری جرأتیں بڑھ گئیں ہمتیں بلند ہو گئیں پھر ہم نے جم کر لڑنا شروع کیا الحمد للہ دشمن کو شکست ہوئی اور وہ بھاگے۔ ہم نے بارہ میل تک ان کا تعاقب کیا بہت سا مالِ غنیمت ہمیں ملا جو ہم نے آپس میں بانٹ لیا پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میرے ساتھ دوڑ کون لگائے گا؟ ایک نوجوان نے کہا اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں حاضر ہوں چنانچہ دوڑنے میں وہ آگے نکل گئے میں نے دیکھا ان کی دونوں زلفیں ہوا میں اڑ رہی تھیں اور وہ اس نوجوان کے پیچھے گھوڑا دوڑائے چلے جا رہے تھے" [1] بدر بن نارین ایک شخص تھا اس کے نام سے ایک کنواں مشہور تھا اور اس میدان کا جس میں یہ کنواں تھا یہی نام ہو گیا تھا بدر کی جنگ بھی اسی نام سے مشہور ہو گئی یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ شکر کی توفیق ملے اور اطاعت گزاری کر سکو۔

اِذۡ تَقُوۡلُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَلَنۡ يَّكۡفِيَكُمۡ اَنۡ يُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ
مُنۡزَلِيۡنَ ؕ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا وَيَاۡتُوۡكُمۡ مِّنۡ فَوۡرِهِمۡ هٰذَا يُمۡدِدۡكُمۡ
رَبُّكُمۡ بِخَمۡسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ مُسَوِّمِيۡنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشۡرٰى لَـكُمۡ
وَلِتَطۡمَـئِنَّ قُلُوۡبُكُمۡ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ۙ﴿۱۲۶﴾ لِيَقۡطَعَ
طَرَفًا مِّنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَوۡ يَكۡبِتَهُمۡ فَيَنۡقَلِبُوۡا خَآئِبِيۡنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ
شَىۡءٌ اَوۡ يَتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ اَوۡ يُعَذِّبَهُمۡ فَاِنَّهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِى الۡاَرۡضِ ؕ يَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۲۹﴾

جب تو مومنوں کو تسلی دے رہا تھا کہ کیا آسمان سے تین ہزار فرشتے اتار کر اللہ تعالیٰ کا تمہاری مدد کرنا تمہیں کافی نہ ہوگا؟ ○ گو یہ لوگ اپنے اس جوش سے آئیں لیکن اگر تم صبر و پرہیزگاری کرو گے تو تمہارا رب تمہاری امداد پانچ ہزار فرشتوں سے کرے گا جو نشاندار ہوں گے ○ اور یہ تو محض تمہارے دل کی خوشی اور اطمینان قلب کے لیے ہے یاد رکھو مدد اللہ ہی کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمتوں والا ہے ○ اس امداد الٰہی سے کفار کی ایک جماعت کٹ جائے گی اور ذلیل ہو گی اور سارے کے

---

[1] [حسن : مسند احمد (۱/ ۴۹) صحیح ابن حبان (۱۱/ ۸۳)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۶/ ۲۱۶)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۳۴۴)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

سارے نامراد ہو کر واپس چلے جائیں گے' اے پیغمبر تمہارے اختیار میں کچھ نہیں اللہ چاہے ان کی توبہ قبول کرے چاہے عذاب کرے کیونکہ وہ ظالم ہیں ○ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب کرے' اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے ○

غزوہ بدر: آنحضرت ﷺ کا یہ تسلیاں دینا بعض تو کہتے ہیں بدر والے دن تھا حسن بصری' عامر شعبی' ربیع بن انس رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی قول ہے [1] ابن جریر رحمہ اللہ کا بھی اسی سے اتفاق ہے عامر شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مسلمانوں کو یہ خبر ملی تھی کہ کرز بن جابر مشرکوں کی امداد میں آئے گا اس پر اس امداد کا وعدہ ہوا تھا لیکن نہ وہ آیا اور نہ ہی یہ گئے' ربیع بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے پہلے تو ایک ہزار فرشتے بھیجے پھر تین ہزار ہو گئے پھر پانچ ہزار' [2] یہاں اس آیت میں تین ہزار اور پانچ ہزار سے مدد کرنے کا وعدہ ہے اور بدر کے واقعہ کے بیان کے وقت ایک ہزار فرشتوں کی امداد کا وعدہ ہے۔ فرمایا ﴿ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُرْدِفِیْنَ ﴾ (الانفال/۹) اور تطبیق دونوں آیتوں میں یہی ہے کیونکہ ﴿ مُرْدِفِیْنَ ﴾ کا لفظ موجود ہے پس پہلے ایک ہزار اترے پھر ان کے بعد تین ہزار پورے ہوئے' آخر پانچ ہزار ہو گئے' بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدہ جنگِ بدر کے لیے تھا نہ کہ جنگِ احد کے لیے' بعض کہتے ہیں جنگِ احد کے موقعہ پر وعدہ ہوا تھا مجاہد' عکرمہ' ضحاک' زہری' موسیٰ بن عقبہ رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی قول ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ چونکہ مسلمان میدان چھوڑ کر ہٹ گئے اس لیے یہ فرشتے نازل نہ ہوئے' کیونکہ ﴿ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا ﴾ ساتھ ہی فرمایا تھا یعنی اگر تم صبر کرو اور تقویٰ کرو ﴿ فَوْر ﴾ کے معنی وجہ اور غضب کے ہیں ﴿ مُسَوِّمِیْنَ ﴾ کے معنی علامت والے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرشتوں کی نشانی بدر والے دن سفید رنگ کے لباس کی تھی [3] اور ان کے گھوڑوں کی نشانی ماتھے کی سفیدی تھی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کی نشانی سرخ تھی' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گردن کے بالوں اور دم کا نشان تھا' اور یہی نشان آپ کے لشکریوں کا تھا یعنی صوف کا۔ مکحول رحمہ اللہ کہتے ہیں فرشتوں کی نشانی ان کی پگڑیاں تھیں جو سیاہ رنگ کے عمامے تھے اور حنین والے دن سرخ رنگ کے عمامے تھے' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بدر کے علاوہ فرشتے کبھی جنگ میں شامل نہیں ہوئے' [4] اور سفید رنگ عماموں کی علامت تھی یہ صرف مدد کے لیے اور تعداد بڑھانے کے لیے تھے نہ کہ لڑائی کے لیے' یہ بھی مروی ہے کہ جنگ بدر میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے سر پر سفید رنگ کا صافہ تھا اور فرشتوں پر زرد رنگ کا۔ [5]

پھر فرمایا کہ یہ فرشتوں کا نازل کرنا اور تمہیں اس کی خبر دینا صرف تمہاری خوشی' دلجوئی اور اطمینان کے لیے ہے' ورنہ اللہ کو قدرت ہے کہ ان کو اتارے بغیر بلکہ بغیر تمہارے لڑے بھی تمہیں غالب کر دے مدد اسی کی طرف سے ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ﴾ (محمد/٤) الخ' اگر اللہ چاہتا تو ان سے خود ہی بدلہ

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (۲/۵۱۹)]
[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۱۷۸)]
[3] [تفسیر ابن ابی حاتم (۲/۵۲۵)]
[4] [ابن ابی شیبة (۱٤/۳۵٤)]
[5] [تفسیر ابن ابی حاتم (۲/۵۲۷)]

لے لیتا لیکن وہ ہر ایک کو آزما رہا ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو قتل کیے جائیں ان کے اعمال اکارت نہیں ہوتے اللہ انہیں راہ دکھائے گا' ان کے اعمال سنوار دے گا اور انہیں جنت میں لے جائے گا جس کی تعریف وہ کر چکا ہے' وہ عزت والا ہے اور اپنے ہر کام میں حکمت رکھتا ہے۔ یہ جہاد کا حکم بھی طرح طرح کی حکمتوں پر مبنی ہے اس سے کفار ہلاک ہوں گے یا ذلیل ہوں گے یا نامراد واپس ہو جائیں گے۔ اس کے بعد بیان ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت کے کل امور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں' اے نبی ﷺ تمہیں کسی امر کا اختیار نہیں۔ جیسے فرمایا ﴿فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ (الرعد/ ٤٠) تمہارا ذمہ صرف تبلیغ ہے حساب تو ہمارے ذمہ ہے۔ اور جگہ ہے ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰاهُمْ﴾ (البقرہ/ ٢٧٢) الخ' ان کی ہدایت تمہارے ذمہ نہیں اللہ جسے چاہے ہدایت دے اور ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ (القصص/ ٥٦) الخ' تو جسے چاہے ہدایت نہیں کر سکتا بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے' پس میرے بندوں میں تجھے کوئی اختیار نہیں جو حکم پہنچے اسے اوروں کو پہنچا دے تیرے ذمہ یہی ہے۔ ممکن ہے اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے اور برائی کے بعد وہ بھلائی کرنے لگیں اور اللہ رحیم ان کی توبہ قبول فرما لے یا ممکن ہے کہ انہیں ان کے کفر و گناہ کی بنا پر عذاب کرے تو یہ ظالم اس کے بھی مستحق ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز میں جب دوسری رکعت کے رکوع سے سر اٹھاتے اور ﴿سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ﴾ کہہ لیتے تو کفار پر بددعا کرتے کہ اے اللہ! فلاں فلاں پر لعنت کر۔ اس کے بارے میں یہ آیت ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ نازل ہوئی[1] مسند احمد میں ان کافروں کے نام بھی آئے ہیں مثلاً حارث بن ہشام' سہیل بن عمرو' صفوان بن امیہ اور اسی میں ہے کہ بالآخر ان کو ہدایت نصیب ہوئی اور یہ مسلمان ہو گئے'[2] ایک روایت میں ہے کہ چار آدمیوں پر یہ بددعا تھی جس سے روک دیئے گئے[3] صحیح بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ جب کسی پر بددعا کرنا یا کسی کے حق میں نیک دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد ﴿سَمِعَ اللّٰهُ﴾ اور ﴿رَبَّنَا﴾ پڑھ کر دعا مانگتے کبھی کہتے اے اللہ! ولید بن ولید' سلمہ بن ہشام' عیاش بن ابو ربیعہ' اور کمزور مومنوں کو کفار سے نجات دے اے اللہ! قبیلہ مضر پر اپنی پکڑ اور اپنا عذاب نازل فرما اور ان پر ایسی قحط سالی بھیج جیسی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں تھی یہ دعا با آواز بلند ہوا کرتی تھی اور بعض مرتبہ صبح کی نماز کے قنوت میں یوں بھی کہتے کہ اے اللہ! فلاں فلاں پر لعنت بھیج اور عرب کے بعض قبیلوں کے نام لیتے تھے۔[4]

اور روایت میں ہے کہ جنگ احد میں جب آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے' چہرہ زخمی ہوا' خون بہنے لگا تو

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب لیس لك من الامر شیئی (٤٠٦٩) نسائی : کتاب التطبیق : باب لعن المنافقین فی القنوت (١٠٧٩) مسند احمد (١٤٧/٢)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة ال عمران (٣٠٠٤) مسند احمد (٩٣/٢)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

[3] [حسن صحیح : ترمذی (٣٠٠٥) مسند احمد (١٠٤/٢)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لیس لك من الامر شیئی (٤٥٦٠) مسند احمد (٢٥٥/٢)]

زبان سے نکل گیا کہ وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ کیا؟ حالانکہ نبی اللہ خالق کل کی طرف سے انہیں بلاتا تھا اس وقت یہ آیت ﴿لَيْسَ لَكَ﴾ الخ، نازل ہوئی۔[1] آپ اس غزوے میں ایک گڑھ میں گر پڑے تھے اور خون بہت نکل گیا تھا کچھ تو اس ضعف کی وجہ سے اور کچھ اس وجہ سے کہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھے اٹھ نہ سکے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مولیٰ حضرت سالم رضی اللہ عنہ پہنچے اور چہرے پر سے خون پونچھا جب افاقہ ہوا تو آپ نے یہ فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی۔[2] پھر فرماتا ہے کہ زمین آسمان کی ہر چیز اسی کی ہے سب اس کے غلام ہیں جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب کرے متصرف وہی ہے جو چاہے حکم کرے کوئی اس پر پرسش نہیں کر سکتا وہ غفور اور رحیم ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٣٠﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿١٣١﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٣٢﴾ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾ الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿١٣٦﴾

اے ایمان والو بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تمہیں نجات ملے ○ اس آگ سے ڈرتے رہا کرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ○ اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے ○ جو لوگ آسانی اور سختی کے موقعہ پر بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان نیک کاروں کو دوست رکھتا ہے۔ جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کا استغفار کرنے لگتے ہیں فی الواقع اللہ کے سوا اور کوئی گناہوں کو بخش بھی نہیں سکتا یہ لوگ باوجود علم کے کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے ○ انہی کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور جنتیں

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب لیس لك من الامر شیئی تعلیقا (قبل الحدیث ۴۰۶۹) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب غزوه احد (۱۷۹۱) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة ال عمران (۳۰۰۲) مسند احمد (۳/۹۹)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷۸۱۱)]

سودخوری کی ممانعت اور غصہ سے بچنے کی تلقین: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو سودی لین دین سے اور سودخوری سے روک رہا ہے' اہل جاہلیت سودی قرضہ دیتے تھے مدت مقرر ہوتی تھی اگر اس مدت پر روپیہ وصول نہ ہوتا تو مدت بڑھا کر سود پر سود ملا کر اصل رقم کئی گنا بڑھ جاتی' اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو اس طرح ناحق لوگوں کے مال غصب کرنے سے روک رہا ہے اور تقوے کا حکم دے کر اس پر نجات کا وعدہ کر رہا ہے' پھر آگ سے ڈراتا ہے اور اپنے عذابوں سے دھمکاتا ہے' پھر اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت پر آمادہ کرتا ہے اور اس پر رحم و کرم کا وعدہ دیتا ہے' پھر سعادت دارین کے حصول کے لیے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے کو فرماتا ہے' اور جنت کی تعریف کرتا ہے' چوڑائی کو بیان کر کے لمبائی کا اندازہ سننے والوں پر ہی چھوڑا جاتا ہے' جس طرح جنتی فرش کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ﴿بَطَآئِنُهَا مِنۡ اِسۡتَبۡرَقٍ﴾ (الرحمن / ٥٤) یعنی اس کا استر نرم ریشم کا ہے' تو مطلب یہ ہے کہ جب استر ایسا ہے تو ابرے کا کیا ٹھکانا ہے؟ اسی طرح یہاں بھی بیان ہو رہا ہے کہ جب عرض ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے برابر ہے تو طول کتنا بڑا ہوگا اور بعض نے کہا ہے کہ عرض و طول یعنی لمبائی چوڑائی دونوں برابر ہے کیونکہ جنت مثل قبہ کے عرش کے نیچے ہے اور جو چیز قبہ نما ہو یا مستدیر ہو اس کا عرض و طول یکساں ہوتا ہے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے جب تم اللہ سے جنت مانگو تو فردوس کا سوال کرو وہ سب سے اونچی اور سب سے اچھی جنت ہے اسی جنت سے سب نہریں جاری ہوتی ہیں اور اسی کی چھت اللہ تعالیٰ رحمٰن رحیم کا عرش ہے۔ [1]

مسند امام احمد میں ہے کہ ہرقل نے حضور ﷺ کی خدمت میں بطور اعتراض کے ایک سوال لکھ بھیجا کہ آپ مجھے اس جنت کی دعوت دے رہے ہیں جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے تو یہ فرمایئے کہ پھر جہنم کہاں گئی؟ حضور ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! جب دن آتا ہے تو رات کہاں جاتی ہے؟ [2] جو قاصد ہرقل کا یہ خط لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوا تھا اس سے حضرت یعلی بن مرہ رحمہ اللہ کی ملاقات حمص میں ہوئی تھی کہتے ہیں اس وقت یہ بہت ہی بوڑھا ہو گیا تھا کہنے لگا جب میں نے یہ خط حضور ﷺ کو دیا تو آپ نے اپنی بائیں طرف کے ایک صحابی کو دیا میں نے لوگوں سے پوچھا ان کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی سوال ہوا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ دن کے وقت رات اور رات کے وقت دن کہاں جاتا ہے؟ یہودی یہ جواب سن کر کھسیانے ہو کر کہنے لگے کہ یہ توراۃ سے ماخوذ کیا ہوگا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ جواب مروی ہے' ایک مرفوع حدیث میں ہے کسی نے حضور ﷺ سے پوچھا تو آپ نے جواب میں فرمایا جب ہر چیز پر رات آ جاتی ہے تو

---

[1] [صحیح]: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب درجات المجاهدين في سبيل الله (٢٧٩٠) مسند احمد (٣٣٥/٢)]

[2] [ضعیف: مسند احمد (٤٤١/٣) بیهقی في دلائل النبوة (٢٦٦/١) مجمع الزوائد (٢٣٧/٨) عبد الله بن احمد في زوائده على المسند (٧٤/٤) البداية والنهاية (١٩/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے کیونکہ اس میں سعید بن ابی راشد مجہول ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٥٦٥٥)]

دن کہاں جاتا ہے؟ اس نے کہا جہاں اللہ چاہے‘ آپ نے فرمایا اس طرح جہنم بھی جہاں اللہ چاہے۔ (بزار)[1] اس جملہ کے دو معنی ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ رات کے وقت ہم گو دن کو نہیں دیکھ سکتے لیکن تاہم دن کا کسی جگہ ہونا ناممکن نہیں‘ اسی طرح گو جنت کا عرض اتنا ہی ہے لیکن پھر بھی جہنم کے وجود سے انکار نہیں ہو سکتا جہاں اللہ چاہے وہ بھی ہے‘ دوسرے معنی یہ کہ جب دن ایک طرف چڑھنے لگا رات دوسری جانب ہوتی ہے اسی طرح جنت اعلیٰ علیین میں ہے اور دوزخ اسفل السافلین میں۔ تو کوئی نفی کا امکان ہی نہ رہا۔ واللہ اعلم۔

پھر اللہ تعالیٰ اہل جنت کا وصف بیان فرماتا ہے کہ وہ سختی میں اور آسانی میں‘ خوشی میں اور غمی میں‘ تندرستی میں اور بیماری میں غرض ہر حال میں راہ للہ اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾ (البقرہ/ ۲۷۴) یعنی وہ لوگ دن رات‘ چھپے کھلے خرچ کرتے رہتے ہیں کوئی امر انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باز نہیں رکھ سکتا اس کی مخلوق پر اس کے حکم سے احسان کرتے رہتے ہیں یہ غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کی برائیوں سے درگزر کرنے والے ہیں ﴿كَظْم﴾ کے معنی چھپانے کے بھی ہیں یعنی اپنے غصہ کا اظہار بھی نہیں کرتے۔

بعض روایتوں میں ہے اے ابن آدم! اگر غصہ کے وقت تو مجھے یاد رکھے گا یعنی میرا حکم مان کر غصہ پی جائے گا تو میں بھی اپنے غصے کے وقت تجھے یاد رکھوں گا یعنی ہلاکت کے وقت تجھے ہلاکت سے بچا لوں گا۔ (ابن ابی حاتم) اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اپنا غصہ روک لے اللہ تعالیٰ اس پر سے اپنے عذاب کو ہٹا لیتا ہے اور جو بھی اپنی زبان (خلافِ شرع باتوں سے) روک لے اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف معذرت لے جائے اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرماتا ہے۔[2] (مسند ابویعلی) یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں بھی اختلاف ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے آپ فرماتے ہیں پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ حقیقتاً پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔[3] (احمد)

صحیح بخاری‘ صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی ایسا ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ لوگوں نے کہا حضور ﷺ کوئی نہیں آپ نے فرمایا میں تو دیکھتا ہوں کہ تم اپنے مال سے

---

[1] [حسن: بزار فی کشف الاستار (۲۱۹۶) مستدرك حاکم (۱/ ۳۶) صحیح ابن حبان (۱۰۳)] امام حاکم ؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ امام ہیثمی ؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۶/ ۳۲۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف: مسند ابویعلی (۴۳۳۸) الترغیب و الترهیب (۳/ ۵۲۵) المطالب العالیة ۳۰/ ۱۵۲) مجمع الزوائد (۱۰/ ۲۹۷)] اس کی سند میں ربیع بن سلیم ازدی راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب الحذر من الغضب (۶۱۱۴) صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب فضل من یملك نفسه عند الغضب (۲۶۰۹) مسند احمد (۲/ ۲۳۶)]

زیادہ اپنے وارث کا مال چاہتے ہو اس لیے کہ تمہارا مال درحقیقت وہ ہے جو تم راہ للہ اپنی زندگی میں خرچ کر دو اور جو چھوڑ کر جاؤ وہ تمہارا مال نہیں بلکہ تمہارے وارثوں کا مال ہے تو تمہارا راہ اللہ کم خرچ کرنا اور جمع زیادہ کرنا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ تم اپنے مال سے اپنے وارثوں کے مال کو زیادہ عزیز رکھتے ہو' پھر فرمایا تم پہلوان کسے جانتے ہو؟ لوگوں نے کہا حضور ﷺ اسے جسے کوئی گرا نہ سکے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ حقیقتاً زوردار پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے جذبات پر پورا قابو رکھے' پھر فرمایا: بے اولاد کسے کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا جس کی اولاد نہ ہو' فرمایا نہیں بلکہ فی الواقع بے اولاد وہ ہے جس کے سامنے اس کی کوئی اولاد مری نہ ہو۔ [1] (مسلم)

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو مفلس کنگال کون ہے؟ لوگوں نے کہا جس کے پاس مال نہ ہو آپ نے فرمایا بلکہ وہ جس نے اپنا مال اپنی زندگی میں راہ للہ نہ دیا ہو۔ [2] (مسند احمد)

حضرت جاریہ بن قدامہ سعدی رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضور ﷺ مجھے کوئی نفع کی بات کہیے جو مختصر ہو تا کہ میں یاد رکھ سکوں آپ نے فرمایا غصہ نہ کر۔ اس نے پھر پوچھا آپ نے پھر یہی جواب دیا کئی مرتبہ یہی کہا [3] (مسند احمد) کسی شخص نے حضور ﷺ سے کہا مجھے کچھ وصیت کیجیے آپ نے فرمایا غصہ نہ کر وہ کہتے ہیں میں نے جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ تمام برائیوں کا مرکز غصہ ہی ہے۔ [4] (مسند احمد)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا تو آپ بیٹھ گئے اور پھر لیٹ گئے ان سے پوچھا گیا یہ کیا؟ تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جسے غصہ آئے وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر اس سے بھی غصہ نہ جائے تو لیٹ جائے۔ [5] (مسند احمد) مسند احمد کی ایک اور روایت میں ہے کہ عروہ بن محمد رحمہ اللہ کو غصہ چڑھا آپ وضو کرنے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے میں نے اپنے استادوں سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول

---

[1] [صحیح: صحیح بخاري: كتاب الرقاق : باب ماقدم من ماله فهوله (٦٤٤٢) صحيح مسلم : كتاب البروالصلة : باب فضل من يملك نفسه عند الغضب (٢٦٠٨) مسند احمد (١/٣٨٢)]

[2] [ضعیف: مسند احمد (٥/٣٦٧) مجمع الزوائد (٣/١١)] اس کی سند میں ابوصبہ یا ابن صبہ راوی مجہول ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے۔[تعجيل المنفعة (ص : ٤٧٦)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[3] [صحیح: مسند احمد (٥/٣٤) طبراني كبير (٢٠٩٦) مستدرك حاكم (٣/٦١٥) صحيح ابن حبان (٥٦٨٩)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔[الموسوعة الحديثية (١٥٩٦٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[4] [صحیح: مسند احمد (٥/٣٧٣) مجمع الزوائد (٨/٦٨-٦٩)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٣١٧١)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[5] [صحیح: مسند احمد (٥/١٥٢) ابوداؤد : كتاب الادب : باب مايقال عند الغضب (٤٧٨٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابوداود ، المشكاة (٥١١٤)]

اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ بجھانے والی چیز پانی ہے پس تم غصہ کے وقت وضو کرنے بیٹھ جاؤ۔ [1] حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اپنا قرض اسے معاف کر دے اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے لوگو سنو! جنت کے اعمال سخت اور مشکل ہیں اور جہنم کے کام آسان اور سہل ہیں نیک بخت وہی ہے جو فتنوں سے بچ جائے کسی گھونٹ کا پینا اللہ کو ایسا پسند نہیں جتنا غصہ کے گھونٹ کا پی جانا۔ ایسے شخص کے دل میں ایمان رچ جاتا ہے۔ (مسند احمد) [2]

حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اپنا غصہ اتارنے کی طاقت رکھتے ہوئے پھر بھی ضبط کر لے اللہ تعالیٰ اس کا دل امن وامان سے پُر کر دیتا ہے جو شخص شہرت کے کپڑے کے موجود ہونے کے باوجود اس کو تواضع کی وجہ سے چھوڑ دے اسے اللہ تعالیٰ کرامت اور عزت کا حلہ قیامت کے دن پہنائے گا اور جو کسی کا سر چھپائے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن بادشاہت کا تاج پہنائے گا۔ [3] (ابوداؤد)

حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص باوجود قدرت کے اپنا غصہ ضبط کر لے اسے اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کر لے۔ (مسند احمد) [4] اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں، پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے غصہ میں آپے سے باہر نہیں ہوتے لوگوں کو ان کی طرف سے برائی نہیں پہنچتی بلکہ اپنے جذبات کو دبائے رکھتے ہیں اور اللہ سے ڈر کر ثواب کی امید پر معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں، لوگوں سے درگزر کرتے ہیں ظالموں کے ظلم کا بدلہ بھی نہیں لیتے اسی کو احسان کہتے ہیں اور ان محسن بندوں سے اللہ محبت رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں تین باتوں پر میں قسم کھاتا ہوں ایک تو یہ کہ صدقہ سے مال نہیں گھٹتا دوسرے یہ کہ عفو و درگزر کرنے سے انسان کی عزت بڑھتی ہے تیسرے یہ کہ تواضع فروتنی اور عاجزی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔ [5] مستدرک کی حدیث میں ہے جو شخص یہ چاہے کہ اس کی بنیاد بلند ہو اور اس کے درجے بڑھیں تو اسے ظالموں سے درگزر کرنا چاہیے اور نہ دینے والوں کو دینا چاہیے اور توڑنے والوں سے

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۲۲۶/٤) ابوداؤد : کتاب الادب : باب مایقال عند الغضب (٤٧٨٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف الجامع الصغیر (۱٥۱۰)]

[2] [ضعیف جدا : مسند احمد (۳۲۷/۱)] شیخ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (٦٧٤١) الموسوعة الحدیثیة (۳۰۱٥)]

[3] [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الادب : باب من کظم غیضا (٤٧٧٨)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود (۱۰۲۳) المشکاة (٥۰۸۹)]

[4] [حسن : ابوداؤد : کتاب الادب : باب من کظم غیظا (٤٧٧٧) ترمذی : کتاب البر والصلة : باب فی کظم الغیظ (۲۰۲۱)، (۲٤۹۳) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب الحلم (٤۱۸٦)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود (۳۹۹۷) المشکاة (٥۰۸۸)]

[5] [صحیح : ترمذی : کتاب الزهد : باب ماجاء مثل الدنیا مثل اربعة نفر (۲۳۲٥) مسند احمد (٤۳۱/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

جوڑنا چاہیے‘[1] اور حدیث میں ہے قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے لوگو درگزر کرنے والو اپنے رب کے پاس آؤ اور اپنا اجر لو۔ مسلمانوں کی خطاؤں کے معاف کرنے والے لوگ جنتی ہیں۔[2] پھر فرمایا یہ لوگ گناہ کے بعد فوراً اللہ کا ذکر اور استغفار کرتے ہیں۔ مسند احمد میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے پھر اللہ رحمٰن ورحیم کے سامنے حاضر ہو کر کہتا ہے کہ پروردگار مجھ سے گناہ ہو گیا تو معاف فرما اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے سے گو گناہ ہو گیا لیکن اس کا ایمان ہے کہ اس کا رب گناہ پر پکڑ بھی کرتا ہے اور اگر چاہے تو معاف بھی فرما دیتا ہے میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف فرمایا‘ اس سے پھر گناہ ہو تو فرما دیتا ہے میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف فرمایا‘ اس سے پھر گناہ ہو جاتا ہے یہ پھر توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ پھر بخشتا ہے چوتھی مرتبہ پھر گناہ کر بیٹھتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما کر کہتا ہے اب میرا بندہ جو چاہے کرے۔ (مسند احمد) یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب ہم آپ کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دلوں میں رقت طاری ہو جاتی ہے اور ہم اللہ والے بن جاتے ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو وہ حالت نہیں رہتی عورتوں بچوں میں پھنس جاتے ہیں‘ گھر بار کے دھندوں میں لگ جاتے ہیں آپ نے فرمایا: اگر تمہاری حالت یہی ہر وقت رہتی تو پھر فرشتے تم سے مصافحہ کرتے اور تمہاری ملاقات کو تمہارے گھر پر آتے‘ سنو اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں یہاں سے ہٹا دے اور دوسری قوم کو لے آئے جو گناہ کرے پھر بخشش مانگے‘ اور اللہ انہیں بخشے۔ ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو فرمائیے کہ جنت کی بنیادیں کس طرح استوار ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک اینٹ سونے کی تو ایک چاندی کی ہے اس کا گارہ مشک خالص ہے اس کے کنکر لؤلؤ اور یاقوت ہیں‘ اس کی مٹی زعفران ہے‘ جنتیوں کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی ان کی زندگی ہمیشہ کی ہوگی‘ ان کے کپڑے پرانے نہیں ہوں گے‘ جوانی کبھی نہیں ڈھلے گی اور تین اشخاص کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی۔ ① عادل بادشاہ کی دعا۔ ② افطاری کے وقت روزے دار کی دعا۔ ③ مظلوم کی دعا بادلوں سے اٹھائی جاتی ہے اور اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جناب باری ارشاد فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا

---

[1] [ضعیف : مستدرك حاكم (٢/٢٩٥) طبراني كبير (١/١٩٩)] اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابوامیہ بن یعلی راوی ضعیف ہے، جیسا کہ امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے۔[مجمع الزوائد (٨/١٩٢)] اس راوی کو امام دارقطنیؒ نے ضعیف کہا ہے۔ امام ابن حبانؒ نے فرمایا ہے کہ اس سے روایت لینا جائز نہیں۔ شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابوامیہ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعيف و منقطع : ضحاک کی ابن عباس سے ملاقات ثابت نہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب التوحيد : باب قول الله تعالىٰ يريدون ان يبدلوا كلام الله (٧٥٠٧) صحيح مسلم : كتاب التوبة : باب قبول التوبة من الذنوب (٢٧٥٨) مسند احمد (٢/٢٩٦)]

اگر چہ کچھ وقت کے بعد ہو۔[1] (مسند احمد)

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوئی گناہ کرے پھر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور اپنے گناہ کی معافی چاہے تو اللہ عزوجل اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔[2] (مسند احمد) صحیح مسلم میں بروایت امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے جو شخص کامل وضو کر کے ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾ پڑھے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس سے چاہے اندر چلا جائے‘[3] امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سنت کے مطابق وضو کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو شخص مجھ جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔[4] (بخاری و مسلم) پس یہ حدیث تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے‘ اس سے اگلی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور اس سے اگلی روایت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اور اس سے تیسری روایت کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ تو الحمد للہ اللہ تعالیٰ کی وسیع مغفرت اور اس کی بے انتہا مہربانی کی خبر سید الاوّلین والآخرین کی زبانی آپ کے چاروں برحق خلفاء کی معرفت ہمیں پہنچی (آؤ اس موقعہ پر ہم گنہگار بھی ہاتھ اٹھائیں اور اپنے مہربان رحیم و کریم اللہ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اس سے معافی طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ اے ماں باپ سے زیادہ مہربان اے عفو و درگزر کرنے والے! اور کسی بھکاری کو اپنے در سے خالی نہ پھیرنے والے! تو ہم خطا کاروں کی سیاہ کاریوں سے بھی درگزر فرما اور ہمارے کل گناہ معاف فرما دے۔ آمین۔ مترجم) یہی وہ مبارک آیت ہے کہ جب یہ نازل ہوئی تو ابلیس رونے

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۳۰۵/۲) ترمذی: کتاب صفة الجنة: باب ماجآء فی صفة الجنة نعیمها (۲۵۲۶) ابن ماجه: کتاب الصیام: باب فی الصائم لا ترد دعوته (۱۷۵۲)] امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

[2] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الصلاة: باب فی الاستغفار (۱۵۲۱) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلاة: باب ماجآء فی ان الصلاة کفارة (۱۳۹۵) ترمذی: کتاب الصلاة: باب ماجآء فی الصلاة عند التوبة (۴۰۶) مسند احمد (۲/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[المشکاة (۱۳۲۴)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الطهارة: باب الذکر المستحب عقب الوضوء (۲۳۴) ابوداؤد: کتاب الطهارة: باب مایقول الرجل اذا توضا (۱۶۹) نسائی: کتاب الطهارة: باب القول بعد الفراغ من الوضوء (۱۴۱۸) ترمذی: کتاب الطهارة: باب فیما یقال بعد الوضوء (۵۵) مسند احمد (۱۴۵/۴)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الوضوء: باب الوضوء ثلاثا ثلاثا (۱۵۹) صحیح مسلم: کتاب الطهارة: باب صفة الوضوء و کماله (۲۲۶) نسائی: کتاب الطهارة: باب المضمضة والاستنشاق (۸۴) ابوداؤد: کتاب الطهارة: باب صفة الوضوء النبی (۱۰۶) مسند احمد (۵۹/۱)]

لگا۔ (مسند عبدالرزاق) [1]

استغفار اور کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ: مسند ابویعلی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ﴿لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ﴾ کثرت سے پڑھا کرو اور استغفار سے مداومت کرو' ابلیس گناہوں سے لوگوں کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اور اس کی اپنی ہلاکت ﴿لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ﴾ اور استغفار سے ہے' یہ حدیث دیکھ کر ابلیس نے لوگوں کی خواہش پرستی پر پردہ ڈال دیا پس وہ اپنے آپ کو راہ راست پر جانتے ہیں حالانکہ ہلاکت میں ہوتے ہیں' [2] لیکن اس حدیث کے دو راوی ضعیف ہیں۔

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ابلیس نے کہا اے رب! مجھے تیری عزت کی قسم میں بنی آدم کو ان کے آخری دم تک بہکاتا رہوں گا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے میرے جلال اور میری عزت کی قسم جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں بھی انہیں بخشتا رہوں گا' [3] مسند بزار میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے کہا مجھ سے گناہ ہوگیا آپ نے فرمایا توبہ کر لے اس نے کہا میں نے توبہ کی پھر گناہ ہوگیا فرمایا پھر توبہ کر لے اس نے کہا مجھ سے پھر گناہ ہوگیا آپ نے فرمایا پھر استغفار کر اس نے کہا مجھ سے اور گناہ ہوا فرمایا استغفار کیے جا' یہاں تک کہ شیطان تھک جائے۔ [4] پھر فرمایا گناہ کا بخشنا اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قیدی آیا' اور کہنے لگا اللہ میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں محمد (ﷺ) کی طرف توبہ نہیں کرتا (یعنی اللہ میں تیری ہی بخشش چاہتا ہوں) آپ نے فرمایا اس نے حق حقدار کو پہنچایا۔ [5] اصرار کرنے سے مراد یہ ہے کہ معصیت پر بغیر توبہ کیے اڑ نہیں جاتے اگر کئی مرتبہ گناہ ہو جائے تو کئی مرتبہ استغفار بھی کرتے ہیں' مسند ابویعلی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں وہ اصرار کرنے والا اور اڑنے والا

---

[1] [عبدالرزاق (۱/۱۳۳)]

[2] [**ضعیف جدا:** مسند ابویعلی (۱۳۶) مجمع الزوائد (۱۰/۲۰۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عثمان بن مطر راوی ضعیف ہے اور اس کا شیخ عبدالغفور بن عبدالعزیز الواسطی ہے جس کے متعلق امام ابن معینؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی حدیث کچھ حیثیت نہیں رکھتی، امام ابن حبانؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا، امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ محدثین نے اسے متروک کہا ہے اور امام ابن عدیؒ اسے ضعیف و منکر الحدیث کہتے ہیں۔ اسی طرح اس میں ابورجاء راوی ہے جسے حافظ ابن حجرؒ نے مجہول کہا ہے۔]

[3] [**ضعیف:** مسند احمد (۳/۲۹) مسند ابویعلی (۱۲۷۳) بغوی فی شرح السنة (۵/۷۶)] شیخ البانیؒ نے اسے منقطع کہا ہے۔ [کما فی الصحیحة (۱/۱٦٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

[4] [**صحیح بالشواهد:** بزار فی کشف الاستار (۳۲٤۹) مجمع الزوائد (۱۰/۱۹۹)، (۱۷۵۳۲)]

[5] [**ضعیف:** مسند احمد (۳/٤۳۵) طبرانی کبیر (۱/۲۸٦) مجمع الزوائد (۱۰/۱۹۹)] اس کی سند میں محمد بن مصعب راوی ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع (۳۷۰۷)] شیخ عبد الرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

نہیں جو استغفار کرتا رہتا ہے اگر چہ (بالفرض) اس سے ایک دن میں ستر مرتبہ بھی گناہ ہو جائے۔ [1]

پھر فرمایا کہ وہ جانتے ہوں یعنی اس بات کو کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ (التوبہ / ۱۰۴) کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور جگہ ہے ﴿وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ﴾ (النساء / ۱۱۰) الخ، جو شخص کوئی برا کام کرے یا گناہ کر کے اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے تو وہ دیکھ لے گا کہ اللہ عزوجل بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ نے منبر پر بیان فرمایا لوگو! تم اوروں پر رحم کرو اللہ تم پر رحم کرے گا لوگو! تم دوسروں کی خطائیں معاف کرو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخشے گا۔ باتیں بنانے والوں کی ہلاکت ہے، [2] گناہ پر جم جانے والوں کی ہلاکت ہے۔ پھر فرمایا ان کاموں کے بدلے ان کی جزا مغفرت ہے اور طرح طرح کی بہتی نہروں والی جنت ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑے اچھے اعمال ہیں۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًی وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَیَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَیْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾

ع ۱۴

تم سے پہلے بھی ایسے واقعات گزر چکے ہیں زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ (آسمانی تعلیم کے) جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ ○ عام لوگوں کے لیے تو یہ قرآن اظہار (حق) ہے اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت و نصیحت ہے ○ تم نہ سستی کرو اور نہ غمگین ہو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایماندار رہو ○ اگر تم زخمی ہوئے ہو تو تمہارے مخالف لوگ بھی ایسے ہی زخمی ہو چکے

---

[1] [ضعیف] : ابوداؤد : کتاب الصلاة : باب فی الاستغفار (۱۵۱٤) ترمذی : کتاب الدعوات (۳۵۵۹) مسند ابویعلی (۱۳۸۔ ۱۳۹)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود ، المشکاۃ (۲۳٤۰)]

[2] [صحیح] : مسند احمد (۱٦۵/۲) عبد بن حمید فی المنتخب (ص : ۱۳۱) مجمع الزوائد (۱۹۱/۱۰) الادب المفرد للبخاری (۳۸۰) الدر المنثور للسیوطی (۱۳۹/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (٤۸۲) صحیح الادب المفرد (۲۹۳)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (٦۵٤۱)]

ہیں‘ ہم ان دنوں کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں (شکستِ احد) اس لیے تھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لے اور تم میں سے بعض کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمائے‘ اللہ تعالیٰ ناحق والوں کو دوست نہیں رکھتا ○ (یہ وجہ بھی تھی) کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بالکل الگ کردے اور کافروں کو مٹادے ○ کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے یہ معلوم نہیں کیا کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں؟ ○ جنگ سے پہلے تو تم شہادت کی آرزو میں تھے اب اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا ○

عزیمت کا راستہ جنت کا راستہ: چونکہ احد والے دن ستر (۷۰) مسلمان صحابی رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ڈھارس دیتا ہے کہ اس سے پہلے بھی دیندار لوگ مال و جان کا نقصان اٹھاتے رہے لیکن بالآخر غلبہ انہی کا ہوا‘ تم اگلے واقعات پر ایک نگاہ ڈال لو تو یہ راز تم پر کھل جائے گا۔ اس قرآن میں لوگوں کے لیے اگلی امتوں کا بیان بھی ہے اور یہ ہدایت و وعظ بھی ہے یعنی تمہارے دلوں کی ہدایت اور تمہیں برائی بھلائی سے آگاہ کرنے والا یہی قرآن ہے‘ مسلمانوں کو یہ واقعات یاد دلا کر پھر مزید تسلی کے طور پر فرمایا کہ تم اس جنگ کے نتائج دیکھ کر بددل نہ ہو جانا‘ نہ مغموم بن کر بیٹھ رہنا فتح و نصرت غلبہ اور بلند و بالا مقام بالآخر مومنو تمہارے لیے ہی ہے۔ اگر تمہیں زخم لگے ہیں تمہارے آدمی شہید ہوئے تو اس سے پہلے تمہارے دشمن بھی تو قتل ہو چکے ہیں اور وہ بھی تو زخم خوردہ ہیں یہ تو چڑھتی ڈھلتی چھاؤں ہے ہاں بھلا وہ ہے جو انجام کار غالب رہے‘ اور یہ ہم نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ یہ بعض مرتبہ شکست بالخصوص اس جنگ احد کی‘ اس لیے تھی کہ ہم صابروں کا اور غیر صابروں کا امتحان کر لیں اور جو مدت سے شہادت کی آرزو رکھتے تھے انہیں کامیاب بنائیں کہ وہ اپنا مال و جان ہماری راہ میں خرچ کریں۔

اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ جملہ معترضہ بیان کر کے فرمایا یہ اس لیے بھی کہ ایمان والوں کے گناہ اگر ہوں تو دور ہو جائیں اور ان کے درجات بڑھیں اور اس میں کافروں کا مٹانا بھی ہے کیونکہ وہ غالب ہو کر اترائیں گے سرکشی اور تکبر میں اور بڑھیں گے اور یہی ان کی ہلاکت اور بربادی کا سبب بنے گا اور پھر مرکھپ جائیں گے ان سختیوں اور زلزلوں اور ان آزمائشوں کے بغیر کوئی جنت میں نہیں جا سکتا جیسے سورۂ بقرہ میں ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ تم سے پہلے لوگوں کی جیسی آزمائش ہوئی ایسی تمہاری نہ ہو اور تم جنت میں چلے جاؤ یہ نہیں ہوگا۔ اور جگہ ہے ﴿ الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴾ (العنکبوت / ۱-۲) کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم صرف ان کے اس قول پر کہ ہم ایمان لائے انہیں چھوڑ دیں گے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی؟ یہاں بھی یہی فرمان ہے کہ جب تک صبر کرنے والے معلوم نہ ہو جائیں یعنی دنیا میں ہی ان کا ظہور نہ ہو جائے تب تک جنت نہیں مل سکتی۔ پھر فرمایا کہ تم اس سے پہلے تو ایسے موقعہ کی آرزو میں تھے کہ تم اپنا صبر‘ اپنی بہادری اور مضبوطی اور استقامت اللہ تعالیٰ کو دکھاؤ‘ اللہ کی راہ میں شہادت پاؤ‘ لو اب ہم نے تمہیں یہ موقعہ دیا تم بھی اپنی ثابت قدمی اور اولوالعزمی دکھاؤ‘ حدیث شریف میں ہے دشمن کی ملاقات کی آرزو نہ کرو اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو اور جب میدان پڑ جائے پھر لوہے کی لاٹ کی طرح جم جاؤ اور صبر کے ساتھ ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں

کے سائے تلے ہے"[1] پھر فرمایا کہ تم نے اپنی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ لیا کہ نیزے تنے ہوئے ہیں تلواریں کھچ رہی ہیں، بھالے اچھل رہے ہیں، تیر برس رہے ہیں، گھمسان کا رن پڑا ہوا ہے اور ادھر ادھر لاشیں گر رہی ہیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۗ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۗ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۗ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾

حضرت محمد (ﷺ) صرف رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں تو تم اسلام سے الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی پھر جائے تو ہرگز اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑے گا، عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزار لوگوں کو نیک بدلہ دے گا ○ بغیر اللہ کے حکم کے کوئی جاندار نہیں مر سکتا مقرر شدہ وقت لکھا ہوا ہے، دنیا کی چاہت والوں کو ہم کچھ دنیا دے دیتے ہیں، اور آخرت کا ثواب چاہنے والے کو ہم وہ بھی دے دیتے ہیں، احسان ماننے والوں کو ہم بہت جلد نیک بدلہ دیں گے ○ بہت سے نبیوں کے ہم رکاب ہو کر بہت سے اللہ والے جہاد کر چکے ہیں، انہیں بھی راہ اللہ میں تکلیفیں پہنچیں لیکن نہ تو انہوں نے ہمت ہاری، نہ سست ہوئے، نہ دبے اللہ صبر کرنے والوں کو ہی چاہتا ہے ○ وہ یہی کہتے رہے کہ اے پروردگار ہمارے گناہوں کو بخش اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو بے جا زیادتی ہوئی ہے اسے بھی معاف فرما اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد دے ○ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی بھی عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہے ○

غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی افواہ: میدانِ احد میں مسلمانوں کو شکست بھی ہوئی اور ان کے بعض قتل بھی کئے گئے۔ اس دن شیطان نے یہ بھی مشہور کر دیا کہ محمد (ﷺ) بھی شہید ہو گئے، اور ابن قمیہ کافر نے مشرکوں میں جا کر یہ خبر اڑا دی کہ میں حضور ﷺ کو قتل کر کے آیا ہوں اور دراصل وہ افواہ بے اصل تھی اور اس شخص

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب کان النبی اذا لم یقاتل فی اول النهار (۲۹٦٦) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب کراهة تمنی لقاء العدو (۱۷٤۲) ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی کراهیة تمنی لقاء العدو (۲٦۳۱)]

کا یہ قول بھی غلط تھا۔ اس نے حضور ﷺ پر حملہ تو کیا تھا لیکن اس سے صرف آپ ﷺ کا چہرہ قدرے زخمی ہو گیا تھا اور کوئی بات نہ تھی' اس غلط بات کی شہرت نے مسلمانوں کے دل چھوٹے کر دیئے' ان کے قدم اکھڑ گئے اور لڑائی سے بددل ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے' اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کی طرح یہ بھی ایک نبی ہیں ہو سکتا ہے کہ میدان میں قتل کر دیئے جائیں لیکن اللہ کا دین نہیں جاتا رہے گا' ایک روایت میں ہے کہ ایک مہاجر نے دیکھا کہ ایک انصاری جنگ احد میں زخموں سے چور زمین پر گرا پڑا ہے اور خاک وخون میں لوٹ رہا ہے' اس سے کہا کہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ حضور ﷺ قتل کیے گئے اس نے کہا اگر یہ صحیح ہے تو آپ ﷺ تو اپنا کام کر گئے' اب آپ ﷺ کے دین پر تم سب بھی قربان ہو جاؤ' اسی کے بارے میں یہ آیت اتری۔ [1] پھر فرمایا کہ حضور ﷺ کا قتل یا انتقال ایسی چیز نہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین سے پچھلے پاؤں پلٹ جاؤ اور ایسا کرنے والے اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے' اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو جزائے خیر دے گا جو اس کی اطاعت پر جم جائیں اور اس کے دین کی مدد میں لگ جائیں اور اس کے رسول کی تابعداری میں مضبوط ہو جائیں خواہ رسول ﷺ زندہ ہوں یا نہ ہوں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ کے انتقال کی خبر سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے' مسجد میں تشریف لائے' لوگوں کی حالت دیکھی بھالی اور بغیر کچھ کہے سنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر آئے' یہاں حضور ﷺ پر حیرہ کی چادر اوڑھادی گئی تھی آپ نے چادر کا کونہ چہرہ مبارک پر سے ہٹا کر بے ساختہ بوسہ لے لیا اور روتے ہوئے فرمانے لگے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر دو مرتبہ موت نہ لائے گا جو موت آپ پر لکھ دی گئی تھی وہ آپ کو آ چکی۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ پھر مسجد میں آئے اور دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ سنا رہے ہیں ان سے فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ انہیں چپ کرا کر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ جو شخص محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد ﷺ مر گئے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ خوش رہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے' اس پر موت نہیں آتی۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لوگوں کو ایسا معلوم ہونے لگا گویا یہ آیت اب اتری ہے۔ پھر تو ہر شخص کی زبان پر یہ آیت چڑھ گئی اور لوگوں نے یقین کر لیا کہ آپ (ﷺ) فوت ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبانی اس آیت کی تلاوت سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تو گویا قدموں تلے سے زمین نکل گئی' انہیں بھی یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ اس جہان فانی کو چھوڑ کر چل بسے' [2] حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں فرماتے تھے کہ نہ ہم حضور ﷺ کی موت پر مرتد ہوں' نہ آپ کی شہادت پر۔ اللہ کی قسم اگر حضور ﷺ قتل کیے جائیں تو ہم بھی اسی دین پر مر مٹیں جس پر آپ شہید ہوئے اللہ کی قسم میں آپ کا بھائی ہوں' آپ کا ولی ہوں آپ کا چچازاد بھائی ہوں اور آپ کا وارث ہوں مجھ سے زیادہ حقدار آپ کا اور کون ہو گا؟ [3]

---

[1] [دلائل النبوة (٣/ ٢٤٨)]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب مرض النبی ووفاته (٤٤٥٣۔ ٤٤٥٤)]

[3] [**ضعیف**: مستدرك حاكم (٣/ ١٢٦) طبرانی كبير (١/ ١٠٧)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اپنی مدت پوری کر کے ہی مرتا ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ﴾ (فاطر/ ۱۱) نہ کوئی عمر دیا جاتا ہے' نہ عمر گھٹائی جاتی ہے مگر سب کتاب اللہ میں موجود ہے۔ اور جگہ ہے ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ﴾ (الانعام/ ۲) الخ' ''جس اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر وقت پورا کیا اور اجل مقرر کی'' اس آیت میں بزدل لوگوں کو شجاعت کی رغبت دلائی گئی ہے اور اللہ کی راہ کے جہاد کا شوق دلایا جا رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ جوانمردی کی وجہ سے کچھ عمر گھٹ نہیں جاتی اور پیچھے ہٹنے کی وجہ سے عمر بڑھ نہیں جاتی۔ موت تو اپنے وقت پر آ کر ہی رہے گی خواہ شجاعت اور بہادری برتو خواہ نامردی اور بزدلی دکھاؤ۔ حجر بن عدی رضی اللہ عنہ جب دشمنانِ دین کے مقابلے میں جاتے ہیں اور دریائے دجلہ بیچ میں آ جاتا ہے اور لشکرِ اسلام ٹھٹھک کر کھڑا ہو جاتا ہے تو آپ اس آیت کی تلاوت کر کے فرماتے ہیں کہ کوئی بھی بے اجل نہیں مرتا آؤ اسی دجلہ میں گھوڑے ڈال دو' یہ فرما کر آپ اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیتے ہیں' آپ کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی اپنے گھوڑوں کو پانی میں ڈال دیتے ہیں۔ دشمن کا خون خشک ہو جاتا ہے اور اس پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ تو دیوانے آدمی ہیں یہ تو پانی کی موجوں سے بھی نہیں ڈرتے بھاگو بھاگو چنانچہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جس کا عمل صرف دنیا کے لیے ہو تو اس میں سے جتنا اس کے مقدر میں ہوتا ہے مل جاتا ہے لیکن آخرت میں وہ خالی ہاتھ رہ جاتا ہے اور جس کا مقصد آخرت طلب ہو اسے آخرت ملتی ہی ہے لیکن دنیا میں بھی اپنے مقدر کا پالیتا ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ﴾ (الشوریٰ/ ۲۰) الخ' آخرت کی کھیتی کے چاہنے والے کو ہم زیادتی کے ساتھ دیتے ہیں اور دنیا کی کھیتی کے چاہنے والے کو ہم گو دنیا دے دیں۔ لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور جگہ ہے ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ﴾ (الاسراء/ ۱۸) جو شخص صرف دنیا طلب ہی ہو ہم ان میں سے جسے چاہیں جس قدر چاہیں دنیا دے دیتے ہیں پھر وہ جہنمی بن جاتا ہے اور ذلت و رسوائی کے ساتھ اس میں جاتا ہے اور جو آخرت کا خواہاں ہو اور کوشاں بھی ہو اور باایمان بھی ہو ان کی کوشش اللہ تعالیٰ کے ہاں مشکور ہے' اسی لیے یہاں بھی فرمایا کہ ہم شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دے دیتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ احد کے مجاہدین کو خطاب کرتا ہوا فرماتا ہے کہ اس سے پہلے بھی بہت سے نبی اپنی جماعتوں کو ساتھ لے کر دشمنانِ دین سے لڑے بھڑے اور وہ تمہاری طرح اللہ کی راہ میں تکلیفیں بھی پہنچائے گئے لیکن پھر بھی مضبوط دل اور صابر و شاکر رہے' نہ سست ہوئے' نہ ہمت ہاری اور اس صبر کے بدلے انہوں نے اللہ کریم کی محبت مول لے لی' ایک یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ اے مجاہدین احد؟ تم یہ سن کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے کیوں ہمت ہار بیٹھے؟ اور کفر کے مقابلے میں کیوں دب گئے؟ حالانکہ تم سے اگلے لوگ اپنے انبیاء علیہم السلام کی شہادت کو دیکھ کر بھی نہ دبے' نہ پیچھے ہٹے بلکہ اور تیزی کے ساتھ لڑے' یہ اتنی بڑی مصیبت بھی ان کے قدم نہ ڈگمگا سکی اور ان کے دل چھوٹے نہ کر سکی' پھر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر اتنے بودے کیوں ہو گئے؟ ﴿رِبِّيُّوْنَ﴾ کے بہت

سے معنی آتے ہیں مثلاً علماء ابرار متقی عابد زاہد تابع فرمان وغیرہ وغیرہ۔ [1] پس قرآن کریم ان کی اس مصیبت کے وقت کی دعا کو نقل کرتا ہے کہ انہیں دنیا کا ثواب نصرت و مدد ظفر و اقبال ملا اور آخرت کی بھلائی اور اچھائی بھی اسی کے ساتھ جمع ہوئی یہ محسن لوگ اللہ کے چہیتے بندے ہیں۔

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خٰسِرِينَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِينَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۖ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِينَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّونَ ۚ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِيٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۵۳﴾

اے ایمان والو اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل پلٹا دیں گے (یعنی تمہیں مرتد بنا دیں گے) پھر تم نامراد ہو جاؤ گے بلکہ اللہ ہی تمہارا مولا ہے اور وہ ہی بہترین مددگار ہے ○ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے اس وجہ سے کہ یہ اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو شریک کرتے ہیں جس کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری' ان کا ٹھکانا جہنم ہے' اور ان ظالموں کی بری جگہ ہے ○ اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا تم اس کے حکم سے انہیں اپنے ہاتھوں سے کاٹنے لگے یہاں تک کہ تم بزدل ہو گئے اور کام میں جھگڑنے لگے اور نافرمانی کرنے لگے اس کے بعد کہ اس نے تمہاری چاہت کی چیز تمہیں دکھا دی' تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض کا ارادہ آخرت کا تھا' پھر تمہیں ان سے پھیر دیا تا کہ تمہیں آزمالے اور یقیناً اس نے تمہاری لغزش سے درگزر فرما لیا' ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے ○ جبکہ تم چڑھے چلے جا رہے تھے اور کسی کی طرف توجہ تک نہیں کرتے تھے اور اللہ کے رسول (ﷺ) تمہیں تمہارے پیچھے سے آوازیں دے رہے تھے' پس تمہیں غم پر غم پہنچا تا کہ تم نہ تو فوت شدہ چیز پر غمگین ہو اور نہ ملی ہوئی چیز پر اداس ہو' اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے ○

کفار کے ارادے اور کچھ غزوہ احد کا تذکرہ: اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو کافروں اور منافقوں کی باتوں کے

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/ ۲۶۶) تفسیر ابن ابی حاتم (۲/ ۵۸۷)]

ماننے سے روک رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ اگر ان کی مانی تو دنیا اور آخرت کی ذلت تم پر آئے گی ان کی چاہت تو یہی ہے کہ تمہیں دین اسلام سے ہٹا دیں' پھر فرماتا ہے' مجھ ہی کو اپنا والی اور مددگار جانو مجھ ہی سے دوستی کرو' مجھ ہی پر بھروسہ کرو' مجھ ہی سے مدد چاہو۔ پھر فرمایا کہ میں ان شریروں کے دلوں میں ان کے کفر کے سبب ڈر' خوف ڈال دوں گا۔

بخاری و مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ باتیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں میری مدد مہینہ بھر کی راہ تک رعب سے کی گئی ہے' میرے لیے زمین مسجد اور اس کی مٹی وضو کی پاک چیز بنائی گئی' میرے لیے غنیمت کے مال حلال کیے گئے اور مجھے شفاعت دی گئی اور ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف مخصوص بھیجا جاتا تھا اور میری بعثت' میری نبوت تمام دنیا کے لیے عام ہوئی۔ (۱) مسند احمد میں ہے آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں پر اور بعض روایتوں میں ہے تمام امتوں پر مجھے چار فضیلتیں عطا فرمائی ہیں' مجھے تمام دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا' میرے اور میری امت کے لیے تمام زمین مسجد اور پاک بنائی گئی' میرے امتی کو جہاں نماز کا وقت آ جائے وہیں اس کی مسجد اور اس کا وضو ہے' میرا دشمن مجھ سے مہینہ بھر کی راہ پر ہو وہیں سے اللہ تعالیٰ اس کا دل رعب سے پر کر دیتا ہے اور وہ کانپنے لگتا ہے اور میرے لیے غنیمت کے مال حلال کیے گئے۔ (۲) اور روایت میں ہے کہ میں مدد کیا گیا ہوں رعب سے ہر دشمن پر' (۳) مسند کی ایک اور حدیث میں ہے مجھے پانچ چیزیں دی گئیں' میں ہر سرخ و سفید کی طرف بھیجا گیا' میرے لیے تمام زمین وضو اور مسجد بنائی گئی' میرے لیے غنیمت کے مال حلال کیے گئے' جو میرے سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے اور میری مدد مہینہ بھر کی راہ تک رعب سے کی گئی اور مجھے شفاعت دی گئی تمام انبیاء علیہم السلام نے شفاعت مانگ لی لیکن میں نے اپنی امت کے لوگوں کے لیے جنہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو بچا رکھی ہے" (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ لڑائی سے لوٹ گیا۔ (۵)

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور تمہاری مدد کی' اس سے بھی یہ استدلال ہو سکتا ہے کہ یہ وعدہ احد کے دن کا تھا تین ہزار دشمن کا لشکر تھا تاہم مقابلہ پر آتے ہی ان کے قدم اکھڑ گئے اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی' لیکن پھر تیر اندازوں کی نافرمانی کی وجہ سے اور بعض حضرات کی پست ہمتی کی بنا پر وہ وعدہ جو مشروط تھا

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التیمم (۳۳۵) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب المساجد (۵۲۱) نسائی : کتاب الغسل والتیمم : باب التیمم بالصعید (۴۳۲) مسند احمد (۳۰۴/۳)]

(۲) [صحیح : مسند احمد (۲۴۸/۵) ترمذی : کتاب السیر : باب ماجاء فی الغنیمة (۱۵۵۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[ارواء الغلیل (۱۵۲۔ ۲۸۵)]

(۳) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب المساجد و مواضع الصلاة (۵۲۳)]

(۴) [صحیح لغیرہ : مسند احمد (۴۱۶/۴) مجمع (۲۵۸/۸)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۹۷۳۵)]

(۵) [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (۵۹۸/۲)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید' شیخ رشاد' شیخ عجماوی' شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

رک گیا' پس فرماتا ہے کہ تم انہیں اپنے ہاتھوں سے کاٹتے تھے' شروع دن میں ہی اللہ نے تمہیں ان پر غالب کر دیا لیکن تم نے پھر بزدلی دکھائی اور نبی کی نافرمانی کی' ان کی بتائی ہوئی جگہ سے ہٹ گئے اور آپس میں اختلافات کرنے لگے حالانکہ اللہ عزوجل نے تمہیں تمہاری پسند کی ''چیز فتح'' دکھا دی تھی' یعنی مسلمان صاف طور پر غالب آ گئے تھے مالِ غنیمت آنکھوں کے سامنے موجود تھا کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے' تم میں سے بعض نے دنیا طلبی کی اور کفار کی ہزیمت کو دیکھ کر نبی ﷺ کے فرمان کا خیال نہ کر کے مالِ غنیمت کی طرف لپکے' گو بعض نیک نیت اور آخرت طلب بھی تھے لیکن اس نافرمانی وغیرہ کی بنا پر کفار کی پھر بن آئی اور ایک مرتبہ تمہاری پوری آزمائش ہو گئی غالب ہو کر مغلوب ہو گئے' فتح کے بعد شکست ہوئی' لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس جرم کو معاف فرما دیا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ بظاہر تم ان سے تعداد میں اور اسباب میں کم تھے خطا کا معاف ہونا بھی ﴿عَفَا عَنْكُمْ﴾ میں داخل ہے اور یہ بھی مطلب ہے کہ کچھ یونہی سی گوشمالی کر کے کچھ بزرگوں کی شہادت کے بعد اس نے اپنی آزمائش کو اٹھا لیا اور باقی والوں کو معاف فرما دیا' اللہ تعالیٰ باایمان لوگوں پر فضل و کرم لطف و رحم ہی کرتا ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی مدد جیسی احد میں ہوئی ہے کہیں نہیں ہوئی۔ اسی کے بارے میں ارشاد باری ہے کہ اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا لیکن پھر تمہارے کرتوتوں سے معاملہ برعکس ہو گیا' بعض لوگوں نے دنیا طلبی کر کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی یعنی بعض تیراندازوں نے جنہیں حضور ﷺ نے پہاڑ کے درے پر کھڑا کیا تھا اور فرما دیا تھا کہ تم یہاں سے دشمنوں کی نگہبانی کرو وہ تمہاری پیٹھ کی طرف سے نہ آ جائیں' اگر تم ہار دیکھو تب بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور اگر تم ہر طرح غالب آ گئے تو بھی تم غنیمت جمع کرنے کے لیے بھی اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا' جب حضور ﷺ غالب آ گئے تو تیراندازوں نے حکم عدولی کی اور وہ اپنی جگہ کو چھوڑ کر مسلمانوں میں آ ملے اور مالِ غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا صفوں کا کوئی خیال نہ رہا درے کو خالی پا کر مشرکوں نے بھاگنا بند کیا اور غور و فکر کر کے اس جگہ حملہ کر دیا' چند مسلمانوں کی پیٹھ کے پیچھے سے ان کی بے خبری میں اس زور کا حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم نہ جم سکے اور شروع دن کی فتح اب شکست سے بدل گئی اور یہ مشہور ہو گیا کہ حضور ﷺ بھی شہید ہو گئے اور لڑائی کے رنگ نے مسلمانوں کو اس بات کا یقین بھی دلا دیا' تھوڑی دیر بعد جبکہ مسلمانوں کی نظریں چہرے مبارک پر پڑیں تو وہ اپنی سب کوفت اور ساری مصیبت بھول گئے اور خوشی کے مارے حضور ﷺ کی طرف لپکے آپ ادھر آ رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا سخت غضب نازل ہوا ان لوگوں پر جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے چہرے کو خون آلودہ کر دیا' انہیں کوئی حق نہ تھا کہ اس طرح ہم پر غالب رہ جائیں' تھوڑی دیر میں ہم نے سنا کہ ابوسفیان پہاڑ کے نیچے کھڑا ہوا کہہ رہا تھا ((اُعْلُ هُبَلْ اُعْلُ هُبَلْ)) ہبل بت کا بول بالا ہو' ہبل بت کا بول بالا ہو۔ ابوبکر کہاں ہیں؟ عمر کہاں ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور ﷺ اسے جواب دوں؟ آپ ﷺ نے اجازت دے دی تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا ﴿اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ اللّٰهُ وَاَعْلٰى وَاَجَلُّ﴾ اللہ بہت بلند ہے اور جلال و عزت والا ہے' اللہ بہت بلند اور جلال و عزت والا ہے' وہ پوچھنے لگا محمد ﷺ کہاں ہیں؟ ابوبکر

کہاں ہیں؟ عمر کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ ہیں رسول اللہ ﷺ اور یہ ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور یہ ہوں میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ ابوسفیان کہنے لگا یہ بدر کا بدلہ ہے یونہی دھوپ چھاؤں الٹتی پلٹتی رہتی ہے' لڑائی کی مثال کنویں کے ڈول کی سی ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا برابری کا معاملہ ہرگز نہیں تمہارے مقتول تو جہنم میں گئے اور ہمارے شہید جنت میں پہنچے۔ ابوسفیان کہنے لگا اگر یونہی ہو تو یقیناً ہم نقصان اور گھاٹے میں رہے' سنو تمہارے مقتولین میں بعض ناک کان کٹے لوگ بھی تم پاؤ گے گو یہ ہمارے سرداروں کی رائے سے نہیں ہوا لیکن ہمیں کچھ برا بھی نہیں معلوم ہوا۔ [1] یہ حدیث غریب ہے اور یہ قصہ بھی عجیب ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرسلات سے ہے اور وہ یا ان کے والد جنگ احد میں موجود نہ تھے۔ مستدرک حاکم میں بھی یہ روایت موجود ہے ابن ابی حاتم اور بیہقی فی دلائل النبوۃ میں بھی یہ مروی ہے اور صحیح احادیث میں اس کے بعض حصوں کے شواہد بھی ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احد والے دن عورتیں مسلمانوں کے پیچھے تھیں جو زخمیوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں مجھے تو پوری طرح یقین تھا کہ آج کے دن ہم میں کوئی ایک بھی طالب دنیا نہیں بلکہ اس وقت اگر مجھے اس بات پر قسم کھلوائی جاتی تو کھا لیتا لیکن قرآن میں یہ آیت اتری ﴿ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا ﴾ [2] یعنی تم میں سے بعض طالب دنیا بھی ہیں' جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے حضور ﷺ کے حکم کے خلاف آپ کی نافرمانی سرزد ہوئی تو ان کے قدم اکھڑ گئے حضور ﷺ کے ساتھ صرف سات انصاری اور دو مہاجر باقی رہ گئے جب مشرکین نے حضور ﷺ کو گھیر لیا تو آپ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو انہیں ہٹائے تو ایک انصاری اٹھ کھڑے ہوئے اور اس جم غفیر کے مقابل تن تنہا داد شجاعت دینے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے پھر کفار نے حملہ کیا آپ نے یہی فرمایا ایک انصاری تیار ہو گئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ انہیں آگے نہ بڑھنے دیا لیکن بالآخر یہ بھی شہید ہو گئے یہاں تک کہ ساتوں صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ کے ہاں پہنچ گئے۔ اللہ ان سے خوش ہو' حضور ﷺ نے مہاجرین سے فرمایا افسوس ہم نے اپنے ساتھیوں سے منصفانہ معاملہ نہ کیا' اب ابوسفیان نے ہانک لگائی کہ ((اعل هبل)) آپ نے فرمایا کہو ﴿ اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ ﴾ ابوسفیان نے کہا ((لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ)) ہمارا عزیٰ بت ہے تمہارا کوئی عزیٰ نہیں' آپ نے فرمایا کہو ﴿ اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَالْكَافِرُوْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴾ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں' ابوسفیان کہنے لگا آج کے دن بدر کے دن کا بدلہ ہے کوئی دن ہمارا اور کوئی دن تمہارا۔ یہ تو ہاتھوں ہاتھ کا سودا ہے' ایک کے بدلے ایک ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہرگز برابر نہیں ہمارے شہداء زندہ ہیں وہاں رزق دیئے جاتے ہیں اور تمہارے مقتول جہنم میں عذاب کیے جا رہے ہیں' پھر ابوسفیان بولا تمہارے مقتولوں میں تم دیکھو گے کہ بعض کے کان ناک وغیرہ کاٹ لیے گئے ہیں لیکن میں نے نہ یہ کہا' نہ اسے روکا' نہ اسے میں نے پسند کیا' نہ ناپسند کیا' نہ مجھے یہ بھلا معلوم ہوا' نہ برا۔

---

[1] [صحیح بالشواهد : مسند احمد (۱/۲۷۸) مستدرك حاكم (۲/۲۹۶) تفسیر ابن ابی حاتم (۲/۶۰۲) دلائل النبوة للبیهقی (۳/۲۶۹)] مزید دیکھئے: صحیح بخاری (۳۰۳۹)]

[2] [سورة آل عمران : آیت ۱۵۲]

اب جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کر دیا گیا تھا اور ہندہ نے ان کا کلیجہ لے کر چبایا تھا لیکن نگل نہ سکی تو اگل دیا' حضور علیہ السلام نے فرمایا ناممکن تھا کہ اس کے پیٹ میں حمزہ کا ذرا سا گوشت بھی چلا جائے اللہ تعالیٰ حمزہ رضی اللہ عنہ کے کسی عضوِ بدن کو جہنم میں لے جانا نہیں چاہتا۔ چنانچہ حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازے کو اپنے سامنے رکھ کر نماز جنازہ ادا کی پھر ایک انصاری رضی اللہ عنہ کا جنازہ لایا گیا وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھا گیا اور آپ نے پھر نماز جنازہ پڑھی انصاری رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھا لیا گیا لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ وہیں رہا اسی طرح ستر شخص لائے گئے اور حضرت حمزہ کی ستر دفعہ جنازے کی نماز پڑھی گئی۔ [1] (مسند)

صحیح بخاری شریف میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ احد والے دن مشرکوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کی ایک جماعت کو الگ جما دیا اور ان کا سردار حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو بنایا اور فرمادیا کہ اگر تم ہمیں ان پر غالب آیا ہوا دیکھو تو بھی یہاں سے نہ ہٹنا اور وہ ہم پر غالب آ جائیں تو بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا' لڑائی شروع ہوتے ہی اللہ کے فضل سے مشرکوں کے قدم پیچھے ہٹنے لگے یہاں تک کہ عورتیں بھی تہبند اونچا کر کر کے پہاڑوں میں ادھر ادھر دوڑنے لگیں' اب تیرانداز گروہ غنیمت غنیمت کہتا ہوا نیچے اتر آیا' ان کے امیر نے انہیں ہر چند سمجھایا لیکن کسی نے ان کی نہ سنی' بس اب مشرکین مسلمانوں کی پیٹھ کی طرف سے آن پڑے اور ستر بزرگ شہید ہو گئے' ابوسفیان ایک ٹیلے پر چڑھ کر کہنے لگا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں؟ کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہیں؟ کیا عمر رضی اللہ عنہ زندہ ہیں؟ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش رہے تو وہ خوشی کے مارے اچھل پڑا اور کہنے لگا یہ سب ہماری تلواروں کے گھاٹ اتر گئے اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تاب ضبط نہ رہی فرمانے لگے' اے اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے بحمد للہ ہم سب موجود ہیں اور تیری تباہی اور بربادی کرنے والے زندہ ہیں' پھر وہ باتیں ہوئیں جو اوپر بیان ہو چکی ہیں' [2] صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جنگ احد میں مشرکوں کو ہزیمت ہوئی اور ابلیس نے آواز لگائی اے اللہ کے بندو! اپنے پیچھے کی خبر لو اگلی جماعتیں پچھلی جماعتوں پر ٹوٹ پڑیں' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کی تلواریں ان کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ پر برس رہی ہیں ہر چند کہتے رہے کہ اے اللہ کے بندو! یہ میرے باپ یمان ہیں مگر کون سنتا تھا وہ یونہی شہید ہو گئے لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کچھ نہ کہا بلکہ فرمایا اللہ تمہیں معاف کرے' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ بھلائی ان کے آخر دم تک ان میں رہی۔ [3]

---

[1] [حسن لغیرہ : مسند احمد (۱/۴۶۳)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں عطاء بن سائب راوی مختلط ہے۔ [مجمع الزوائد (۶/۱۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند اگرچہ انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے مگر یہ روایت حسن لغیرہ ہے۔[الموسوعة الحديثية (۴۴۱۴)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة احد (۴۰۴۳) ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی الکمناء (۲۶۶۲) مسند احمد (۴/۲۹۳)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب اذ همت طائفتان (۴۰۶۵)]

سیرت ابن اسحاق میں ہے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خود دیکھا کہ مشرک مسلمانوں کے اول حملہ میں ہی بھاگ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ان کی عورتیں ہندہ وغیرہ تہبند اٹھائے تیز تیز دوڑ رہی تھیں لیکن اس کے بعد جب تیراندازوں نے مرکز چھوڑا اور کفار نے سمٹ کر پیچھے کی طرف سے ہم پر حملہ کر دیا ادھر کسی نے آواز لگائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے پھر معاملہ برعکس ہو گیا' ورنہ ہم مشرکین کے علم برداروں تک پہنچ چکے تھے اور جھنڈا اس کے ہاتھ سے گر پڑا تھا لیکن عمرہ بنت علقمہ حارثیہ عورت نے اسے تھام لیا اور قریش کا مجمع پھر جمع ہو گیا' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ یہ رنگ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے پاس آتے ہیں اور فرماتے ہیں تم نے کیوں ہمتیں چھوڑ دیں؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو شہید ہو گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تم جی کر کیا کرو گے؟ یہ کہا اور مشرکین میں گھسے پھر لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ رب العزت سے جا ملے' [1] یہ بدر والے دن جہاد میں نہیں پہنچ سکے تھے تو عہد کیا تھا کہ آئندہ اگر کوئی موقعہ آیا تو میں دکھا دوں گا' چنانچہ اس جنگ میں وہ موجود تھے جب مسلمانوں میں کھلبلی مچی تو انہوں نے کہا اللہ میں مسلمانوں کے اس کام سے معذور ہوں اور مشرکوں کے اس کام سے بری ہوں پھر اپنی تلوار لے کر آگے بڑھ گئے' راہ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہنے لگے کہاں جا رہے ہو؟ مجھے تو جنت کی خوشبو کی لپٹیں احد پہاڑ سے چلی آ رہی ہیں چنانچہ مشرکوں میں گھس گئے اور بڑی بے جگری سے لڑے یہاں تک کہ شہادت حاصل کی۔ اسی (۸۰) سے زیادہ تیر و تلوار کے زخم بدن پر آئے تھے پہچانے نہ جاتے تھے انگلی کو دیکھ کر پہچانے گئے۔ [2]

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک حاجی نے بیت اللہ شریف میں ایک مجلس دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا قریشی ہیں۔ پوچھا ان کے شیخ کون ہیں؟ جواب ملا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں' اب وہ آیا اور کہنے لگا میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پوچھو اس نے کہا آپ کو اس بیت اللہ کی حرمت کی قسم کیا آپ کو علم ہے کہ (حضرت) عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) احد والے دن بھاگ گئے تھے؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بدر والے دن بھی حاضر نہیں ہوئے تھے؟ فرمایا ہاں' کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ بیعت الرضوان میں بھی شریک نہیں ہوئے تھے؟ فرمایا یہ بھی ٹھیک ہے' اب اس نے (خوش ہو کر) تکبیر کہی' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ادھر آ' اب میں تجھے پورے واقعات سناؤں' احد کے دن کا بھاگنا تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا' بدر کے دن کی غیر حاضری کا باعث یہ ہوا کہ آپ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور وہ اس وقت سخت بیمار تھیں تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ تم نہ آؤ مدینہ میں ہی رہو

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٤٩٤٥)] اس کی سند میں قاسم راوی مجہول ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ احد (٤٠٤٨) صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب ثبوت الجنۃ للشهید (١٩٠٣)]

تمہیں اللہ تعالیٰ اس جنگ میں حاضر ہونے کا اجر دے گا اور غنیمت میں بھی تمہارا حصہ ہے' بیعت الرضوان کا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ والوں کے پاس اپنا پیغام دے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا اس لیے کہ مکہ میں جو عزت انہیں حاصل تھی کسی اور کو اتنی نہ تھی ان کے تشریف لے جانے کے بعد یہ بیعت لی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا داہنا ہاتھ کھڑا کر کے کہا یہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ ہے پھر اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا (گویا بیعت کی) پھر اس شخص سے کہا اب جاؤ اور اسے ساتھ لے جاؤ۔[1]

پھر فرمایا: ﴿اِذْ تُصْعِدُوْنَ﴾ الخ 'یعنی تم اپنے دشمن سے بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ رہے تھے اور مارے خوف ودہشت کے دوسری جانب توجہ بھی نہیں کرتے تھے رسول ﷺ کو بھی تم نے وہیں چھوڑ دیا تھا وہ تمہیں آوازیں دے رہے تھے اور سمجھا رہے تھے کہ بھاگو نہیں' لوٹ آؤ' حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشرکین کے اس خفیہ اور پر زور اور اچانک حملہ سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے کچھ تو مدینہ کی طرف لوٹ آئے' کچھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے اللہ کے نبی آوازیں دیتے رہے کہ اللہ کے بندو میری طرف آؤ' اللہ کے بندو میری طرف آؤ' اس واقعہ کا بیان اس آیت میں ہے'[2] عبداللہ بن زبعری شاعر نے اس واقعہ کو نظم میں بھی ادا کیا ہے' آنحضرت ﷺ اس وقت صرف بارہ آدمیوں کے ساتھ رہ گئے تھے'[3] مسند احمد کی ایک طویل حدیث میں بھی ان تمام واقعات کا ذکر ہے' دلائل النبوۃ میں ہے کہ جب ہزیمت ہوئی تب حضور ﷺ کے ساتھ صرف گیارہ شخص رہ گئے اور ایک حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہما تھے' آپ پہاڑ پر چڑھنے لگے لیکن مشرکین نے آ گھیرا آپ نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کوئی ہے جو ان سے مقابلہ کرے' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس آواز پر فوراً لبیک کہا اور تیار ہو گئے لیکن آپ نے فرمایا تم ابھی ٹھہر جاؤ اب ایک انصاری تیار ہوئے اور وہ ان سے لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہوئے' اسی طرح سب کے سب ایک ایک کر کے شہید ہو گئے اور اب صرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رہ گئے گو یہ بزرگ ہر مرتبہ تیار ہو جاتے تھے لیکن حضور ﷺ انہیں روک لیا کرتے تھے آخر یہ مقابلہ پر آئے اور اس طرح جم کر لڑے کہ ان سب کی لڑائی ایک طرف اور یہ ایک طرف' اس لڑائی میں ان کی انگلیاں کٹ گئیں تو زبان سے حس نکل گیا آپ نے فرمایا اگر تم بسم اللہ کہہ دیتے یا اللہ کا نام لیتے تو تمہیں فرشتے اٹھا لیتے اور آسمان کی بلندی کی طرف لے چڑھتے اور لوگ دیکھتے رہتے' اب نبی ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں پہنچ چکے تھے۔[4] صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہاتھ جسے انہوں نے ڈھال بنایا تھا شل ہو گیا تھا۔[5]

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی: باب مناقب عثمان بن عفان (٣٦٩٩)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٣٠١/٧)]

[3] [صحیح: مسند احمد (٢٩٣/٤) صحیح بخاری (٣٠٣٩)]

[4] [حسن: نسائی: کتاب الجهاد: باب ما یقول من یطعنه العدو (٣١٥١) بیهقی فی دلائل النبوة (٢٣٦/٣)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب اذا همت طائفتان (٤٠٦٣)]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے احد والے دن تمام تیر پھیلا دیئے اور فرمایا تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں' لے مشرکین کو مار' [1] آپ اٹھا اٹھا کر دیتے جاتے تھے اور میں تاک تاک کر مشرکین کو مارتا جاتا تھا اس دن میں نے دو شخصوں کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں تھے اور سخت تر جنگ کر رہے تھے میں نے نہ تو اس سے پہلے کبھی انہیں دیکھا تھا' نہ اس کے بعد' یہ دونوں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام تھے' [2] ایک اور روایت میں ہے کہ جو بزرگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھگدڑ کے بعد تھے اور ایک ایک ہو کر شہید ہوئے تھے انہیں آپ فرماتے جاتے تھے کہ کوئی ہے جو انہیں روکے اور جنت میں جائے میرا رفیق بنے۔ [3]

ابی بن خلف نے مکہ میں قسم کھائی تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کروں گا' جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا وہ تو نہیں بلکہ میں ان شاء اللہ اسے قتل کروں گا احد والے دن یہ خبیث سرتا پا لوہے میں غرق زرہ بکتر لگائے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا اور یہ کہتا آتا تھا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بچ گئے تو میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالوں گا ادھر سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اس ناہنجار کی طرف بڑھے لیکن آپ شہید ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف بڑھے اس کا سارا جسم لوہے میں چھپا ہوا تھا صرف ذرا سی پیشانی نظر آ رہی تھی آپ نے اپنا نیزہ تاک کر وہیں لگایا جو ٹھیک نشانے پر بیٹھا اور یہ تیورا کر گھوڑے پر سے گرا گو اس زخم سے خون بھی نہ نکلا تھا لیکن اس کی یہ حالت تھی کہ بلبلا رہا تھا لوگوں نے اسے اٹھا لیا لشکر میں لے گئے اور تشفی دینے لگے کہ ایسا کوئی کاری زخم نہیں لگا' کیوں اس قدر نامردی کرتا ہے آخر ان کے طعنوں سے مجبور ہو کر اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں ابی کو قتل کروں گا سچ مانو اب میں کبھی نہیں بچ سکتا تم اس پر نہ جاؤ کہ مجھے ذرا سی خراش ہی آئی ہے اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کل اہل ذی المجاز کو اتنا زخم اس ہاتھ سے لگ جاتا تو سب ہلاک ہو جاتے پس یونہی تڑپتے تڑپتے اور بلکتے بلکتے اس جہنمی کی ہلاکت ہوئی اور مر کر جہنم رسید ہوا۔ [4]

مغازی محمد بن اسحاق میں ہے کہ جب یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے مقابلہ کی خواہش کی لیکن آپ نے انہیں روک دیا اور فرمایا اسے آنے دو جب وہ قریب آ گیا تو آپ نے حضرت حارث بن

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المناقب : باب مناقب سعد بن ابی وقاص (۳۷۲۵) و کتاب المغازی (۴۰۵۵) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب فضل سعد بن ابی وقاص (۲۴۱۲) ترمذی : کتاب الادب : باب ماجآء فی فداك ابی وامی (۲۸۲۹) ابن ماجه : مقدمه : باب فضل سعد بن ابی وقاص (۱۳۰) مسند احمد (۱۷۴/۱)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب اذ همت طائفتان منکم (۴۰۵٤) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب اکرامه بقتال الملائکة معه (۲۳۰٦) مسند احمد (۱۷۱/۱)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب غزوة احد (۱۷۸۹)]

[4] [مرسل وضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (۲۵۸/۳) سیرة ابن هشام (٦۰۱/۳)]

صمہ رضی اللہ عنہ سے نیزہ لے کر اس پر حملہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں نیزہ دیکھتے ہی وہ کانپ اٹھا ہم نے اسی وقت سمجھ لیا کہ اس کی خیر نہیں آپ نے اس کی گردن پر وار کیا اور وہ لڑکھڑا کر گھوڑے پر سے گرا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ بطن رابغ میں اس کافر کو موت آئی' ایک مرتبہ میں پچھلی رات یہاں سے گزرا تو میں نے ایک جگہ سے آگ کے دہشت ناک شعلے اٹھتے ہوئے دیکھے اور دیکھا کہ ایک شخص کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے اس آگ میں گھسیٹا جا رہا ہے اور وہ پیاس پیاس کر رہا ہے اور دوسرا شخص کہتا ہے اسے پانی نہ دینا یہ پیغمبر کے ہاتھ کا مارا ہوا ہے یہ ابی بن خلف ہے۔ [1] بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ہے آپ اپنے سامنے کے چار دانتوں کی طرف جنہیں مشرکین نے احد والے دن شہید کیا تھا اشارہ کر کے فرما رہے تھے اللہ کا سخت تر غضب ان لوگوں پر ہے جنہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ کیا اور اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا غضب ہے جسے اللہ کا رسول اللہ کی راہ میں قتل کرے۔ [2] اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کا چہرہ زخمی کیا' [3] عتبہ بن ابی وقاص کے ہاتھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ زخم لگا تھا سامنے کے چار دانت ٹوٹ گئے تھے' رخسار پر زخم آیا تھا اور ہونٹ پر بھی' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے مجھے جس قدر اس شخص کے قتل کی حرص تھی کسی اور کے قتل کی نہ تھی۔ یہ شخص بڑا بدخلق تھا اور ساری قوم سے اس کی دشمنی تھی۔ اس کی برائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کافی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کرنے والے پر اللہ سخت غضبناک ہے' [4] عبدالرزاق میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بددعا کی کہ اے اللہ سال بھر میں یہ ہلاک ہو جائے اور کفر پر اس کی موت ہو چنانچہ یہی ہوا اور یہ بدبخت کافر مرا اور جہنم واصل ہوا۔ [5]

ایک مہاجر کا بیان ہے کہ چاروں طرف سے احد والے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی لیکن اللہ کی قدرت سے وہ سب پھیر دیئے جاتے تھے' عبداللہ بن شہاب زہری نے اس دن قسم کھا کر کہا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا دو وہ آج میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا اگر وہ نجات پا گیا تو میری نجات نہیں اب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لپکا اور بالکل آپ کے پاس آ گیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نظر ہی نہ آئے جب وہ نامراد پلٹا تو صفوان نے اسے طعنہ زنی کی اس نے کہا اللہ کی قسم میں نے انہیں دیکھا ہی نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محفوظ ہیں ہمارے ہاتھ نہیں لگنے کے سنو! ہم چار شخصوں نے

---

[1] [ضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (۳/ ۲۰۹)] اس میں واقدی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب ما اصاب النبی من الجراح یوم احد (۴۰۷۳) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب اشتداد غضب الله علی من قتله رسول الله (۱۷۹۳)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری (۴۰۷۴) مسند احمد (۱/ ۲۸۷) ابویعلی (۲۳۶۶)]

[4] [ضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (۳/ ۲۶۵)] اس میں ایک راوی مجہول ہے۔]

[5] [ضعیف و مرسل : بیهقی فی دلائل النبوة (۳/ ۲۶۵) عبدالرزاق (۹۶۴۹)]

ان کے قتل کا پختہ مشورہ کیا تھا اور آپس میں عہد و پیمان کیے تھے ہم نے ہر چند چاہا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ (1) واقدی کہتے ہیں لیکن ثابت شدہ بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کی پیشانی کو زخمی کرنے والا ابن قمیئہ اور ہونٹ اور دانتوں پر صدمہ پہچانے والا عتبہ بن ابی وقاص تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میرے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب احد کا ذکر فرماتے تو صاف کہتے کہ اس دن کی تمام تر فضیلت کا سہرا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے سر ہے میں جب لوٹ کر آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص حضور ﷺ کی حمایت میں جان ٹکائے لڑ رہا ہے میں نے کہا اللہ کرے یہ طلحہ ہو اب جو قریب آ کر دیکھا تو طلحہ رضی اللہ عنہ ہی تھے میں نے کہا الحمد للہ! میری ہی قوم کا ایک شخص ہے' میرے اور مشرکوں کے درمیان ایک شخص تھا جو مشرکین میں کھڑا ہوا تھا لیکن اس کے بے پناہ حملے مشرکوں کی ہمت توڑ رہے تھے غور سے دیکھا تو وہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے' اب جو میں نے بغور حضور ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ کے سامنے کے دانت ٹوٹ گئے ہیں چہرہ زخمی ہو رہا ہے اور پیشانی میں زرہ کی دو کڑیاں کھب گئی ہیں میں آپ کی طرف لپکا لیکن آپ نے فرمایا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی خبر لو میں نے چاہا کہ حضور ﷺ کے چہرے میں سے دونوں کڑیاں نکالوں لیکن حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مجھے قسم دے کر روک دیا اور خود قریب آئے اور ہاتھ سے نکالنے میں زیادہ تکلیف محسوس کر کے دانتوں سے پکڑ کر ایک کو نکال لیا لیکن اس میں انکا دانت بھی ٹوٹ گیا میں نے اب بھی چاہا کہ دوسری میں نکال لوں لیکن حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے پھر قسم دی تو میں رک رہا' انہوں نے پھر دوسری کڑی نکالی اب کی مرتبہ بھی ان کے دانت ٹوٹے اس سے فارغ ہو کر ہم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے ہم نے دیکھا کہ ستر سے زیادہ زخم انہیں لگ چکے ہیں' انگلیاں کٹ گئی ہیں ہم نے پھر ان کی بھی خبر لی (2) حضور کے زخم کا خون حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے چوسا تاکہ خون تھم جائے پھر ان سے کہا گیا کہ کلی کر ڈالو لیکن انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں کلی نہیں کروں گا پھر میدانِ جنگ میں چلے گئے حضور ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص جنتی شخص کو دیکھنا چاہتا ہو تو انہیں دیکھ لے۔ چنانچہ یہ اسی میدان میں شہید ہوئے۔ (3)

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ کا چہرہ زخمی ہوا' سامنے کے دانت ٹوٹے' سر کا خود ٹوٹا' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خون دھوتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لا لا کر ڈالتے جاتے تھے جب دیکھا کہ خون کسی طرح تھمتا ہی نہیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بوریا جلا کر اس کی راکھ زخم پر رکھ دی جس سے خون

---

(1) [ضعیف : مغازی الواقدی (۱/۲۳۸) اس میں اسحاق بن ابی فروہ راوی متروک الحدیث ہے۔]

(2) [ضعیف : طیالسی (٦) الضیاء المقدسی فی المختارة (۱/۱۳٦) بزار (۱۷۹۱)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے اس میں اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ راوی متروک ہے۔[مجمع الزوائد (٦/۱۱۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اسحاق بن طلحہ کے ضعف کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔]

(3) [ضعیف ومرسل : بیہقی فی دلائل النبوة (۵/۲٦٦)]

بند ہوا۔ [1] پھر فرماتا ہے، تمہیں غم پہ غم پہنچا' ﴿بِغَمٍّ﴾ کا ﴿با﴾ معنی میں ﴿علی﴾ کے ہے۔ جیسے ﴿فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ (طه / ۷۱) میں ﴿فِیْ﴾ معنی میں ﴿علی﴾ کے ہے' ایک غم تو شکست کا تھا جبکہ یہ مشہور ہوگیا کہ (اللہ نہ کرے) حضور ﷺ کی جان پر بن آئی' دوسرا غم مشرکوں کو پہاڑ کے اوپر غالب آ کر چڑھ جانے کا جبکہ حضور ﷺ فرماتے تھے یہ بلندی کے لائق نہ تھے' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک غم شکست کا دوسرا غم حضور ﷺ کے قتل کی خبر کا اور یہ غم پہلے غم سے زیادہ تھا' اسی طرح یہ بھی ہے کہ ایک غم تو غنیمت کا ہاتھ میں آ کر نکل جانے کا تھا دوسرا شکست ہونے کا' اسی طرح ایک اپنے بھائیوں کے قتل کا غم دوسرا حضور ﷺ کی نسبت ایسی منحوس خبر کا غم۔ پھر فرماتا ہے جو غنیمت اور فتح مندی تمہارے ہاتھوں سے گئی اور جو زخم وشہادت ملی اس پر غم نہ کھاؤ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو بلندی اور جلال والا ہے وہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔



[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد والسیر: باب لبس البیضة (۲۹۱۱) و کتاب المغازی (۴۰۷۵) و کتاب الطب (۵۷۲۲) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب غزوة احد (۱۷۹۰) ابن ماجه: کتاب الطب: باب دواء الجراحة (۳۴۶۴)]

ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغۡشٰى طَآٮِٕفَةً مِّنۡكُمۡ‌ۙ وَطَآٮِٕفَةٌ قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ يَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَـقِّ ظَنَّ الۡجَـاهِلِيَّةِ‌ ؕ يَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَىۡءٍ‌ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡاَمۡرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ‌ ؕ يُخۡفُوۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ مَّا لَا يُبۡدُوۡنَ لَكَ‌ ؕ يَقُوۡلُوۡنَ لَوۡ كَانَ لَنَا مِنَ الۡاَمۡرِ شَىۡءٌ مَّا قُتِلۡنَا هٰهُنَا ‌ؕ قُلۡ لَّوۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ بُيُوۡتِكُمۡ لَبَرَزَ الَّذِيۡنَ كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقَتۡلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمۡ‌ۚ وَلِيَبۡتَلِىَ اللّٰهُ مَا فِىۡ صُدُوۡرِكُمۡ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ‏ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡكُمۡ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّهُمُ الشَّيۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا كَسَبُوۡا ‌ۚ وَلَقَدۡ عَفَا اللّٰهُ عَنۡهُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ‏ ﴿۱۵۵﴾ ع

پھراس نے اس غم کے بعدتم پر امن نازل فرمایااورتم میں سے ایک جماعت کوامن کی نیند آنے لگی ہاں کچھ وہ لوگ بھی تھے کہ انہیں اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی وہ اللہ کے ساتھ ناحق جہالت بھری بدگمانیاں کر رہے تھے اور کہتے تھے کیا ہمیں بھی کسی چیز کا اختیار ہے؟ تو کہہ دے کہ کام تو کل کا کل اللہ کے اختیار میں ہے یہ لوگ اپنے دلوں کے بھید تجھے نہیں بتاتے' کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کچھ بھی اختیار ہوتا تو یہاں قتل نہ کیے جاتے' کہہ دے اگرتم اپنے گھروں میں ہوتے پھر بھی جن کی قسمت میں قتل ہونا تھا وہ تو مقتل کی طرف نکل کھڑے ہوتے' اللہ تعالیٰ کوتمہارے سینوں کی باتوں کا آزمانا اور تمہارے دل کے ارادوں کا نکھارنا تھا' اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید سے آگاہ ہے ○ تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ دکھائی جس دن دونوں جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوگئی تھی یہ لوگ اپنے بعض کرتوتوں کے باعث شیطانی اغوا میں آ گئے' لیکن یقین جانو کہ اللہ نے انہیں معاف فرمادیا اللہ تعالیٰ ہے بخشنے والا اور تحمل والا ○

میدان جنگ میں ایمان کا امتحان: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اس غم ورنج کے وقت جو احسان فرمایا تھا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ اس نے ان پر اونگھ ڈال دی ہتھیار ہاتھ میں ہیں دشمن سامنے ہے لیکن دل میں اتنی تسکین ہے کہ آنکھیں اونگھ سے جھکیں جا رہی ہیں جو امن وامان کا نشان ہے جیسے سورہ انفال میں بدر کے واقعہ میں ہے ﴿اِذۡ يُغَشِّيۡكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنۡهُ﴾ (الانفال/۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن بصورت اونگھ نازل ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لڑائی کے وقت ان کی اونگھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہے اور نماز میں اونگھ کا آنا شیطانی حکمت ہے' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ احد والے دن مجھے اس زور کی اونگھ آنے لگی کہ بار بار تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی' آپ فرماتے ہیں جب میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو تقریباً ہر شخص کو اسی حالت میں پایا[1] ہاں البتہ ایک جماعت وہ بھی تھی جن کے دلوں میں نفاق تھا یہ مارے خوف ودہشت کے ہلکان ہو رہے

[1] [صحیح: صحیح بخاری تعلیقا: کتاب المغازی: باب ثم انزل علیکم من بعد الغم (۴۰۶۸)، (۴۵۶۲) مسند احمد (۴/۲۹)]

تھے اور ان کی بدگمانیاں اور برے خیال حد کو پہنچ گئے تھے‘ [1] پس اہل ایمان‘ اہل یقین‘ اہلِ ثبات‘ اہلِ توکل اور اہل صدق تو یقین کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی ضرور مدد کرے گا اور ان کی منہ مانگی مراد پوری ہو کر رہے گی‘ لیکن اہلِ نفاق‘ اہلِ شک‘ بے یقین‘ ڈھلمل ایمان والوں کی عجب حالت تھی ان کی جان عذاب میں تھی وہ ہائے وائے کر رہے تھے اور ان کے دل میں طرح طرح کے وسواس پیدا ہو رہے تھے انہیں یقین کامل ہو گیا تھا کہ اب مرے‘ وہ جان چکے تھے کہ رسول اور مومن (نعوذ باللہ) اب بچ کر نہیں جائیں گے اب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں‘ فی الواقع منافقوں کا یہی حال ہے کہ جہاں ذرا نیچا پانسہ دیکھا تو ناامیدی کی گھنگھور گھٹاؤں نے انہیں گھیر لیا ان کے برخلاف ایماندار بد سے بدتر حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھتا ہے۔

ان کے دلوں کے خیالات یہ تھے کہ اگر ہمارا کچھ بھی بس چلتا تو آج کی موت سے بچ جاتے اور چپکے چپکے یوں کہتے بھی تھے‘ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس سخت خوف کے وقت ہمیں تو اس قدر نیند آنے لگی کہ ہماری ٹھوڑیاں سینوں سے لگ گئیں میں نے اپنی اسی حالت میں معتب بن قشیر کے یہ الفاظ سنے کہ اگر ہمیں کچھ بھی اختیار ہوتا تو یہاں قتل نہ ہوتے‘ [2] اللہ تعالیٰ انہیں فرماتا ہے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہیں مرنے کا وقت نہیں ٹلتا گو تم گھروں میں ہوتے لیکن پھر بھی جن پر یہاں کٹنا لکھا جا چکا تھا وہ گھروں کو چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے اور یہاں میدان میں آ کر ڈٹ گئے اور اللہ کا لکھا پورا اترا۔ یہ وقت اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے ارادوں اور تمہارے مخفی بھیدوں کو بے نقاب کرے‘ اس آزمائش سے بھلے اور برے‘ نیک اور بد میں تمیز ہو گئی‘ اللہ تعالیٰ جو دلوں کے بھیدوں اور ارادوں سے پوری طرح واقف ہے‘ اس نے اس ذرا سے واقعہ سے منافقوں کو بے نقاب کر دیا اور مسلمانوں کا بھی ظاہری امتحان ہو گیا۔ اب سچے مسلمانوں کی لغزش کا بیان ہو رہا ہے جو انسانی کمزوری کی وجہ سے ان سے سرزد ہوئی۔ فرماتا ہے شیطان نے یہ لغزش ان سے کرائی دراصل یہ سب ان کے عمل کا نتیجہ تھا‘ نہ یہ رسول ﷺ کی نافرمانی کرتے‘ نہ ان کے قدم اکھڑتے‘ انہیں اللہ تعالیٰ معذور جانتا ہے اور ان سے اس نے درگزر فرما لیا اور ان کی اس خطا کو معاف کر دیا‘ اللہ کا کام ہی درگزر کرنا‘ بخشنا‘ معاف فرمانا‘ حلم اور بردباری برتنا تحمل اور عفو کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ کی اس لغزش کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔

مسند احمد میں ہے کہ ولید بن عقبہ نے ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا آخر تم امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اس قدر کیوں بگڑے ہوئے ہو؟ انہوں نے کہا اس سے کہہ دو کہ میں نے احد والے دن فرار نہیں کیا‘ بدر کے غزوے میں غیر حاضر نہیں رہا اور نہ سنتِ عمر رضی اللہ عنہ ترک کی‘ ولید نے جا کر حضرت

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ ال عمران (۳۰۰۸) مستدرك حاکم (۲۹۷/۲)] امام حاکم ؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

[2] [حسن: تفسیر ابن جریر الطبری (۸۰۹۳) تفسیر ابن ابی حاتم (۶۲۰/۲) بیهقی (۲۷۳/۳)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے هیں۔]

عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ قرآن کہہ رہا ہے ﴿وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ﴾ یعنی احد والے دن کی اس لغزش سے اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمایا' پھر جس خطا کو اللہ نے معاف کر دیا اس پر عذر لانا کیا؟ بدر والے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ''میری بیوی'' حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں مصروف تھا یہاں تک کہ وہ اسی بیماری میں فوت ہوگئیں چنانچہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں سے پورا حصہ دیا اور ظاہر ہے کہ حصہ انہیں ملتا ہے جو موجود ہوں پس حکماً میری موجودگی ثابت ہے' رہی سنت عمر رضی اللہ عنہ اس کی طاقت نہ مجھ میں ہے' نہ عبدالرحمن میں' جاؤ انہیں یہ جواب بھی پہنچا دو۔ [1]

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا
فِى الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ
اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١٥٦﴾
وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا
يَجْمَعُوْنَ ﴿١٥٧﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾

ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں کے حق میں جبکہ وہ سفر میں ہوں' یا جہاد میں ہوں کہا کہ اگر یہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے نہ مارڈالے جاتے' اس کی وجہ یہ تھی کہ اس خیال کو اللہ تعالیٰ ان کی دلی حسرت کا سبب بنادے' اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہے' اور اللہ تمہارے ہر ہر عمل کو دیکھ رہا ہے ○ قسم ہے اگر تم اللہ کی راہ میں شہید کیے جاؤ' یا اپنی موت مرو بیشک اللہ کی بخشش و رحمت اس سے بہتر ہے جسے یہ جمع کر رہے ہیں ○ بالیقین خواہ تم مر جاؤ خواہ مار ڈالے جاؤ جمع تو اللہ کی طرف ہی کیے جاؤ گے ○

موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو کافروں جیسے فاسد اعتقاد رکھنے کی ممانعت فرما رہا ہے یہ کفار سمجھتے تھے کہ ان کے لوگ جو سفر میں یا لڑائی میں مرے اگر وہ سفر اور لڑائی نہ کرتے تو نہ مرتے' پھر فرماتا ہے کہ یہ باطل خیال بھی ان کی حسرت وافسوس کو بڑھانے والا ہے' دراصل موت وحیات اللہ کے ہاتھ ہے مرتا ہے اس کی چاہت سے اور زندگی ملتی ہے تو اس کے ارادے سے' تمام امور کا جاری کرنا اس کے قبضہ میں ہے اس کی قضا وقدر ٹلتی نہیں اس کے علم سے اور اس کی نگاہ سے کوئی چیز باہر نہیں تمام مخلوق کے ہر ہر امر کو وہ بخوبی جانتا ہے۔ دوسری آیت بتلا رہی ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونا یا مرنا اللہ کی مغفرت ورحمت کا ذریعہ ہے اور یہ قطعاً دنیا ومافیہا سے بہتر ہے کیونکہ یہ فانی ہے اور وہ باقی اور ابدی ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ خواہ کسی طرح دنیا چھوڑو مر کر یا قتل ہو کر لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے پھر اپنے اعمال کا بدلہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے برا ہو تو بھلا ہو تو۔

[1] [حسن: مسند احمد (۱/ ۶۸) مجمع الزوائد (۷/ ۲۲۶) مسند بزار (۳۸۰)] شیخ احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں عاصم راوی حسن الحدیث ہے اور باقی راوی ثقہ ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا
مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿١٥٩﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ
لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٦٠﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۭ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ
ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ
اللّٰهِ كَمَنْۢ بَاۗءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ
عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ
فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٦٤﴾

النصف

اللہ کی رحمت کے باعث تو ان پر نرم دل ہے اور اگر تو بدزبان اور سخت ہوتا تو یہ سب تیرے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے‘ تو ان سے درگزر کر اور ان کے لیے استغفار کر اور کام کا مشورہ ان سے کر لیا کر‘ پھر جب تیرا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کر‘ بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ○ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا‘ اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟ ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے ○ ناممکن ہے کہ نبی سے خیانت ہو جائے‘ ہر خیانت کرنے والا خیانت کو لیے ہوئے قیامت کے دن حاضر ہوگا‘ پھر ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ ظلم نہ کیے جائیں گے ○ کیا پس وہ شخص جو اللہ کی خوشنودی کے درپے ہے اس شخص جیسا ہے؟ جو اللہ کی ناراضگی لے کر لوٹتا ہے؟ اور جس کی جگہ جہنم ہے‘ جو بدترین جگہ ہے ○ اللہ کے پاس یہ بڑے مرتبوں پر ہیں‘ ان کے تمام اعمال اللہ بخوبی دیکھ رہا ہے ○ بیشک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے‘ یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ○

نرم مزاج پیغمبر محمد ﷺ: اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر اور مسلمانوں پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ نبی کے ماننے والوں اور ان کی نافرمانی سے بچنے والوں کے لیے اللہ نے نبی کے دل کو نرم کر دیا اگر اس کی رحمت نہ ہوتی تو اتنی نرمی اور آسانی نہ ہوتی‘ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿ مَا ﴾ صلہ ہے جو معرفہ کے ساتھ عرب ملا دیا کرتے ہیں۔ جیسے ﴿ فَبِمَا نَقْضِهِمْ ﴾ (المائدہ/۱۳) الخ‘ میں اور نکرہ کے ساتھ بھی ملا دیتے ہیں جیسے ﴿ عَمَّا قَلِيْلٍ ﴾ [1] میں اسی

[1] [سورۃ المومنون : آیت ۴۰]

طرح یہاں ہے، یعنی اللہ کی رحمت سے تو ان کے لیے نرم دل ہوا ہے، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ہیں جن پر آپ کی بعثت ہوئی ہے یہ آیت ٹھیک اس آیت جیسی ہے ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ﴾ (التوبہ / ۱۲۸) الخ، یعنی تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے جس پر تمہاری مشقت گراں گزرتی ہے جو تمہاری بھلائی کے حریص ہیں، جو مومنوں پر شفقت اور رحم کرنے والے ہیں، مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے ابوامامہ! بعض مومن وہ ہیں جن کے لیے میرا دل تڑپ اٹھتا ہے۔[1] ﴿فَظًّا﴾ سے مراد یہاں سخت کلام ہے کیونکہ اس کے بعد ﴿غَلِيْظَ الْقَلْبِ﴾ کا لفظ ہے، یعنی سخت دل، فرمان ہے کہ اے نبی اکرم تم سخت کلام اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے منتشر ہو جاتے اور تمہیں چھوڑ دیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ کے جاں نثار وشیدا بنا دیا ہے اور آپ کو بھی ان کے لیے محبت اور نرمی عطا فرمائی، اور تاکہ ان کے دل آپ سے لگے رہیں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتوں کو اگلی کتابوں میں بھی پاتا ہوں کہ آپ سخت کلام، سخت دل، بازاروں میں شور مچانے والے اور برائی کا بدلہ برائی سے لینے والے نہیں بلکہ درگزر کرنے والے اور معافی دینے والے ہیں،[2] ترمذی کی ایک غریب حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوگوں کی آؤ بھگت خیر خواہی اور چشم پوشی کا مجھے اللہ کی جانب سے اسی طرح کا حکم کیا گیا ہے جس طرح فرائض کی پابندی کا۔[3]

چنانچہ اس آیت میں بھی فرمان ہے تو ان سے درگزر کر، ان کے لیے استغفار کر، اور کاموں کا مشورہ ان سے لیا کر، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اپنے کاموں میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے، جیسے کہ بدر والے دن قافلے کی طرف بڑھنے کے لیے مشورہ لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اگر آپ سمندر کے کنارے پر کھڑا کر کے ہمیں فرمائیں گے کہ اس میں کود پڑو اور اس پار نکلو تو ہم سرتابی نہ کریں گے اور اگر ہمیں برک الغماد تک لے جانا چاہیں تو بھی ہم آپ کے ساتھ ہیں ہم وہ نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے صحابیوں کی طرح کہہ دیں کہ تو اور تیرا رب لڑ لے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بائیں صفیں باندھ کر، جم کر دشمنوں کا مقابلہ کریں گے،[4] اسی طرح آپ نے اس بات کا مشورہ بھی لیا کہ منزل کہاں ہو؟ اور منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں سے آگے بڑھ کر ان کے سامنے ہو، اسی طرح احد کے موقعہ پر بھی آپ نے مشورہ کیا کہ آیا مدینہ میں رہ کر لڑیں یا باہر نکلیں اور جمہور کی رائے یہی ہوئی کہ باہر میدان میں جا کر لڑنا چاہیے چنانچہ آپ نے یہی کیا اور آپ نے جنگِ اَحزاب کے موقعہ پر بھی اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ مدینہ کے پھلوں کی پیداوار کا تہائی حصہ دینے کا وعدہ کر کے مخالفین سے مصالحت کر لی جائے؟ تو حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے اس کا انکار کیا اور آپ نے اس مشورے کو قبول کر لیا اور مصالحت چھوڑ دی، اسی طرح آپ نے حدیبیہ والے دن اس امر کا

---

[1] [حسن: مسند احمد (۵/۲۶۷)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب انا ارسلنك شاهدا (۴۸۳۸)]

[3] [ضعیف: ابن عدی فی الکامل (۲/۱۰)] اس میں بشر بن عبید راوی ضعیف ہے۔ [میزان (۱۲۰۵)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب قصه غزوة بدر (۳۹۵۲)]

مشورہ کیا کہ آیا مشرکین کے گھروں پر دھاوا بول دیں؟ تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہمارا ارادہ صرف عمرے کا ہے چنانچہ اسے بھی آپ نے منظور فرما لیا' اسی طرح جب منافقین نے آپ کی بیوی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو آپ نے فرمایا اے مسلمانو مجھے مشورہ دو کہ ان لوگوں کا میں کیا کروں جو میرے گھر والوں کو بدنام کر رہے ہیں؟ اللہ کی قسم میرے گھر والوں میں کوئی برائی نہیں اور جس شخص کے ساتھ تہمت لگا رہے ہیں واللہ! میرے نزدیک تو وہ بھی بھلا آدمی ہے [1] اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جدائی کے لیے حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما سے مشورہ لیا' غرض لڑائی کے کاموں میں اور دیگر امور میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کرتے تھے' اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ مشورے کا حکم آپ کو بطورِ وجوب کے دیا تھا یا اختیاری امر تھا تاکہ لوگوں کے دل خوش رہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ کرنے کا حکم ہے۔ [2] (حاکم) یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور آپ کے وزیر تھے اور مسلمانوں کے باپ ہیں۔ [3] (کلبی) مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بزرگوں سے فرمایا اگر تمہاری دونوں کی کسی امر میں ایک رائے ہو جائے تو میں تمہارے خلاف کبھی نہ کروں گا' [4] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوتا ہے کہ عزم کے کیا معنی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا جب عقلمند لوگوں سے مشورہ کیا جائے پھر ان کی مان لینا۔ [5] (ابن مردویہ)

ابن ماجہ میں آپ کا یہ فرمان بھی مروی ہے کہ جس سے مشورہ کیا جائے وہ امین ہو' ابوداؤد' ترمذی' نسائی وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں' [6] اور روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے مشورہ لے تو اسے چاہیے بھلی بات کا مشورہ دے۔ [7] (ابن ماجہ) پھر فرمایا جب تم کسی کام کا مشورہ کر چکو پھر اس کے کرنے کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

---

[1] [صحیح: صحيح بخاري : كتاب التفسير (٤٧٥٧)]

[2] [صحیح: مستدرك حاكم (٧٠/٣)] امام حاکمؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ حقیقت بھی وہی ہے جو ان دونوں بزرگوں نے کہا یعنی یہ روایت صحیح ہے۔]

[3] [ضعیف: اس کی سند میں محمد بن سائب کلبی راوی ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف جدا: مسند احمد (٢٢٧/٤) مجمع الزوائد (٥٣/٩) الدر المنثور للسيوطى (١٦٠/٢)] اس میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شہر بن حوشب کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٧٩٩٤)]

[5] [الدر المنثور للسيوطى (١٦٠/٢)]

[6] [صحیح: ابوداؤد : كتاب الادب : باب فى المشورة (٥١٢٨) ابن ماجه : كتاب الادب : باب المستشار مؤتمن (٣٧٤٥) ترمذى : كتاب الادب : باب ما جاء ان المستشار مؤتمن (٢٨٢٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ابوداود ، السلسلة الصحيحة (١٦٤١)]

[7] [ضعیف: ابن ماجه : كتاب الادب : باب المستشار الموتمن (٣٧٤٧)] حافظ بوصیریؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے کیونکہ اس میں ابن ابی لیلیٰ راوی ضعیف ہے۔ [الزوائد (١٢٠/٤)] شیخ البانیؒ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعيفة (٢٣١٦)]

پھر دوسری آیت کا ارشاد بالکل اسی طرح کا ہے جو پہلے گزرا ہے کہ ﴿ وَمَا النَّصْرُ اِلاَّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴾ (ال عمران / ١٢٦) یعنی مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو غالب ہے اور حکمتوں والا ہے، پھر حکم دیتا ہے کہ مومنوں کو توکل اور بھروسہ ذات باری پر ہی ہونا چاہیے۔

پھر فرماتا ہے نبی کو لائق نہیں کہ وہ خیانت کرے، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بدر کے دن ایک سرخ رنگ کی چادر نہیں ملتی تھی تو لوگوں نے کہا شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی ہو اس پر یہ آیت اتری۔ (ترمذی) [1] اور روایت میں ہے کہ منافقوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی چیز کی تہمت لگائی تھی جس پر آیت ﴿ وَمَا كَانَ ﴾ اتری، پس ثابت ہوا کہ اللہ کے رسول رسولوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی خیانت سے بیجا طرفداری سے مبرا اور منزہ ہیں خواہ وہ مال کی تقسیم ہو یا امانت کی ادائیگی ہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ نبی جانبداری نہیں کر سکتا کہ بعض لشکریوں کو دے اور بعض کو ان کا حصہ نہ پہنچائے، اس آیت کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ نبی اللہ کی نازل کردہ کسی چیز کو چھپا لے اور امت تک نہ پہنچائے۔

﴿ يُغَلَّ ﴾ کو یُ کے پیش سے بھی پڑھا گیا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ نبی کی ذات ایسی نہیں کہ ان کے پاس والے ان کی خیانت کریں، چنانچہ حضرت قتادہ اور حضرت ربیع رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ بدر کے دن آپ کے اصحاب نے مالِ غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے کچھ لے لیا تھا اس پر یہ آیت اتری۔ (ابن جریر)

پھر خائن لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے اور سخت عذاب کی خبر دی جاتی ہے۔ احادیث میں بھی اس کی بابت بہت کچھ سخت وعید ہے چنانچہ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ سب سے بڑا خیانت کرنے والا وہ شخص ہے جو پڑوسی کے کھیت کی زمین یا اس کے گھر کی زمین دبا لے اگر ایک ہاتھ زمین بھی ناحق اپنی طرف کر لے گا تو ساتوں زمینوں کا طوق اسے پہنایا جائے گا۔ [2] مسند کی اور حدیث میں ہے جسے ہم حاکم بنائیں اگر اس کا گھر نہ ہو تو وہ گھر بنا سکتا ہے، بیوی نہ ہو تو کر سکتا ہے، اس کے سوا اگر کچھ اور لے گا تو خائن ہوگا، [3] یہ حدیث ابوداؤد میں بھی دیگر الفاظ سے منقول ہے، [4] ابن

---

[1] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الحروف والقراءات (٣٩٧١) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن (٣٠٠٩) تفسیر ابن جریر الطبری (٨١٣٥)] امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، السلسلة الصحیحة (٢٧٨٨)]

[2] [حسن بالشواهد: مسند احمد (٣٤١/٥) طبرانی کبیر (٣٤٦٣) المطالب العالية (١٥٧٤)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [فتح الباري (١٠٥/٥)] امام ہیثمیؒ اور امام منذریؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (١٧٨/٤) الترغیب والترهیب (١٦/٣)] مزید شواہد کے لیے دیکھئے: صحیح بخاری (٢٤٥٢) صحیح مسلم (١٦١٠)]

[3] [ضعیف: مسند احمد (٢٢٩/٤)] یہ روایت ابن لھیعہ راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[4] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الخراج: باب فی ارزاق العمال (٢٩٤٥) طبرانی کبیر (٧٢٧/٢٠) بیهقی فی السنن الکبری (٣٥٥/٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

جریر کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں تم میں سے اس شخص کو پہچانتا ہوں جو چلاتی ہوئی بکری کو اٹھائے ہوئے قیامت کے دن آئے گا اور میرا نام لے لے کر مجھے پکارے گا میں کہہ دوں گا کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس تیرے کام نہیں آسکتا میں تو پہنچا چکا تھا اسے بھی میں پہچانتا ہوں جو اونٹ کو اٹھائے ہوئے آئے گا جو بول رہا ہوگا یہ بھی کہے گا اے محمد ﷺ اے محمد ﷺ! میں کہوں گا میں تیرے لیے اللہ کے پاس کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تو تبلیغ کر چکا تھا اور میں اسے بھی پہچانوں گا جو اسی طرح گھوڑے کو لادے ہوئے آئے گا جو ہنہنا رہا ہوگا وہ بھی مجھے پکارے گا اور میں کہہ دوں گا کہ میں تو پہنچا چکا تھا آج کچھ کام نہیں آسکتا اور اس شخص کو بھی میں پہچانتا ہوں جو کھالیں لیے ہوئے حاضر ہوگا اور کہہ رہا ہوگا یا محمد ﷺ یا محمد ﷺ! میں کہوں گا میں اللہ کے پاس کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا میں تجھے حق و باطل بتا چکا تھا' یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں۔ [1]

مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو حاکم بنا کر بھیجا جسے "ابن اللتبیہ" کہتے تھے یہ جب زکوٰۃ وصول کر کے آئے تو کہنے لگے یہ تو تمہارا ہے اور یہ مجھے تحفہ میں ملا ہے نبی ﷺ منبر پر کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ ہم انہیں کسی کام پر بھیجتے ہیں تو آ کر کہتے ہیں یہ تمہارا اور یہ ہمارے لیے تحفہ ہے یہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے پھر دیکھتے کہ انہیں تحفہ دیا جاتا ہے یا نہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے تم میں سے جو کوئی اس میں سے کوئی چیز بھی لے لے گا وہ قیامت کے دن اسے گردن پر اٹھائے ہوئے لائے گا اونٹ ہے تو چلا رہا ہوگا' گائے ہے تو بول رہی ہوگی' بکری ہے تو چیخ رہی ہوگی پھر آپ نے ہاتھ اس قدر بلند کیے کہ بغلوں کی سفیدی ہمیں نظر آنے لگی اور تین مرتبہ فرمایا اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟ [2] مسند احمد کی ایک ضعیف حدیث میں ہے ایسے تحصیل داروں اور حاکموں کو جو تحفے ملیں وہ خیانت ہیں۔ [3] یہ روایت صرف مسند احمد میں ضعیف ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اگلی مطول روایت کا ماحصل ہے' ترمذی میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن میں بھیجا جب میں چل دیا تو آپ نے مجھے بلوایا جب میں واپس آیا تو فرمایا میں نے تمہیں صرف ایک بات کہنے کے لیے بلوایا ہے کہ میری اجازت کے بغیر تم جو کچھ لو گے وہ خیانت ہے اور ہر خائن اپنی خیانت کو لیے ہوئے قیامت کے دن آئے گا بس یہی کہنا تھا جاؤ اپنے کام میں

---

[1] [صحیح : تفسیر ابن جریر الطبری (۸۱۵۷)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الهبة : باب من لم یقبل الهدیة لعلة (۲۵۹۷) صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب تحریم هدایا العمال (۱۸۳۲) مسند احمد (۴۲۳/۵)]

[3] [صحیح بالشواهد : مسند احمد (۴۲۴/۵) بیهقی فی السنن الکبری (۱۳۸/۱۰) ابن عدی فی الکامل (۲۹۵/۱) مجمع الزوائد (۱۵۱/٤)] شیخ البانیؒ نے شواہد کی وجہ سے اسے صحیح قرار دیا ہے۔[ارواء الغلیل (۲۱ ۷۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی شواہد کی وجہ سے اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

لگو۔ (۱) مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک روز کھڑے ہو کر خیانت کا ذکر کیا اور اس کے بڑے بڑے گناہ اور وبال بیان فرما کر ہمیں ڈرایا پھر جانوروں کو لیے ہوئے قیامت کے دن آنے حضور ﷺ سے فریاد رسی کی عرض کرنے اور آپ کے انکار کر دینے کا ذکر کیا جو پہلے بیان ہو چکا ہے اس میں سونے چاندی کا ذکر بھی ہے' یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے' (۲) مسند احمد میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا اے لوگو! جسے ہم عامل بنائیں اور پھر وہ ہم سے ایک سوئی یا اس سے بھی ہلکی چیز چھپائے تو وہ خیانت ہے جسے لے کر وہ قیامت کے دن حاضر ہوگا' یہ سن کر ایک سانولے رنگ کے انصاری حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے حضور ﷺ میں تو عامل بننے سے دست بردار ہوتا ہوں' فرمایا کیوں؟ کہا آپ نے جو اس طرح فرمایا' آپ نے فرمایا ہاں اب بھی سنو! ہم کوئی کام سونپیں اسے چاہیے کہ تھوڑا بہت سب کچھ لائے جو اسے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے روک دیا جائے رک جائے' یہ حدیث مسلم اور ابوداؤد میں بھی ہے۔ (۳)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ عموماً نمازِ عصر کے بعد بنو عبدالاشہل کے ہاں تشریف لے جاتے تھے اور تقریباً مغرب تک وہیں مجلس رہتی تھی ایک دن مغرب کے وقت وہاں سے واپس چلے وقت تنگ تھا تیز تیز چل رہے تھے بقیع میں آ کر فرمانے لگے تف ہے تجھے تف ہے تجھے۔ میں سمجھا آپ مجھے فرما رہے ہیں چنانچہ میں اپنے کپڑے ٹھیک ٹھاک کرنے لگا اور پیچھے رہ گیا آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا حضور ﷺ آپ کے اس فرمان کی وجہ سے میں رک گیا' آپ نے فرمایا میں نے تجھے نہیں کہا بلکہ یہ قبر فلاں شخص کی ہے اسے میں نے فلاں قبیلے کی طرف عامل بنا کر بھیجا تھا اس نے ایک چادر لے لی وہ چادر اب آگ بن کر اس کے اوپر بھڑک رہی ہے۔ (۴) (مسند احمد) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ مال غنیمت کے اونٹ کی پیٹھ کے چند بال لیتے پھر فرماتے میرا بھی اس میں وہی حق ہے جو تم میں سے کسی ایک کا' خیانت سے بچو خیانت کرنے والے کی رسوائی قیامت کے دن ہوگی سوئی دھاگے تک پہنچا دو اور اس سے حقیر چیز بھی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نزدیک والوں اور دور والوں سے جہاد کرو' وطن میں بھی اور سفر میں بھی جہاد' جنت کے دروازوں میں سے ایک

---

(۱) **[ضعیف :** ترمذی : کتاب الاحکام : باب ماجآء فی ھدایا الامراء (۱۳۳۵) الدر المنثور للسیوطی (۱۶۳/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ھے ۔ [ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی سند میں داؤد بن یزید راوی ضعیف ہے۔]

(۲) **[صحیح :** صحیح بخاری : کتاب الجھاد : باب الغلول (۳۰۷۳) صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب غلظ تحریم الغلول (۱۸۳۱) مسند احمد (۴۲٦/۲)]

(۳) **[صحیح :** صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب تحریم ھدایا العمال (۱۸۳۳) ابوداؤد : کتاب القضآء : باب فی ھدایا العمال (۳۵۸۱) مسند احمد (۱۹۲/٤)]

(۴) **[صحیح :** مسند احمد (۳۹۲/٦) نسائی فی السنن الکبری (۹۳۵) صحیح ابن خزیمۃ (۲۳۳۷)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح نسائی] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

دروازہ ہے جہاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مشکلات سے اور رنج وغم سے نجات دیتا ہے‘ اللہ کی حدیں نزدیک و دور والوں میں جاری کرو‘ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تمہیں نہ روکے۔ (مسند احمد) اس حدیث کا بعض حصہ ابن ماجہ میں بھی مروی ہے‘ [1] حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامل بنا کر بھیجنا چاہا تو فرمایا اے ابومسعود! جاؤ ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں قیامت کے دن اس حال میں پاؤں کہ تمہاری پیٹھ پر اونٹ ہو جو آواز نکال رہا ہو جسے تم نے خیانت سے لے لیا ہو‘ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر تو میں نہیں جاتا آپ نے فرمایا اچھا میں تمہیں زبردستی بھیجتا بھی نہیں۔ [2] (ابوداؤد) ابن مردویہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر کوئی پتھر جہنم میں ڈالا جائے تو ستر سال تک چلتا رہے لیکن تہہ کو نہیں پہنچتا خیانت کی چیز کو اسی طرح جہنم میں پھینک دیا جائے گا‘ پھر خیانت والے سے کہا جائے گا جا اسے لے آ‘ یہی معنی ہیں اللہ کے اس فرمان کے ﴿وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ [3] مسند احمد میں ہے کہ خیبر کی جنگ والے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنے لگے اور کہنے لگے فلاں شہید ہے‘ فلاں شہید ہے جب ایک شخص کی نسبت یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں میں نے اسے جہنم میں دیکھا ہے کیونکہ اس نے غنیمت کے مال کی ایک چادر خیانت کر لی تھی پھر آپ نے فرمایا اے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ! تم جاؤ اور لوگوں میں منادی کر دو کہ جنت میں صرف ایماندار ہی جائیں گے چنانچہ میں چلا اور سب میں یہ ندا کر دی‘ یہ حدیث مسلم اور ترمذی میں بھی ہے امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ [4]

ابن جریر میں ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے صدقات کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا؟ کہ آپ نے صدقات میں خیانت کرنے والے کی نسبت فرمایا اس میں جو شخص اونٹ یا بکری لے لے وہ قیامت والے دن اسے اٹھائے ہوئے آئے گا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ یہ روایت ابن ماجہ میں بھی ہے‘ [5] ابن جریر میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہیں صدقات وصول کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجنا چاہا اور فرمایا اے سعد رضی اللہ عنہ! ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تو بلبلاتے اونٹ کو اٹھا کر لائے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ! کہنے لگے کہ نہ میں اس عہدہ کو لوں اور نہ ایسا

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۵/۳۳۰) ابن ماجه: كتاب الجهاد: باب الغلول (۲۸۵۰)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔[السلسلة الصحيحة (۹۸۵)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲۲۸۴۷)]

[2] [صحیح: ابوداؤد: كتاب الخراج: باب فی غلول الصدقة (۲۹۴۷) طبرانی كبير (۱۷/۶۸۹) مستدرك حاكم (۱/۴۰۶)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[3] [ضعیف: مجمع الزوائد (۱۰/۳۸۹) الدر المنثور للسيوطی (۲/۱۶۴) طبرانی كبير (۲/۱۱۵۸) ابن ابی شيبة (۱۷۷۱) بيهقی فی شعب الايمان (۴/۴۳۳۴)] اس میں احمد بن اَبان راوی مجہول ہے۔]

[4] [صحیح: صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب غلظ تحريم الغلول (۱۱۴) ترمذی: كتاب السير: باب ماجاء فی الغلول (۱۵۷۴) مسند احمد (۱/۳۰)]

[5] [صحیح: ابن ماجه: كتاب الزكاة: باب ماجاء فی عمال الصدقة (۱۸۱۰) مسند احمد (۳/۴۹۸)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه، السلسلة الصحيحة (۲۳۵۴)]

ہونے کا احتمال رہے چنانچہ حضور ﷺ نے بھی اس کام سے انہیں معاف رکھا[1] مسند احمد میں ہے کہ حضرت مسلمہ بن عبدالملک رحمہ اللہ کے ساتھ روم کی جنگ میں حضرت سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ بھی تھے ایک شخص کے اسباب میں کچھ خیانت کا مال بھی نکلا سردار لشکر نے حضرت سالم رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں فتویٰ پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھ سے میرے باپ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے ان کے باپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے اسباب میں تم چوری کا مال پاؤ اسے جلا دو راوی کہتا ہے میرا خیال ہے یہ بھی فرمایا اور اسے سزا دو چنانچہ جب اس کا مال بازار میں نکالا تو اس میں ایک قرآن شریف بھی تھا حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے پھر اس کی بابت پوچھا گیا آپ نے فرمایا اسے بیچ دو اور اس کی قیمت صدقہ کر دو یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے[2] امام علی بن مدینی اور امام بخاری رحمہما اللہ وغیرہ فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت سالم رحمہ اللہ کا اپنا فتویٰ ہے حضرت امام احمد رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کا قول بھی یہی ہے حضرت حسن بھی یہی کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کا اسباب جلا دیا جائے اور اسے مملوک کی حد سے کم مارا جائے اور اس کا حصہ نہ دیا جائے ابوحنیفہ مالک شافعی رحمہم اللہ اور جمہور کا مذہب اس کے برخلاف ہے یہ کہتے ہیں اس کا اسباب نہ جلایا جائے بلکہ اس کے مثل اسے تعزیر یعنی سزا دی جائے امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے خائن کے جنازے کی نماز سے انکار کر دیا اور اس کا اسباب نہیں جلایا۔ واللہ اعلم۔ مسند احمد میں ہے کہ قرآن شریف کے جب تغیر کا حکم کیا گیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے تم میں سے جس سے ہو سکے وہ اسے چھپا کر رکھ لے کیونکہ جو شخص جس چیز کو چھپا کر رکھ لے گا اسی کو لے کر قیامت کے روز آئے گا پھر فرمانے لگے میں نے ستر دفعہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی پڑھا ہے پس کیا میں رسول اللہ ﷺ کی پڑھائی ہوئی قرات کو چھوڑ دوں؟[3] امام وکیع رحمہ اللہ بھی اپنی تفسیر میں اسے لائے ہیں۔

ابوداؤد میں ہے کہ آنحضور ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب مال غنیمت آتا تو آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے اور وہ لوگوں میں منادی کرتے کہ جس جس کے پاس جو جو ہو لے آئے پھر آپ اس میں سے پانچواں حصہ نکال لیتے اور باقی کو تقسیم کر دیتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص اس کے بعد بالوں کا ایک گچھا لے کر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس یہ رہ گیا تھا آپ نے فرمایا کیا تو نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی منادی سنی تھی؟ جو تین مرتبہ ہوئی تھی اس نے کہا ہاں فرمایا پھر تو اس وقت کیوں نہ لایا؟ اس نے عذر بیان کیا آپ نے فرمایا اب میں ہرگز نہ لوں

---

[1] [صحیح: تفسیر ابن جریر الطبری (۸۱۶۲)]

[2] [ضعیف: مسند احمد (۲۲/۱) ترمذی: کتاب الحدود: باب ماجاء فی الغال مایصنع به (۱۴۶۱) ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی عقوبة الغال (۲۷۱۳) دارمی (۲۴۹۳/۲)] امام ابن جوزیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ [العلل المتناهية (۵۸۵/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۴۴)]

[3] [صحیح موقوف: مسند احمد (۴۱۴/۱) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل عبدالله بن مسعود (۲۴۶۲)]

گا تو ہی اسے لے کر قیامت کے دن آنا۔[1]

اللہ دو عالم پھر فرماتا ہے کہ اللہ کی شرع پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے مستحق ہونے والے اس کے ثوابوں کو حاصل کرنے والے اس کے عذابوں سے بچنے والے اور وہ لوگ جو اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے اور جو مر کر جہنم میں ٹھکانا پائیں گے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ قرآن کریم میں دوسری جگہ ہے کہ اللہ کی باتوں کو حق ماننے والا اور اس سے اندھا رہنے والا برابر نہیں اسی طرح فرمان ہے کہ جن سے اللہ کا اچھا وعدہ ہو چکا ہے اور جو اسے پانے والا ہے وہ اور دنیا کا نفع حاصل کرنے والا برابر نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ بھلائی اور برائی والے مختلف درجوں پر ہیں[2] وہ جنت کے درجوں میں ہیں اور یہ جہنم کے طبقوں میں جیسا کہ دوسری جگہ ہے ﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا﴾ (الانعام/۱۳۲) ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے مطابق درجات ہیں۔ پھر فرمایا اللہ ان کے اعمال دیکھ رہا ہے اور عنقریب ان سب کو پورا بدلہ دے گا نہ نیکی ماری جائے گی اور نہ بدی بڑھائی جائے گی بلکہ عمل کے مطابق ہی جزا سزا ہوگی۔

پھر فرماتا ہے کہ مومنوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ انہی کی جنس سے ان میں اپنا پیغمبر بھیجا تا کہ یہ اس سے بات چیت کر سکیں پوچھ گچھ کر سکیں ساتھ بیٹھ اٹھ سکیں اور پوری طرح نفع حاصل کر سکیں جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا﴾ (الروم/۲۱) الخ یہاں بھی یہی مطلب ہے کہ تمہاری جنس سے تمہارے جوڑے اس نے پیدا کئے۔ اور جگہ ہے ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ (الکھف/۱۱۰) الخ کہہ دے کہ میں تو تم جیسا ہی انسان ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہی ہے اور فرمان ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ (الفرقان/۲۰) یعنی تم سے پہلے جتنے بھی رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

اور جگہ ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْ إِلَيْهِمْ مِّنْ أَهْلِ الْقُرٰى﴾ (یوسف/۱۰۹) یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے مردوں کو وحی کی تھی جو بستیوں کے رہنے والے تھے۔ اور ارشاد ہے ﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾ (الانعام/۱۳۰) یعنی اے جنو اور انسانو! کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے؟ الغرض یہ پورا احسان ہے کہ مخلوق کی طرف انہی میں سے رسول بھیجے گئے تا کہ وہ پاس بیٹھ اٹھ کر بار بار سوال جواب کر کے پوری طرح دین سیکھ لیں پس اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ وہ اللہ کی آیتیں یعنی قرآن کریم انہیں پڑھاتا ہے اور اچھی باتوں کا حکم دے کر اور برائیوں سے روک کر ان کی جانوں کی پاکیزگی کرتا ہے اور شرک و جاہلیت کی ناپاکی کے اثرات ان سے زائل کرتا ہے اور انہیں کتاب اور سنت سکھاتا ہے۔ اس رسول ﷺ کے آنے سے پہلے تو یہ صاف بھٹکے ہوئے تھے ظاہر برائی اور پوری جہالت میں تھے۔

---

[1] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الجھاد: باب فی الغلول اذا کان یسیرا (۲۷۱۲) مستدرك حاكم (۱۲۷/۲) مسند احمد (۲۱۳/۲) صحیح ابن حبان (۴۸۰۹/۱۱) بیھقی فی السنن الکبری (۲۹۳/۶)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود]

[2] [تفسیر ابن ابی حاتم (۶٤٦/۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۳٦۷/۷)]

أَوَلَمَّآ أَصَٰبَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ
عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَآ أَصَٰبَكُمْ يَوْمَ ٱلْتَقَى
ٱلْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ ٱللَّهِ وَلِيَعْلَمَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعْلَمَ ٱلَّذِينَ نَافَقُوا۟ ۚ وَقِيلَ لَهُمْ
تَعَالَوْا۟ قَٰتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَوِ ٱدْفَعُوا۟ ۖ قَالُوا۟ لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّٱتَّبَعْنَٰكُمْ ۗ
هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَٰنِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَٰهِهِم مَّا لَيْسَ فِى
قُلُوبِهِمْ ۗ وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾ ٱلَّذِينَ قَالُوا۟ لِإِخْوَٰنِهِمْ وَقَعَدُوا۟ لَوْ أَطَاعُونَا
مَا قُتِلُوا۟ ۗ قُلْ فَٱدْرَءُوا۟ عَنْ أَنفُسِكُمُ ٱلْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿١٦٨﴾

کیا جب کبھی تمہیں کوئی تکلیف پہنچی کہ تم اس جیسی دو چند پہنچا چکے ہو تو کہتے ہو کہ یہ کہاں سے آ گئی؟ کہہ دے کہ یہ خود تمہاری طرف سے ہے، بیشک اللہ ہر ایک چیز پر قادر ہے ○ اور تمہیں جو کچھ اس دن پہنچا جس دن دو جماعتوں میں مڈ بھیڑ ہو گئی تھی وہ سب اللہ کے حکم سے تھا اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لے ○ اور منافقوں کو بھی معلوم کر لے جن سے کہا گیا کہ آؤ راہ اللہ میں جہاد کرو یا کافروں کو ہٹاؤ، تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہم لڑائی جانتے ہوتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے وہ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر سے بہت قریب تھے، اپنے منہ سے وہ باتیں بناتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جو خود بھی بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کی بابت کہا کہ اگر وہ بھی ہماری مان لیتے تو قتل نہ کیے جاتے، کہہ کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی جانوں سے موت ہٹا دو ○

جہاد کے ذریعے مسلمان اور منافق کی پہچان: یہاں جس مصیبت کا بیان ہو رہا ہے یہ احد کی مصیبت ہے جس میں ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے اور اس سے دوگنی مصیبت مسلمانوں نے کافروں کو پہنچائی تھی بدر والے دن ستر کافر قتل کیے گئے تھے اور ستر قید کیے گئے تھے تو مسلمان کہنے لگے کہ یہ مصیبت کیسے آ گئی؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تمہاری اپنی طرف سے ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بدر کے دن مسلمانوں نے فدیہ لے کر جن کفار کو چھوڑ دیا تھا اس کی سزا میں اگلے سال ان میں سے ستر مسلمان شہید کیے گئے اور صحابہ میں افراتفری پڑ گئی، حضور رسالت مآب ﷺ کے سامنے کے چار دانت ٹوٹ گئے، آپ کے سر مبارک پر خود تھا وہ بھی ٹوٹا اور چہرہ مبارک لہولہان ہو گیا، اس کا بیان اس آیۂ مبارکہ میں ہو رہا ہے [1] (ابن ابی حاتم، مسند احمد، احمد بن حنبل) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا اے محمد ﷺ! آپ کی قوم کا کفار کو قیدی بنا کر پکڑ لینا اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا اب انہیں دو باتوں میں سے ایک کے اختیار کر لینے کا حکم دیجیے، یا تو یہ کہ ان قیدیوں کو مار ڈالیں یا یہ کہ ان سے فدیہ وصول کر کے چھوڑ دیں مگر پھر مسلمانوں سے اتنی ہی تعداد شہید ہو گی حضور ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے دونوں باتیں پیش کیں تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ ہمارے قبائل

---

[1] [مسند احمد (۱/ ۳۰۔۳۱)]

کے ہیں' ہمارے رشتہ دار بھائی ہیں ہم کیوں نہ ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیں اور اس مال سے ہم طاقت' قوت حاصل کر کے اپنے دوسرے دشمنوں سے جنگ کریں گے اور پھر جو ہم میں سے اتنے ہی آدمی شہید ہوں گے تو اس میں ہماری کیا برائی ہے؟ چنانچہ جرمانہ وصول کر کے ستر قیدیوں کو چھوڑ دیا اور ٹھیک ستر ہی کی تعداد مسلمانوں کی اس کے بعد غزوہ احد میں شہید ہوئی۔ [1] (ترمذی' نسائی) پس ایک مطلب تو یہ ہوا کہ خود تمہاری طرف سے یہ سب ہوا یعنی تم نے بدر کے قیدیوں کو زندہ چھوڑنا اور ان سے جرمانہ جنگ وصول کرنا اس شرط پر منظور کیا تھا کہ تمہارے بھی اتنے ہی آدمی شہید ہوں وہ شہید ہوئے' دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی تھی اس باعث تمہیں یہ نقصان پہنچا تیر اندازوں کو رسول کریم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں لیکن وہ ہٹ گئے' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے کرے' جو ارادہ ہو حکم دے کوئی نہیں جو اس کا حکم ٹال سکے۔

دونوں جماعتوں کی مڈبھیڑ کے دن جو نقصان تمہیں پہنچا کہ تم دشمنوں کے مقابلے سے بھاگ کھڑے ہوئے تم میں سے بعض لوگ شہید بھی ہوئے اور زخمی بھی ہوئے یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے تھا اس کی حکمت اس کی مقتضی تھی' اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ثابت قدم' غیر متزلزل ایمان والے صابر بندے بھی معلوم ہو جائیں اور منافقین کا حال بھی کھل جائے جیسے عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھی جو راستے میں ہی لوٹ گئے ایک مسلمان نے انہیں سمجھایا بھی کہ آؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو یا کم از کم ان حملہ آوروں کو تو ہٹاؤ لیکن انہوں نے ٹال دیا کہ ہم تو فنونِ جنگ سے بے خبر ہیں اگر جانتے ہوتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے' یہ بھی مدافعت میں تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ تو رہتے جس سے مسلمانوں کی گنتی زیادہ معلوم ہوتی' یا دعائیں کرتے رہتے یا تیاریاں ہی کرتے' ان کے جواب کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ تم سچ مچ دشمنوں سے لڑو گے تو ہم بھی تمہارا ساتھ دیتے لیکن ہم جانتے ہیں کہ لڑائی ہونے کی ہی نہیں سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ ایک ہزار آدمی لے کر رسول اللہ ﷺ میدان احد کی جانب بڑھے آدھے راستے میں عبداللہ بن سلول بگڑ بیٹھا اور کہنے لگا اوروں کی مان لی اور مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے اور میری نہ مانی اللہ کی قسم ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کس فائدے کو نظر انداز رکھ کر اپنی جانیں دیں؟ لوگو کیوں جانیں کھو رہے ہو جس قدر نفاق اور شک وشبہ والے لوگ تھے اس کی آواز پر لگ گئے اور تہائی لشکر لے کر یہ پلید واپس لوٹ گیا' حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ بنوسلمہ کے بھائی ہر چند انہیں سمجھاتے رہے کہ اے میری قوم! اپنے نبی کو' اپنی قوم کو رسوا نہ کرو انہیں دشمنوں کے سامنے چھوڑ کر پیٹھ نہ پھیرو لیکن انہوں نے بہانہ بنا دیا کہ ہمیں معلوم ہے کہ لڑائی ہونے ہی کی نہیں جب یہ بیچارے عاجز آ گئے تو فرمانے لگے جاؤ تمہیں اللہ غارت کرے اللہ کے دشمنو! تمہاری کوئی حاجت نہیں اللہ اپنے نبی ﷺ کا مددگار ہے چنانچہ حضور ﷺ بھی انہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ [2]

---

[1] [صحیح : تفسیر ابن جریر الطبری (۸۱۹۰) ترمذی : کتاب السیر : باب ماجاء فی قتل الاساری و الفداء (۱۵٦۷) نسائی فی السنن الکبری (۸٦٦۲) مستدرك حاکم (۱٤۰/۳)] امام حاکمؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [ارواء الغلیل (٤۸/٥ - ٤۹)]

[2] [سیرۃ ابن ھشام (۵۲/۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۸۱۹۲) دلائل النبوۃ للبیھقی (۲۲۱/۳) ابن المنذر کما فی الدر المنثور (۱٦۷/۲)]

جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ وہ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر سے بہت ہی نزدیک تھے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے احوال مختلف ہیں کبھی وہ کفر کے قریب جاتا ہے اور کبھی ایمان کے نزدیک ہو جاتا ہے' پھر فرمایا یہ اپنے منہ سے وہ باتیں بناتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں' جیسے ان کا یہی کہنا کہ اگر ہم جنگ جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے' حالانکہ انہیں یقیناً معلوم تھا کہ مشرکین دور دراز سے چڑھائی کر کے مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینے کی ٹھان کر آئے ہیں وہ بڑے جلے کٹے ہوئے ہیں کیونکہ ان کے سردار بدر والے دن میدان میں رہ گئے تھے اور ان کے اشراف قتل کر دیئے گئے تھے تو اب وہ ان ضعیف مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ہیں اور یقیناً جنگِ عظیم برپا ہونے والی ہے' پس جناب باری فرماتا ہے ان کے دلوں کی چھپی ہوئی باتوں کا مجھے بخوبی علم ہے' یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائیوں کے بارے میں کہتے ہیں اگر یہ ہمارا مشورہ مانتے یہیں بیٹھے رہتے اور جنگ میں شرکت نہ کرتے تو ہرگز نہ مارے جاتے' اس کے جواب میں جناب باری جل وعلا کا ارشاد ہوتا ہے کہ اگر یہ ٹھیک ہے اور تم اپنی اس بات میں سچے ہو کہ بیٹھ رہنے اور میدانِ جنگ میں نہ نکلنے سے انسان قتل و موت سے بچ جاتا ہے تو چاہیے کہ تم مرو ہی نہیں اس لیے کہ تم گھروں میں بیٹھے ہو لیکن ظاہر ہے کہ ایک روز تم بھی چل بسو گے چاہے تم مضبوط برجوں میں پناہ گزین ہو جاؤ پس ہم تو تمہیں تب سچا مانیں کہ تم موت کو اپنی جانوں سے ٹال دو' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے۔ [1]

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝١٦٩ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝١٧٠ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٧١ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝١٧٢ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝١٧٣ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝١٧٤ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٧٥

وقف لازم ۔ ع ۔ منزل ۲

جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں ○ اللہ نے اپنا فضل جو انہیں دے رکھا ہے اس سے بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی جو اب تک ان سے نہیں

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۳۸۳)]

ملے ان کے پیچھے ہیں یوں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ غمگین ہوں گے ○ وہ خوش وقت ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے بھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر برباد نہیں کرتا ○ جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے حکم کو قبول کیا۔ اس کے بعد کہ انہیں پورے زخم لگ چکے تھے۔ ان میں سے جنہوں نے نیکی کی اور پرہیزگاری برتی ان کے لیے بڑا بھاری اجر ہے ○ وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلہ پر لشکر جمع کر لیے ہیں پس تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت ہی اچھا کارساز ہے ○ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کی نعمت و فضل کے ساتھ یہ لوٹے انہیں کوئی برائی نہ پہنچی انہوں نے اللہ کی رضا مندی کی پیروی کی' اللہ بہت بڑے فضل والا ہے ○ یہ خبر دینے والا صرف شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو اگر تم ایماندار ہو ○

شہدا کی جنت میں آرزو: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گو شہید فی سبیل اللہ دنیا میں مار ڈالے جاتے ہیں لیکن آخرت میں ان کی روحیں زندہ رہتی ہیں اور رزق پاتی ہیں' اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چالیس یا ستر صحابیوں کو بئیر معونہ کی طرف بھیجا تھا یہ جماعت جب اس غار تک پہنچی جو اس کنویں کے اوپر تھا تو انہوں نے وہاں پڑاؤ کیا اور آپس میں کہنے لگے کون ہے؟ جو اپنی جان خطرہ میں ڈال کر اللہ کے رسول ﷺ کا کلمہ ان تک پہنچائے ایک صحابی اس کے لیے تیار ہوئے اور ان لوگوں کے گھروں کے پاس آ کر باآواز بلند فرمایا اے بئیر معونہ والو سنو! میں اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد ہوں میری گواہی ہے کہ معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں یہ سنتے ہی ایک کافر اپنا تیر سنبھالے ہوئے اپنے گھر سے نکلا اور اس طرح تاک کر لگایا کہ ادھر کی پسلی سے ادھر کی پسلی میں آر پار نکل گیا' اس صحابی رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکلا ((فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ)) کعبے کے اللہ کی قسم میں اپنی مراد کو پہنچ گیا اب کفار نشانات ٹٹولتے ہوئے اس غار پر جا پہنچے اور عامر بن طفیل نے جو ان کا سردار تھا ان سب مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن اترا کہ ہماری جانب سے ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے ہم ان آیتوں کو برابر پڑھتے رہے پھر ایک مدت کے بعد یہ منسوخ ہو کر اٹھا لی گئیں اور آیت ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ﴾ الخ' اتری۔[1] (محمد بن جریر) صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا ان کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں عرش کی قندیلیں ان کے لیے ہیں ساری جنت میں جہاں کہیں چاہیں چریں چگیں اور ان قندیلوں میں آرام کریں ان کی طرف ان کے رب نے ایک مرتبہ نظر کی اور دریافت فرمایا کچھ اور چاہتے ہو؟ کہنے لگے اے اللہ اور کیا مانگیں ساری جنت میں سے جہاں کہیں سے چاہیں کھائیں پئیں اختیار رہے پھر کیا طلب کریں؟ اللہ تعالیٰ نے ان سے پھر یہی پوچھا تیسری مرتبہ یہی سوال کیا جب انہوں نے دیکھا کہ بغیر کچھ مانگے چارہ ہی نہیں تو کہنے لگے اے رب! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو جسموں کی طرف لوٹا دے ہم پھر دنیا میں جا کر تیری راہ میں جہاد کریں اور مارے

---

[1] [تفسير ابن جرير الطبری (٨٢٢٤)]

جائیں اب معلوم ہو گیا کہ انہیں کسی اور چیز کی حاجت نہیں تو ان سے پوچھنا چھوڑ دیا کہ کیا چاہتے ہو؟[1]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو لوگ مر جائیں اور اللہ کے ہاں بہتری پائیں وہ ہرگز دنیا میں آنا پسند نہیں کرتے مگر شہید کہ وہ تمنا کرتا ہے کہ دنیا میں دوبارہ لوٹایا جائے اور دوبارہ راہ اللہ میں شہید ہو کیونکہ شہادت کے درجات کو وہ دیکھ رہا ہے۔ (مسند احمد) صحیح مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے[2] مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا اے جابر! تمہیں معلوم بھی ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو زندہ کیا اور ان سے کہا اے میرے بندے مانگ کیا مانگتا ہے؟ تو کہا اے اللہ دنیا میں پھر بھیج تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں مارا جاؤں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ کوئی یہاں سے دوبارہ لوٹایا نہیں جائے گا‘‘[3] ان کا نام حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری رضی اللہ عنہ تھا اللہ تعالیٰ ان سے رضا مند ہو، صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے باپ کی شہادت کے بعد میں رونے لگا اور اپنے باپ کے منہ سے کپڑا اٹھا اٹھا کر بار بار ان کے چہرے کو دیکھ رہا تھا صحابہ رضی اللہ عنہم مجھے منع کرتے تھے لیکن آنحضرت ﷺ خاموش تھے پھر حضور ﷺ نے فرمایا جابر رومت! جب تک تیرے والد کو اٹھایا نہیں گیا فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کیے ہوئے ہیں‘‘[4] مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تمہارے بھائی احد والے دن شہید کیے گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ڈال دیں جو جنتی درختوں کے پھل کھائیں اور جنتی نہروں کا پانی پئیں اور عرش کے سائے تلے وہاں لٹکتی ہوئی قندیلوں میں آرام وراحت حاصل کریں جب کھانے پینے، رہنے سہنے کی یہ بہترین نعمتیں انہیں ملیں تو کہنے لگے کاش! کہ ہمارے بھائیوں کو جو دنیا میں ہیں ہماری ان نعمتوں کی خبر مل جاتی تاکہ وہ جہاد سے منہ نہ پھیریں اور اللہ کی راہ کی لڑائیوں سے تھک کر نہ بیٹھ رہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تم بے فکر رہو میں یہ خبر ان تک پہنچا دیتا ہوں چنانچہ یہ آیتیں نازل فرمائیں۔[5] حضرت ابن

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: باب بیان ارواح الشھداء فی الجنۃ (۱۸۸۷)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجھاد: باب تمنی المجاھد ان یرجع الی الدنیا (۲۸۱۷) صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: باب فضل الشھادۃ فی سبیل اللہ تعالی (۱۸۷۷) مسند احمد (۱۵۳/۳)]

[3] [حسن بالشواھد: مسند احمد (۳۶۱/۳) حمیدی (۱۲۶۵) عبد بن حمید (۱۰۳۹) ابویعلی (۲۰۰۲) مستدرک حاکم (۲۰۴/۳) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن (۳۰۱۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب من قتل من المسلمین یوم احد (۴۰۸۰) صحیح ابن حبان (۷۰۲۱) بیھقی فی دلائل النبوۃ (۲۹۷/۳)]

[5] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الجھاد: باب فی فضل الشھادۃ (۲۵۲۰) بیھقی فی دلائل النبوۃ (۳۰۴/۳) وفی شعب الایمان (۴۲۴۰/۴) مسند احمد (۲۶۶/۱) ابویعلی (۳۳۱) مستدرک حاکم (۸۸/۲) ابن ابی عاصم فی الجھاد (۵۲)] امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود]

عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے بارے میں یہ آیتیں اتریں۔ (مستدرک حاکم) یہ بھی مفسرین نے فرمایا ہے کہ احد کے شہیدوں کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ [1]

ابوبکر بن مردویہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور فرمانے لگے جابر! کیا بات ہے کہ تم مجھے غمگین نظر آتے ہو؟ میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد شہید ہو گئے جن پر بار قرض بہت ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بہن بھائی بہت ہیں آپ نے فرمایا سن میں تجھے بتاؤں جس کسی سے اللہ نے کلام کیا پردے کے پیچھے سے کلام کیا لیکن تیرے باپ سے آمنے سامنے بات چیت کی۔ فرمایا مجھ سے مانگ جو مانگے گا دوں گا تیرے باپ نے کہا اللہ عزوجل! میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں دوبارہ بھیج اور میں تیری راہ میں دوسری مرتبہ شہید کیا جاؤں، رب عزوجل نے فرمایا یہ بات تو میں پہلے ہی مقرر کر چکا ہوں کہ کوئی بھی لوٹ کر دوبارہ دنیا میں نہیں جائے گا کہنے لگے پھر اے اللہ میرے بعد والوں کو ان مراتب کی خبر پہنچا دی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ﴾ الخ، نازل فرمائی۔ [2] بیہقی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو اے اللہ تیری عبادت کا حق بھی ادا نہیں کر سکا۔ [3] مسند میں ہے شہید لوگ جنت کے دروازے پر نہر کے کنارے سبز گنبد میں ہیں، صبح شام انہیں جنت کی نعمتیں پہنچ جاتی ہیں۔ [4] دونوں احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ بعض شہداء وہ ہیں جن کی روحیں پرندوں کے قالب میں ہیں اور بعض وہ ہیں جن کا ٹھکانا یہ گنبد ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ جنت میں سے پھرتے پھراتے یہاں جمع ہوتے ہوں اور پھر یہ کھانے یہیں کھلائے جاتے ہوں۔ واللہ اعلم۔

یہاں پر وہ حدیث بھی وارد کرنا بالکل برمحل ہوگا جس میں ہر مومن کے لیے یہی بشارت ہے چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درختوں کے پھل کھاتی پھرتی ہے یہاں تک کہ قیامت والے دن جبکہ اللہ تعالیٰ سب کو کھڑا کرے گا تو اسے بھی اس کے جسم کی طرف لوٹا دے گا۔ [5] اس حدیث

---

1. [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۹/۷)]
2. [**صحیح** : ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة ال عمران (۳۰۱۰) ابن ماجه : مقدمه : باب فيما انكرت الجهمية (۱۹۰) مستدرك حاكم (۲۰۳/۳) صحيح ابن خزيمة (۵۹۹/۲) ابن ابی عاصم فی السنة (۶۰۲/۱)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ اور شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]
3. [**ضعیف** : مستدرك حاكم (۲۰۳/۳) بيهقی فی دلائل النبوة (۲۹۸/۳)] اس کی سند میں عیسیٰ بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہے۔ امام بخاریؒ اور امام ابوحاتمؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، امام نسائیؒ اسے متروک کہتے ہیں اور امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ یہ امام زہریؒ سے منکر روایتیں بیان کیا کرتا تھا۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو موضوع کہتے ہیں۔]
4. [**حسن** : مسند احمد (۲۶۶/۱) ابن ابی شيبة (۵۶۳/٤) تفسیر ابن جریر الطبری (۸۲۱۲)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۳۹۰)]
5. [**صحیح** : مؤطا (۲٤۰/۱) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر القبر والبلى (٤۲۷۱) نسائی : كتاب الجنائز : باب ارواح المؤمنين (۲۰۷۵) مسند احمد (٤۵۵/۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (۹۹۵) تخريج الطحاوية (٤۷۸)]

کے راویوں میں تین جلیل القدر امام ہیں جو ان چار اماموں میں سے ہیں جن کے مذاہب مانے جارہے ہیں' ایک تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ آپ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں' امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ سے' ان کے استاد ہیں حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ پس امام احمد' امام شافعی' امام مالک رحمہم اللہ تینوں زبردست پیشوا اس حدیث کے راوی ہیں پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایمانداروں کی روحیں جنتی پرندوں کی شکل میں جنت میں رہتی ہیں اور شہیدوں کی روحیں جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں رہتی ہیں یہ روحیں مثل ستاروں کے ہیں جو عام مومنین کی روحوں کو یہ مرتبہ حاصل نہیں' یہ اپنے طور پر آپ ہی اڑتی ہیں' اللہ تعالیٰ سے جو بہت بڑا مہربان اور زبردست احسانوں والا ہے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فضل و کرم سے ایمان و اسلام پر اور شہادت کی موت دے۔ آمین۔

پھر فرمایا کہ یہ شہید جن جن نعمتوں اور آسائشوں میں ہیں ان سے بے حد مسرور اور بہت ہی خوش ہیں اور انہیں یہ بھی خوشی اور راحت ہے کہ ان کے بھائی بند جو ان کے بعد اللہ کی راہ میں شہید ہوں گے اور ان کے پاس آئیں گے انہیں آئندہ کا کچھ خوف نہ ہوگا اور اپنے پیچھے چھوڑی ہوئی چیزوں پر انہیں حسرت بھی نہ ہوگی' اللہ ہمیں بھی جنت نصیب کرے' حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ خوش ہیں کہ ان کے کئی اور بھائی بند بھی جو جہاد میں لگے ہوئے ہیں وہ بھی شہید ہو کر ان کی نعمتوں میں ان کے شریکِ حال ہوں گے اور اللہ کے ثواب سے فائدہ اٹھائیں گے' حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں شہید کو ایک کتاب دی جاتی ہے کہ فلاں دن تیرے پاس فلاں آئے گا اور فلاں دن فلاں آئے گا پس جس طرح دنیا والے اپنی کسی غیر حاضر کے آنے کی خبر سن کر خوش ہوتے ہیں اسی طرح یہ شہداء ان شہیدوں کے آنے کی خبر سے مسرور ہوتے ہیں' حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب شہید جنت میں گئے اور وہاں اپنی منزلیں اور رحمتیں اور راحتیں دیکھیں تو کہنے لگے کاش! کہ اس کا علم ہمارے ان بھائیوں کو بھی ہوتا جو اب تک دنیا میں ہی ہیں تاکہ وہ جواں مردی سے جان توڑ کر جہاد کرتے اور ان جگہوں میں جا گھستے جہاں سے زندہ واپس آنے کی امید نہ ہوتی تو وہ بھی ہماری ان نعمتوں میں حصہ دار بنتے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ان کے اس حال کی خبر پہنچا دی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے کہہ دیا کہ میں نے تمہاری خبر تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی ہے اس سے وہ بہت ہی مسرور ہوئے' بخاری و مسلم میں بئیر معونہ والوں کا قصہ بیان ہو چکا ہے جو ستر شخص انصاری صحابی رضی اللہ عنہم تھے اور ایک ہی دن صبح کے وقت سب کو بے دردی سے کفار نے تہہ تیغ کیا تھا جن قاتلوں کے حق میں ایک ماہ نماز کی قنوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی تھی اور جن پر لعنت بھیجی تھی جن کے بارے میں قرآن کی یہ آیت اتری تھی کہ ہماری قوم کو ہماری خبر پہنچاؤ کہ ہم اپنے رب سے ملے وہ ہم سے راضی ہوا اور ہم اس سے راضی ہو گئے' [1] وہ اللہ کی نعمت و فضل کو دیکھ دیکھ کر مسرور ہیں' حضرت عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت ﴿يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ تمام ایمانداروں کے حق میں ہے خواہ شہید ہوں خواہ غیر۔ بہت کم ایسے مواقع ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کی فضیلت اور ان کے ثوابوں کا ذکر نہ کریں۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوۃ رجیع (٤٠٩٠) صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات (٦٧٧)]

پھر ان سچے مومنین کا بیان تعریف کے ساتھ ہو رہا ہے جنہوں نے حمراء اسد والے دن حکم رسول پر باوجود زخموں سے چور ہونے کے جہاد پر کمر کس لی تھی' مشرکین نے مسلمانوں کو مصیبتیں پہنچائیں اور اپنے گھروں کی طرف واپس چل دیئے لیکن پھر انہیں اس کا خیال آیا کہ موقعہ اچھا تھا مسلمان ہار چکے تھے' زخمی ہو گئے تھے ان کے بہادر شہید ہو چکے تھے اگر ہم اور جم کر لڑتے تو فیصلہ ہی ہو جاتا نبی ﷺ ان کا یہ ارادہ معلوم کر کے مسلمانوں کو تیار کرنے لگے کہ میرے ساتھ چلو ہم ان مشرکین کے پیچھے جائیں تاکہ ان پر رعب طاری ہو اور یہ جان لیں کہ مسلمان ابھی کمزور نہیں ہوئے احد میں جو لوگ موجود تھے صرف انہی کو ساتھ چلنے کا حکم ملا ہاں صرف حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو ان کے علاوہ بھی ساتھ لیا اس آواز پر بھی مسلمانوں نے لبیک کہی باوجود یہ کہ زخموں میں چور اور خون میں شرابور تھے لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے لیے کمربستہ ہو گئے' حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب مشرکین احد سے لوٹے تو راستے میں سوچنے لگے کہ نہ تو تم نے محمد (ﷺ) کو قتل کیا' نہ مسلمانوں کی عورتوں کو پکڑا۔ افسوس تم نے کچھ نہ کیا واپس لوٹو جب یہ خبر حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا یہ تیار ہو گئے اور مشرکین کے تعاقب میں چل پڑے یہاں تک کہ حمراء الاسد تک یا ((بئیر ابی عیینہ)) تک پہنچ گئے۔ مشرکین کے دل رعب و خوف سے بھر گئے اور یہ کہہ کر مکہ کی طرف چل دیئے اگلے سال دیکھا جائے گا حضور ﷺ بھی واپس مدینہ تشریف لائے' یہ بھی بالاستقلال ایک الگ لڑائی گنی جاتی ہے اسی کا ذکر اس آیت میں ہے [1] احد کی لڑائی پندرہ شوال بروز ہفتہ ہوئی تھی سولہویں تاریخ بروز اتوار منادی رسول ﷺ نے ندا دی کہ لوگو! دشمن کے تعاقب میں چلو اور وہی لوگ چلیں جو کل میدان میں تھے' اس آواز پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ کل کی لڑائی میں میں نہ تھا اس لیے کہ میرے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا بیٹے! تمہارے ساتھ یہ چھوٹی چھوٹی بہنیں ہیں اسے تو نہ میں پسند کروں اور نہ تو کہ انہیں یہاں تنہا چھوڑ کر دونوں ہی چل دیں ایک جائے گا اور ایک یہاں رہے گا۔ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب تم جاؤ اور میں بیٹھا رہوں اس لیے میری خواہش ہے کہ تم اپنی بہنوں کے پاس رہو اور میں جاتا ہوں اس وجہ سے میں تو وہاں رہا اور میرے والد آپ کے ساتھ آئے اب میری عین تمنا ہے کہ آج مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ کے ساتھ چلوں چنانچہ آپ نے اجازت دی۔

حضور ﷺ کا سفر اس غرض سے تھا کہ دشمن دہل جائے اور پیچھے آتا ہوا دیکھ کر سمجھ لے کہ ان میں بہت کچھ قوت ہے اور ہمارے مقابلہ سے یہ عاجز نہیں' قبیلہ بنو عبدالاشہل کے ایک صحابی کا بیان ہے کہ غزوۂ احد میں ہم دونوں بھائی شامل تھے اور سخت زخمی ہو کر ہم لوٹے تھے' جب اللہ کے رسول ﷺ کے منادی نے دشمن کے پیچھے جانے کی ندا دی تو ہم دونوں بھائیوں نے آپس میں کہا کہ افسوس! نہ ہمارے پاس سواری ہے کہ اس پر سوار ہو کر اللہ

---

[1] [نسائی فی السنن الکبری (۱۱۰۸۳) فتح الباری (۲۲۸/۸) طبرانی کبیر (۱۱۶۳۲/۱۱)] امام سیوطیؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الدر المنثور (۱۷۸/۲)] البتہ حافظ ابن حجرؒ نے اسے مرسل کہا ہے۔ [فتح الباری (۲۲۸/۸)]

کے نبی کے ساتھ جائیں، نہ زخموں کے مارے جسم میں اتنی طاقت ہے کہ پیدل ساتھ ہو لیں افسوس ! کہ یہ غزوہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا ہمارے بیشمار گہرے زخم ہمیں آج جانے سے روک دیں گے لیکن پھر ہم نے ہمت باندھی مجھے اپنے بھائی کی نسبت ذرا ہلکے زخم تھے جب میرے بھائی بالکل عاجز آ جاتے قدم نہ اٹھتا تو میں انہیں جوں توں کر کے اٹھا لیتا جب تھک جاتا اتار دیتا یونہی جوں توں کر کے ہم لشکر گاہ تک پہنچ ہی گئے۔ [1] (سیرت ابن اسحاق) صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے کہا اے بھانجے ! تیرے دونوں باپ انہی لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں ﴿الَّذِينَ اسْتَجَابُوا﴾ الخ، آیت اتری ہے یعنی حضرت زبیر اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہما جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کی جنگ میں نقصان پہنچا اور مشرکین آگے چلے تو آپ کو خیال ہوا کہ کہیں یہ پھر واپس نہ لوٹیں لہٰذا آپ نے فرمایا کوئی ہے جو ان کے پیچھے جائے اس پر ستر شخص اس کام کے لیے مستعد ہو گئے جن میں ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے دوسرے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے، [2] یہ روایت اور بہت سی اسناد سے بہت سی کتابوں میں ہے، ابن مردویہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تیرے دونوں باپ ان لوگوں میں سے ہیں لیکن یہ مرفوع بیان کرنا محض خطا ہے اس لیے بھی کہ اس کی اسناد میں ثقہ راویوں کا اختلاف ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس روایت کو موقوفاً لائے ہیں اور معنی کی رو سے بھی اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے باپ دادا میں سے نہیں صحیح یہ ہے کہ یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے لڑکے عروہ سے کہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کے دل میں رعب ڈال دیا اور باوجود یہ کہ وہ احد کی لڑائی میں قدرے کامیاب ہو گیا تھا لیکن تاہم مکہ کی طرف چل دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان تمہیں نقصان پہنچا کر لوٹ گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو مرعوب کر دیا ہے، احد کی لڑائی شوال میں ہوئی تھی اور تاجر لوگ ذی قعدہ میں مدینہ آتے تھے اور بدر صغریٰ میں اپنے ڈیرے ہر سال اس ماہ میں ڈالا کرتے تھے اس دفعہ بھی اس واقعہ کے بعد آئے مسلمان اپنے زخموں میں چور تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی تکالیف بیان کرتے تھے اور سخت صدمہ میں تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آپ کے ساتھ چلیں اور فرمایا کہ یہ لوگ اب کوچ کر جائیں گے اور پھر حج کو آئیں گے اور پھر اگلے سال تک یہ طاقت انہیں حاصل نہیں ہو گی لیکن شیطان نے اپنے دوستوں کو دھمکانا اور بہکانا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ ان لوگوں نے تمہارے استیصال کے لیے لشکر تیار کر لیے ہیں جس بنا پر لوگ ڈھیلے پڑ گئے آپ نے فرمایا سنو! خواہ تم میں سے ایک بھی نہ چلے میں تن تنہا جاؤں گا پھر آپ کے رغبت دلانے پر حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت طلحہ، حضرت

---

[1] [ضعیف : سیرة ابن هشام (٦١٥/٣) فتح الباری (٣٧٣/٧) تفسیر ابن جریر الطبری (٨٢٣٣) بیهقی فی دلائل النبوة (٣١٤/٣)] اس کی سند میں حسین بن عبداللہ راوی ضعیف ہے۔[التقریب] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب الذین استجابوا لله وللرسول (٤٠٧٧)]

عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت ابوعبیدہ بن جراح ﷺ وغیرہ ستر صحابہ آپ کے زیرِ رکاب چلنے پر آمادہ ہوئے۔ یہ مبارک لشکر ابوسفیان کی جستجو میں بدرِ صغریٰ تک پہنچ گیا انہی کی اس فضیلت اور جاں بازی کا ذکر اس مبارک آیت میں ہے،[1] حضور ﷺ اس سفر میں مدینہ سے آٹھ میل حمراءِ اسد تک پہنچ گئے مدینہ میں اپنا نائب آپ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا وہاں آپ نے پیر، منگل، بدھ تک قیام کیا پھر مدینہ لوٹ آئے، اثناءِ قیام میں قبیلہ خزاعہ کا سردار معبد خزاعی یہاں سے نکلا تھا یہ خود مشرک تھا لیکن اس پورے قبیلے سے حضور ﷺ کی صلح و صفائی تھی اس قبیلہ کے مشرک، مومن سب آپ کے خیر خواہ تھے اس نے کہا کہ حضور ﷺ کے ساتھیوں کو جو تکلیف پہنچی اس پر ہمیں سخت رنج ہے اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی کی خوشی نصیب فرمائے، حمراءِ اسد پر آپ پہنچے مگر اس سے پہلے ابوسفیان چل دیا تھا گو اس نے اور اس کے ساتھیوں نے واپس آنے کا ارادہ کیا تھا کہ جب ہم ان پر غالب آ گئے، انہیں قتل کیا، مارا پیٹا، زخمی کیا پھر ادھورا کام کیوں چھوڑیں؟ واپس جا کر سب کو تہہ تیغ کر دیں، یہ مشورے ہو ہی رہے تھے کہ معبد خزاعی وہاں پہنچا ابوسفیان نے اس سے پوچھا کہو کیا خبریں ہیں اس نے کہا آنحضور ﷺ مع صحابہ رضی اللہ عنہم کے تم لوگوں کے تعاقب میں آ رہے ہیں وہ لوگ سخت غصے میں ہیں جو پہلے لڑائی میں شریک نہ تھے وہ بھی شامل ہو گئے ہیں سب کے تیور بدلے ہوئے ہیں اور بھرپور طاقت کے ساتھ حملہ آور ہو رہے ہیں میں نے ایسا لشکر کبھی دیکھا نہیں، یہ سن کر ابوسفیان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور کہنے لگا اچھا ہی ہوا جو تم سے ملاقات ہو گئی ورنہ ہم تو خود ان کی طرف جانے کے لیے تیار تھے، معبد نے کہا ہرگز یہ ارادہ نہ کرو اور میری بات کا کیا ہے غالباً تم یہاں سے کوچ کرنے سے پہلے ہی لشکرِ اسلام کے گھوڑوں کو دیکھ لو گے میں ان کے لشکر، ان کے غصے ان کی تیاری اور اولو العزمی کا حال بیان نہیں کر سکتا میں تو تم سے صاف کہتا ہوں کہ بھاگو اور اپنی جانیں بچاؤ میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جن سے میں مسلمانوں کے غیظ و غضب اور تہور و شجاعت اور سختی اور پختگی کا بیان کر سکوں، پس مختصر یہ ہے کہ جان کی خیر مناتے ہو تو فوراً یہاں سے کوچ کرو، ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور انہوں نے یہاں سے مکہ کی راہ لی، قبیلہ عبدالقیس کے آدمی جو کاروبار کی غرض سے مدینہ جا رہے تھے ان سے ابوسفیان نے کہا کہ تم حضور ﷺ کو یہ خبر پہنچا دینا کہ ہم نے انہیں تہہ تیغ کر دینے کے لیے لشکر جمع کر لیے ہیں اور ہم واپس لوٹنے کا ارادہ میں ہیں، اگر تم نے یہ پیغام پہنچا دیا تو ہم تمہیں سوقِ عکاظ میں بہت ساری کشمش دیں گے چنانچہ ان لوگوں نے حمراءِ اسد میں آ کر بطور ڈراوے کے نمک مرچ لگا کر وحشت اثر خبر سنائی لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہایت استقلال اور بامردی سے جواب دیا کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے، جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے ان کے لیے ایک پتھر کا نشان مقرر کر رکھا ہے اگر یہ لوٹیں گے تو وہاں پہنچ کر اس طرح مٹ جائیں گے جیسے گزشتہ کل کا دن۔[2]

بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ آیت بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن صحیح تر یہی ہے کہ حمراءِ اسد کے بارے میں نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نے انہیں پژمردہ دل کرنے کے لیے دشمنوں

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٨٢٣٨)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٨٢٤٣) سیرة ابن هشام (٨١/٣)]

کے ساز وسامان اوران کی کثرت و بہتات سے ڈرایا لیکن وہ صبر کے پہاڑ ثابت ہوئے ان کے غیر متزلزل یقین میں کچھ فرق نہ آیا بلکہ وہ توکل میں اور بڑھ گئے اور اللہ کی طرف نظریں کر کے اس سے امداد طلب کی' صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿حَسْبُنَا اللّٰہُ﴾ الخ' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں پڑتے وقت پڑھا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جبکہ کافروں کے ٹڈی دل لشکر سے لوگوں نے آپ کو خوف زدہ کرنا چاہا اس وقت پڑھا'[1] تعجب کی بات ہے کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت کو رد کر کے فرمایا ہے کہ یہ بخاری ومسلم میں نہیں۔ بخاری کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ آخری کلمہ تھا جو خلیل علیہ السلام کی زبان سے آگ میں پڑتے وقت نکلا تھا'[2] حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت میں ہے کہ احد کے موقعہ پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے لشکروں کی خبر دی گئی تو آپ نے یہی کلمہ فرمایا[3] اور روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سرداری کے ماتحت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لشکر روانہ کیا اور راہ میں خزاعہ کے ایک اعرابی نے یہ خبر سنائی تو آپ نے یہ فرمایا تھا[4] ابن مردویہ کی حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں جب تم پر کوئی بہت بڑا کام آپڑے تو تم ﴿حَسْبُنَا اللّٰہُ﴾ آخر تک پڑھو۔[5] مسند احمد میں ہے کہ دو شخصوں کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا تو جس کے خلاف فیصلہ صادر ہوا تھا اس نے یہی کلمہ پڑھا آپ نے اسے واپس بلا کر فرمایا بزدلی اور سستی پر اللہ کی ملامت ہوتی ہے دانائی' دور اندیشی اور عقل مندی کیا کرو پھر کسی امر میں پھنس جاؤ تو یہی پڑھ لیا کرو'[6] مسند کی اور حدیث میں ہے کس طرح بے فکر اور فارغ ہو کر آرام پاؤں حالانکہ صاحب صور نے صور منہ میں لے رکھا ہے اور پیشانی جھکائے اللہ کے حکم کا منتظر ہے کہ کب حکم ہو اور وہ صور پھونک دے' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کیا پڑھیں؟ آپ نے فرمایا ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾ پڑھو۔[7]

ام المومنین حضرت زینب اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فخر سے فرمایا میرا نکاح خود اللہ نے کر دیا ہے اور تمہارے نکاح ولی وارثوں نے کیے ہیں' صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میری برأت اور پاکیزگی کی آیات اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اپنے پاک کلام میں نازل فرمائی ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اسے مان

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب الذین قال لهم الناس (٤٥٦٤) نسائی (١٠١)]

[2] [أیضا]

[3] [ضعیف : اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عبدالرحیم بن محمد بن زیاد راوی ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف : اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع راوی ضعیف ہے۔]

[5] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (١٨١/٢)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[6] [ضعیف : مسند احمد (٢٥/٦) نسائی فی السنن (١٠٤٦٢) ابوداؤد : کتاب القضاة : باب الرجل یحلف علی حقه (٣٦٢٧)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود ، الکلم الطیب (١٣٧)]

[7] [صحیح : ترمذی : کتاب صفة القیامة : باب ماجاء فی شان الصور (٢٤٣١) مسند احمد (٧/٣-٧٣) مستدرك حاکم (٥٥٩/٤)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، السلسلة الصحیحة (٢٠٧٩)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

گئیں اور پوچھا یہ بتاؤ تم نے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی سواری پر سوار ہوتے وقت کیا پڑھا تھا؟ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ﴿حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ یہ سن کر ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم نے ایمان والوں کا کلمہ کہا تھا۔

چنانچہ اس آیت میں بھی رب رحیم کا ارشاد ہے کہ ان توکل کرنے والوں کی کفایت اللہ تعالیٰ نے کی اور ان کے ساتھ جو لوگ برائی کا ارادہ رکھتے تھے انہیں ذلت اور بربادی کے ساتھ پسپا کیا' یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اپنے شہروں کی طرف بغیر کسی نقصان اور برائی کے لوٹے دشمن اپنی مکاریوں میں ناکام رہا' ان سے اللہ خوش ہو گیا کیونکہ انہوں نے اس کی خوشی کا کام انجام دیا تھا اللہ تعالیٰ بڑے فضل وکرم والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ نعمت تو یہ تھی کہ وہ سلامت رہے اور فضل یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجروں کے ایک قافلہ سے مال خرید لیا' جس میں بہت ہی نفع ہوا اور اس کل نفع کو آپ نے اپنے ساتھیوں میں تقسیم فرما دیا۔ [1]

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اب وعدے کی جگہ بدر ہے آپ نے فرمایا ممکن ہے چنانچہ وہاں پہنچے تو یہ ڈرپوک آیا ہی نہیں وہاں بازار کا دن تھا مال خرید لیا جو نفع سے بکا اسی کا نام غزوۂ صغریٰ ہے۔ [2]

پھر فرماتا ہے کہ یہ شیطان تھا جو اپنے دوستوں کے ذریعہ تمہیں دھمکا رہا تھا اور گیدڑ بھبکیاں دے رہا تھا تمہیں چاہیے کہ ان سے نہ ڈرو صرف میرا ہی خوف دل میں رکھو کیونکہ ایمان داری کی یہی شرط ہے کہ جب کوئی ڈرائے' دھمکائے اور دینی امور سے تمہیں باز رکھنا چاہے تو مسلمان اللہ پر بھروسہ کرے' اس کی طرف سمٹ جائے اور یقین مانے کہ کافی اور ناصر وہی ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ (الزمر/ ۳۶) الخ' کیا اللہ جل شانہ اپنے بندوں کو کافی نہیں یہ لوگ تجھے اس کے سوا اوروں سے ڈرا رہے ہیں (یہاں تک کہ فرمایا) تو کہہ کہ مجھے اللہ کافی ہے توکل کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

اور جگہ فرمایا اولیاءِ شیطان سے لڑو۔ [3] شیطان کا مکر بڑا بودا ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے یہ شیطانی لشکر ہے یاد رکھو شیطانی لشکر ہی گھاٹے اور خسارے میں ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ﴾ (المجادلہ/ ۲۱) الخ' اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ غلبہ یقیناً مجھے اور میرے رسولوں کو ہی ہوگا اللہ قوی اور عزیز ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ﴾ (الحج/ ۴۰) الخ' جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ اس کی امداد فرمائے گا۔ اور فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ (محمد/ ۷) الخ' اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری بھی مدد کرے گا۔ اور آیت میں ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ (المؤمن/ ۵۱) الخ' بالیقین ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان داروں کی مدد دنیا میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے ہوں گے جس دن ظالموں کو عذر' معذرت نفع نہ دے گی ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے۔

---

[1] [ضعیف: بیهقی فی دلائل النبوة (۳/ ۳۱۸)] اس کی سند میں محمد بن نعیم راوی مجہول ہے۔]

[2] [مرسل وضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۸۲۴۸)]

[3] [سورۃ النسآء: آیت ۷۶]

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ يُرِيْدُ
اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا
الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا
اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰي مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ
حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَي الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا
فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ھُوَ
خَيْرًا لَّھُمْ ۭ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ
مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع

کفر میں آگے بڑھنے والے لوگ تجھے غمناک نہ کریں یقین مان کہ یہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اللہ کا ارادہ ہے کہ ان کے لیے آخرت کا کوئی حصہ نہ کرے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے ○ کفر کو ایمان کے بدلے خریدنے والے ہرگز ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور ان ہی کے لیے المناک عذاب ہے کافر لوگ ہماری دی ہوئی مہلت کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں یہ مہلت تو صرف اس لیے ہے کہ وہ گناہوں میں اور بڑھ جائیں اور ان ہی کے لیے ذلیل کرنے والے عذاب ہیں ○ جس حال پر تم ہو اسی پر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو چھوڑ نہ دے گا جب تک پاک اور ناپاک کو الگ الگ نہ کر دے اور نہ اللہ ایسا ہے کہ تمہیں غیب سے آگاہ کر دے بلکہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے انتخاب کر لیتا ہے پس تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھو اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ کرو تو تمہارے لیے بڑا بھاری اجر ہے ○ جنہیں اللہ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لیے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لیے نہایت بدتر ہے عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے آسمانوں کی اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ آگاہ ہے ○

نبی کریم کی شفقت: چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ لوگوں پر بے حد مشفق و مہربان تھے اس لیے کفار کی بے راہ روی آپ پر گراں گزرتی تھی وہ جوں جوں کفر کی جانب بڑھتے رہتے تھے حضور ﷺ کا دل غمزدہ ہوتا تھا اس لیے جناب باری آپ کو اس سے روکتا ہے اور فرماتا ہے حکمتِ الٰہیہ اسی کی مقتضی ہے ان کا کفر آپ کو یا اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا یہ لوگ اپنا اخروی حصہ برباد کر رہے ہیں اور اپنے لیے بہت بڑے عذابوں کو تیار کر رہے ہیں ان کی مخالفت سے اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے گا آپ ان پر غم نہ کریں۔ پھر فرمایا میرے ہاں کا یہ بھی مقررہ قاعدہ ہے کہ جو لوگ ایمان کو کفر سے بدل ڈالیں وہ بھی میرا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں اور اپنے لیے

المناک عذاب مہیا کر رہے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کافروں کا اللہ کی مہلت دینے پر اترانا بیان فرماتے ہیں ارشاد ہے ﴿ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ ﴾ (المؤمنون / ٥٥) الخ، یعنی کیا کفار کا یہ گمان ہے کہ ان کے مال و اولاد کی زیادتی ہماری طرف سے ان کی خیریت کی دلیل ہے؟ نہیں بلکہ وہ بے شعور ہیں۔ اور فرمایا ﴿ فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّكَذِّبُ ﴾ (القلم / ٤٤) الخ، یعنی مجھے اور اس بات کے جھٹلانے والوں کو چھوڑ دے ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ پکڑیں گے کہ انہیں علم بھی نہ ہو۔ اور ارشاد ہے ﴿ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ﴾ (التوبہ / ٨٥) الخ، یعنی ان کے مال اور اولاد سے کہیں تم دھوکے میں نہ پڑ جانا اللہ انہیں ان کے باعث دنیا میں بھی عذاب کرنا چاہتا ہے اور کفر پر ہی انکی جان جائے گی پھر فرماتا ہے کہ یہ طے شدہ امر ہے کہ بعض احکام اور بعض امتحانات سے اللہ جانچ لے گا اور ظاہر کر دے گا کہ اس کا دوست کون ہے؟ اور اس کا دشمن کون ہے؟ مومن صابر اور منافق فاجر بالکل الگ الگ ہو جائیں گے اور صاف نظر آنے لگیں گے۔ اس سے مراد احد کی جنگ کا دن ہے،[1] جس میں ایمانداروں کا صبر و استقامت پختگی اور توکل فرمانبرداری اور اطاعت شعاری اور منافقین کی بے صبری اور مخالفت تکذیب اور ناموافقت انکار اور خیانت صاف ظاہر ہوگئی غرض جہاد کا حکم ہجرت کا حکم دونوں گویا ایک آزمائش تھی جس نے بھلے برے میں تمیز کر دی۔[2] سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے کہا تھا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو ذرا بتائیں ہم میں سے سچا مومن کون ہے اور کون نہیں؟ اس پر آیت ﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ ﴾ الخ، نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

پھر فرمان ہے اللہ کے علم غیب کو تم نہیں جان سکتے ہاں وہ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ مومن اور منافق میں صاف تمیز ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے پسندیدہ کر لیتا ہے جیسے فرمان ہے ﴿ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴾ (الجن / ٢٦) اللہ عالم الغیب ہے پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر جس رسول کو پسند کر لے اس کے بھی آگے پیچھے نگہبان فرشتوں کو چلاتا رہتا ہے۔ پھر فرمایا اللہ پر اس کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ یعنی اطاعت کرو شریعت کے پابند رہو یاد رکھو ایمان اور تقوے میں تمہارے لیے اجر عظیم ہے۔

خزانہ اور کوڑھی سانپ: پھر ارشاد ہے کہ بخیل شخص اپنے مال کو اپنے لیے بہتر نہ سمجھے وہ تو اس کے لیے سخت خطرناک چیز ہے دین میں تو معیوب ہے ہی لیکن بسا اوقات دنیوی طور پر بھی اس کا انجام اور نتیجہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ حکم ہے کہ بخیل کے مال کا قیامت کے دن اسے طوق ڈالا جائے گا۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے اللہ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے اور اس کا مال قیامت کے دن گنجا سانپ بن کر جس کی آنکھوں پر دو نشان ہوں گے طوق کی طرح اس کے گلے میں لپٹ جائے گا اور اس کی باچھوں کو چیرتا رہے گا اور کہتا جائے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے اسی آیت ﴿ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ ﴾ الخ، کی تلاوت فرمائی۔[3] مسند احمد کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ یہ بھاگتا پھرے گا اور وہ سانپ اس کے پیچھے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٧/٤٢٤)] [2] [ایضا]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ولا یحسبن الذین یبخلون (٤٥٦٥) نسائی: کتاب الزکاۃ: باب مانع زکاۃ مالہ (٢٤٨٣) مسند احمد (٢/٢٧٩)]

دوڑے گا پھر اسے پکڑ کر طوق کی طرح لپٹ جائے گا اور کاٹتا رہے گا۔ [1] مسند ابو یعلی میں ہے جو شخص اپنے پیچھے خزانہ چھوڑ کر مرے وہ خزانہ ایک کوڑھی سانپ کی صورت میں جس کی دو آنکھوں پر دو نقطے ہوں گے اس کے پیچھے دوڑے گا یہ بھاگے گا اور کہے گا تو کون ہے؟ یہ کہے گا میں تیرا خزانہ ہوں جسے تو اپنے پیچھے چھوڑ کر مرا تھا یہاں تک کہ وہ اسے پکڑ لے گا اور اس کا ہاتھ چبا جائے گا پھر باقی جسم بھی' [2] طبرانی کی حدیث میں ہے جو شخص اپنے آقا کے پاس جا کر اس سے اپنی حاجت طلب کرے اور وہ باوجود گنجائش ہونے کے نہ دے اس کے لیے قیامت کے دن زہریلا اژدھا پھن سے پھنکارتا ہوا بلایا جائے گا' [3] دوسری روایت میں ہے کہ جو رشتہ دار محتاج اپنے مالدار رشتہ دار سے سوال کرے اور یہ اسے نہ دے اس کی سزا یہ ہوگی اور وہ سانپ اس کے گلے کا ہار بن جائے گا۔ [4] (ابن جریر) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اہل کتاب جو اپنی کتاب کے احکامات کو دوسروں تک پہنچانے میں بخل کرتے تھے ان کی سزا کا بیان اس آیت میں ہو رہا ہے' لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے گو یہ قول بھی آیت کے عموم میں داخل ہے بلکہ یہ بطور اولیٰ داخل ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی میراث کا مالک اللہ ہی ہے اس نے جو تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے اس کے نام پر خرچ کرو تمام کاموں کا مرجع اسی کی طرف ہے سخاوت کرو تا کہ اس دن کام آئے اور خیال رکھو کہ تمہاری نیتوں اور دلی ارادوں اور کل اعمال سے اللہ تعالیٰ خبردار ہے۔

وقف لازم

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قول بھی سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم تونگر ہیں' ان کے اس قول کو ہم لکھ لیں گے اور ان کا انبیاء (علیہم السلام) کو بے وجہ قتل کرنا بھی' اور ہم ان سے کہیں گے کہ جلنے والا عذاب چکھو○ یہ ہے بدلہ اس کا جو تمہارے

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة ال عمران (۳۰۱۲) ابن ماجه : کتاب الزكاة : باب ماجآء في منع الزكاة (۱۷۸٤) نسائي : کتاب الزكاة : باب التغليظ في حبس الزكاة (۲٤٤۲) مسند احمد (۹۸/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، التعلیق الرغیب (۱/۶۸)]

[2] [جید الاسناد : مستدرك حاكم (۱/۳۸۸) طبرانی (۱٤۰۸)]

[3] [حسن بالشواهد : تفسير ابن جرير الطبری (۸۲۸٤)]

[4] [موقوف صحیح : تفسیر ابن جریر الطبری (۸۲۸۱)]

ہاتھوں نے پہلے بھیجا اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ کسی رسول کو نہ مانیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے جسے آگ کھا جائے' تو کہہ کہ اگر تم سچے ہو تو مجھ سے پہلے تمہارے پاس جو رسول اور معجزوں کے ساتھ یہ بھی لائے جسے تم کہہ رہے ہو پھر تم نے انہیں کیوں مار ڈالا؟○ پھر بھی اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں تو تجھ سے پہلے بھی بہت سے وہ رسول جھٹلائے گئے ہیں جو روشن دلیلیں صحیفے اور منور کتاب لے کر آئے ○

اللہ تعالیٰ کے قرضِ حسنہ کے مطالبہ پر کفار کا رویہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ کون ہے؟ جو اللہ کو قرض حسنہ دے اور وہ اسے زیادہ در زیادہ کر کے دے تو یہود کہنے لگے کہ اے نبی تمہارا رب فقیر ہو گیا ہے اور اپنے بندوں سے قرض مانگ رہا ہے اس پر یہ آیت ﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ﴾ الخ' نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہودیوں کے مدرسے میں گئے یہاں کا بڑا معلم فنحاص تھا اور اس کے ماتحت ایک بہت بڑا عالم اشیع تھا لوگوں کا مجمع تھا اور وہ ان سے مذہبی باتیں سن رہے تھے آپ نے فرمایا فنحاص اللہ سے ڈر اور مسلمان ہو جا اللہ کی قسم تجھے خوب معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں وہ اس کے پاس سے حق لے کر آئے ہیں ان کی صفتیں تورات و انجیل میں تمہارے ہاتھوں میں موجود ہیں تو فنحاص نے جواب میں کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ سن ! اللہ کی قسم اللہ ہمارا محتاج ہے ہم اس کے محتاج نہیں اس کی طرف اس طرح نہیں گڑگڑاتے جیسے وہ ہماری جانب عاجزی کرتا ہے بلکہ ہم تو اس سے بے پرواہ ہیں ہم غنی اور تونگر ہیں اگر وہ غنی ہوتا تو ہم سے قرض طلب نہ کرتا جیسے کہ تمہارا پیغمبر کہہ رہا ہے ہمیں تو سود سے روکتا ہے اور خود سود دیتا ہے اگر غنی ہوتا تو ہمیں سود کیوں دیتا؟ اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آیا اور فنحاص کے منہ پر زور سے تھپڑ مارا اور فرمایا اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم یہود سے معاہدہ نہ ہوتا تو میں تجھ اللہ کے دشمن کا سر کاٹ دیتا جاؤ بدنصیبو جھٹلاتے ہی رہو اگر سچے ہو۔ فنحاص نے جا کر اس کی شکایت سرکارِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں کی آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اسے کیوں مارا؟ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کیا لیکن فنحاص اپنے قول سے مکر گیا کہ میں نے تو ایسا کہا ہی نہیں۔ اس بارے میں یہ آیت اتری۔ [1]

پھر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عذاب کی خبر دیتا ہے کہ ان کا یہ قول اور ساتھ ہی اسی جیسا ان کا بڑا گناہ یعنی قتلِ انبیاء علیہم السلام ہم نے ان کے نامہ اعمال میں لکھ لیا ہے۔ ایک طرف ان کا جناب باری تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کرنا' دوسری جانب نبیوں کو مار ڈالنا ان کاموں کی وجہ سے انہیں سخت تر سزا ملے گی۔ ان کو ہم کہیں گے کہ جلنے والے عذاب کا ذائقہ چکھو اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے پہلے کے کرتوت کا بدلہ ہے یہ کہہ کر انہیں ذلیل و رسوا کن عذاب پر عذاب ہوں گے' یہ سراسر عدل و انصاف ہے اور ظاہر ہے کہ مالک اپنے غلاموں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

پھر ان کو ان کے اس خیال میں جھوٹا ثابت کیا جا رہا ہے جو یہ کہتے تھے کہ آسمانی کتابیں جو پہلے نازل ہوئیں ان میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دے رکھا ہے کہ جب تک کوئی رسول ہمیں یہ معجزہ نہ دکھائے کہ اس کی امت میں

---

[1] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۸۳۰۰)] اس کی سند میں محمد بن ابی محمد راوی مجہول ہے۔]

سے جو شخص قربانی کرے اس کی قربانی کو کھا جانے کے لیے آسمان سے قدرتی آگ آئے اور کھا جائے ان کے اس قول کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ پھر اس معجزے والے پیغمبروں کو جو اپنے ساتھ دلائل اور براہین لے کر آئے تھے تم نے کیوں مار ڈالا؟ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ بھی دے رکھا تھا کہ ہر ایک قبول شدہ قربانی کو آسمانی آگ کھا جاتی تھی لیکن تم نے انہیں بھی سچا نہ جانا' ان کی بھی مخالفت اور دشمنی کی بلکہ انہیں قتل کر ڈالا' اس سے صاف ظاہر ہے کہ تمہیں تمہاری اپنی بات کا بھی پاس ولحاظ نہیں لہٰذا تم حق کے ساتھی ہو' نہ کسی نبی کے ماننے والے ہو۔ تم یقیناً جھوٹے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ ان کے جھٹلانے سے آپ تنگ دل اور غمناک نہ ہوں اگلے اولوالعزم پیغمبروں کے واقعات کو اپنے لیے باعثِ تسلی بنائیں کہ وہ بھی باوجود دلیلیں ظاہر کر دینے کے اور باوجود اپنی حقانیت کو بخوبی واضح کر دینے کے پھر بھی جھٹلائے گئے ﴿زُبُر﴾ سے مراد آسمانی کتابیں ہیں جو ان صحیفوں کی طرح آسمان سے آئیں جو رسولوں پر اتاری گئی تھیں اور ﴿مُنِیْر﴾ سے مراد واضح جلی اور روشن اور چمکیلی ہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے' قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے' پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بیشک وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کی جنس ہے ○ یقیناً تمہارے مالوں اور جانوں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی اور یہ بھی یقینی ہے کہ تمہیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور مشرکوں کی بہت سی دکھ دینے والی باتیں بھی سننی پڑیں گی' اگر تم صبر کر لو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو یقیناً یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے ○

موت ہر جاندار کے لیے: تمام مخلوق کو عام اطلاع ہے کہ ہر جاندار مرنے والا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ (الرحمن / ۲۷-۲۶) یعنی اس زمین پر جتنے ہیں سب فانی ہیں صرف رب کا چہرہ باقی ہے جو بزرگی اور انعام والا ہے' پس صرف وہی اللہ وحدہ لاشریک ہمیشہ کی زندگی والا ہے جو کبھی فنا نہ ہوگا' جن' انسان کل کے کل مرنے والے ہیں اسی طرح فرشتے اور حاملانِ عرش بھی مر جائیں گے' اور صرف اللہ وحدہ لاشریک دوام اور بقا والا باقی رہ جائے گا پہلے بھی وہی تھا اور آخر بھی وہی رہے گا' جب سب مر جائیں گے مدت ختم ہو جائے گی صلب آدم سے جتنی اولاد ہونے والی تھی ہو چکی اور پھر سب موت کے گھاٹ اتر گئے مخلوقات کا خاتمہ ہو گیا اس وقت اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرے گا اور مخلوق کو ان کے کل اعمال کے چھوٹے بڑے' چھپے کھلے' صغیرہ کبیرہ سب کی جزا سزا ملے گی کسی پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا یہی اس کے بعد کے جملہ میں

فرمایا جارہا ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے انتقال کے بعد ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ گویا کوئی آ رہا ہے ہمیں پاؤں کی چاپ سنائی دیتی تھی لیکن کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا تھا اس نے آ کر کہا اے اہل بیت! تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت' ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے تم سب کو تمہارے اعمال کا بدلہ پورا پورا قیامت کے دن دیا جائے گا ہر مصیبت کی تلافی اللہ کے پاس ہے' ہر مرنے والے کا بدلہ ہے اور ہر فوت ہونے والے کا اپنی گم شدہ چیز کو پالینا ہے اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اسی سے بھلی امیدیں رکھو سمجھ لو کہ سچ مچ مصیبت زدہ وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم رہ جائے تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی نازل ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں۔ (ابن ابی حاتم) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ یہ خضر علیہ السلام تھے۔ [1]

حقیقت یہ ہے کہ پورا کامیاب وہ انسان ہے جو جہنم سے نجات پا لے اور جنت میں چلا جائے' حضور ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایک کوڑے جتنی جگہ مل جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اگر تم چاہو تو پڑھو ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ آخری ٹکڑے کے بغیر یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں بھی ہے [2] اور کچھ زیادہ الفاظ کے ساتھ ابن حبان میں ہے [3] اور ابن مردویہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس کی خواہش آگ سے بچ جانے اور جنت میں داخل ہو جانے کی ہو اسے چاہیے کہ مرتے دم تک اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھے اور لوگوں سے وہ سلوک کرے جسے خود اپنے لئے پسند کرتا ہو" [4] یہ حدیث پہلے آیت ﴿وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (ال عمران / ۱۰۲) کی تفسیر میں گزر چکی ہے' مسند احمد میں بھی اور وکیع بن جراح کی تفسیر میں بھی یہی حدیث ہے۔ اس کے بعد دنیا کی حقارت اور ذلت بیان ہو رہی ہے کہ یہ نہایت ذلیل فانی اور زوال پذیر چیز ہے۔ ارشاد ہے ﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى﴾ (الاعلیٰ / ۱۶۔۱۷) یعنی تم تو دنیا کی زندگی پر ریجھے جاتے ہو حالانکہ دراصل بہتری اور بقا والی چیز آخرت ہے' دوسری آیت میں ہے تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے یہ تو حیاتِ دنیا کا فائدہ ہے اور اس کی بہترین زینت اور باقی رہنے والی تو وہ زندگی ہے جو اللہ کے پاس ہے' حدیث شریف میں ہے اللہ کی قسم دنیا آخرت کے مقابلہ میں صرف ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبو لے اس انگلی کے پانی کو سمندر کے پانی کے مقابلہ میں کیا نسبت ہے؟ آخرت کے مقابلہ میں دنیا ایسی ہی ہے' [5] حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا ارشاد ہے دنیا کیا ہے؟ ایک یونہی دھوکے کی جگہ

---

[1] [موضوع و باطل : تفسیر ابن ابی حاتم (۴۶۰۹/۳) البداية والنهاية (۲۹۷/۵)] یہ روایت باطل ہے کیونکہ اس کی سند میں علی بن ابی علی ہاشمی راوی متروک ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اسے موضوع کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورة ال عمران (۳۰۱۳) مسند احمد (۴۳۸/۲) ابن حبان (۷۴۱۷) مستدرك حاكم (۲۹۹/۲) صحیح بخاری : كتاب الجهاد (۲۷۹۳) و كتاب بدء الخلق (۳۲۵۳) السلسلة الصحيحة (۱۹۸۷)]

[3] [صحیح : صحیح ابن حبان (۷۴۱۷) مستدرك حاكم (۲۹۹/۲)]

[4] [صحیح : مسند احمد (۱۹۲/۲) صحیح مسلم : كتاب الامارة (۲۳۲۳) مسند احمد (۱۶۱/۲)]

[5] [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الجنة و نعيمها : باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة (۲۸۵۸) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب مثل الدنيا (۴۱۰۸)]

ہے جسے چھوڑ چھاڑ کر تمہیں چل دینا ہے اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں کہ یہ عنقریب تم سے جدا ہونے والی اور برباد ہونے والی چیز ہے پس تمہیں چاہیے کہ ہوش مندی برتو اور یہاں اللہ کی اطاعت کرلو اور طاقت بھر نیکیاں کما لو اللہ کی دی ہوئی طاقت کے بغیر کوئی کام نہیں بنتا۔

آزمائشوں پر صبر کی تلقین: پھر انسانی آزمائش کا ذکر ہو رہا ہے جیسے ارشاد ہے ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ﴾ (البقرہ/۱۵۵) الخ، مطلب یہ ہے کہ مومن کا امتحان ضرور ہوتا ہے کبھی جانی، کبھی مالی، کبھی اہل وعیال میں، کبھی اور کسی طرح یہ آزمائش دینداری کے انداز کے مطابق ہوتی ہے، سخت دیندار کی ابتلاء بھی سخت اور کمزور دین والے کا امتحان بھی کمزور۔ پھر پروردگار جل شانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خبر دیتا ہے کہ بدر سے پہلے مدینہ میں تمہیں اہل کتاب سے اور مشرکوں سے دکھ دینے والی باتیں اور سرزنش سننی پڑے گی، پھر تسلی دیتا ہوا طریقہ سکھاتا ہے کہ تم صبر وضبط کرلیا کرو اور پرہیزگاری برتو یہ بڑا بھاری کام ہے، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم مشرکین سے اور اہل کتاب سے بہت کچھ درگزر فرمایا کرتے تھے اور ان کی ایذاؤں کو برداشت کرلیا کرتے تھے اور رب کریم کے اس فرمان پر عامل تھے یہاں تک کہ جہاد کی آیتیں اتریں، صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گدھے پر سوار ہو کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھا کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے بنو حارث بن خزرج کے قبیلے میں تشریف لے چلے یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے راستہ میں ایک مخلوط مجلس بیٹھی ہوئی ملی جس میں مسلمان بھی تھے، یہودی بھی تھے، مشرکین بھی تھے اور عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی تھا یہ بھی اب تک کفر کے کھلے رنگ میں تھے مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے گرد وغبار جو اڑا تو عبداللہ بن ابی ابن سلول نے ناک پر کپڑا رکھ لیا اور کہنے لگا غبار نہ اڑاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاس پہنچ ہی چکے تھے سواری سے اتر آئے سلام کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن کی چند آیتیں سنائیں تو عبداللہ بول پڑا سنیے صاحب! آپ کا یہ طریقہ ہمیں پسند نہیں آپ کی باتیں حق ہی سہی لیکن اس کی کیا وجہ؟ کہ آپ ہماری مجلسوں میں آ کر ہمیں ایذاء دیں اپنے گھر جائیے جو آپ کے پاس آئے اسے سنائیے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیشک آپ ہماری مجلسوں میں تشریف لایا کریں ہمیں تو اس کی عین چاہت ہے اب ان کی آپس میں خوب جھڑپ ہوئی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور قریب تھا کہ کھڑے ہو کر لڑنے لگیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے بجھانے سے آخر امن وامان ہو گیا اور سب خاموش ہو گئے آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابو حباب عبداللہ بن ابی ابن سلول نے آج تو اس طرح کیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جانے دیجیے معاف کیجیے اور درگزر کیجیے قسم اللہ کی جس نے آپ پر قرآن اتارا اسے آپ سے اس لیے بے حد دشمنی ہے اور ہونی چاہیے کہ یہاں کے لوگوں نے اسے سردار بنانا چاہا تھا اسے چودھراہٹ کی پگڑی بندھوانے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا نبی برحق بنا کر بھیجا لوگوں نے آپ کو نبی مانا اس کی سرداری جاتی رہی جس کا اسے رنج ہے اسی باعث یہ اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہا ہے جو کہہ دیا

کہہ دیا آپ اسے اہمیت نہ دیں چنانچہ حضور ﷺ نے درگزر کر لیا اور یہی آپ کی عادت تھی اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی بھی یہودیوں سے، مشرکوں سے درگزر فرماتے سنی ان سنی کر دیا کرتے اور اس فرمان پر عمل کرتے، یہی حکم آیت ﴿وَدَّ كَثِيرٌ﴾ [1] الخ، میں ہے جو حکم عفوو درگزر کا اس آیت ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ﴾ الخ، میں ہے۔

اس کے بعد آپ کو جہاد کی اجازت دی گئی اور پہلا غزوہ بدر کا ہوا جس میں لشکرِ کفار کے سرداران قتل وغارت ہوئے یہ حالت اور شوکتِ اسلام دیکھ کر اب عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھی گھبرائے بجز اس کے کوئی چارہ کار انہیں نظر نہ آیا کہ بیعت کر لیں اور بظاہر مسلمان ہو جائیں۔ [2] بس یہ کلیہ قاعدہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر حق والے پر جو نیکی اور بھلائی کا حکم کرتا رہے اور جو برائی اور خلافِ شرع کام سے روکتا رہے اس پر ضرور مصیبتیں اور آفتیں آتی ہیں اسے چاہیے کہ ان تمام تکلیفوں کو جھیلے اور اللہ کی راہ میں صبر وضبط سے کام لے اسی کی پاک ذات پر بھروسہ رکھے اسی سے مدد طلب کرتا رہے اور اپنی کامل توجہ اور پورا رجوع اسی کی طرف رکھے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿١٨٧﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَّيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٨٨﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٨٩﴾ ع ۱۹

اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے بیان کرتے رہا کرو اور اسے چھپاؤ نہیں پھر بھی لوگوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا ان کا یہ بیوپار بہت برا ہے ○ وہ لوگ جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو انہوں نے نہیں کیا اس پر بھی ان کی تعریفیں کی جائیں تو انہیں عذاب سے چھٹکارہ میں نہ سمجھ۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے ○ آسمانوں اور زمینوں کا مالک اللہ ہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○

بری خرید وفروخت: اللہ تعالیٰ یہاں اہل کتاب کو ڈانٹ رہا ہے کہ پیغمبروں کی وساطت سے جو عہد ان کا جناب باری سے ہوا تھا کہ حضور پیغمبر الزمان ﷺ پر ایمان لائیں گے اور آپ کے ذکر کو اور آپ کی بشارت کی پیش گوئی کو لوگوں میں پھیلائیں گے انہیں آپ کی تابعداری پر آمادہ کریں گے اور پھر جس وقت آپ آ جائیں تو دل سے آپ کے تابعدار ہو جائیں گے، لیکن انہوں نے اس عہد کو چھپا لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ظاہر کرنے پر جن دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کا ان سے وعدہ کیا تھا ان کے بدلے دنیا کی تھوڑی سی پونجی میں الجھ کر رہ گئے ان کی یہ خرید وفروخت بد سے بدتر ہے، اس میں علماء کو تنبیہ ہے کہ وہ ان کی طرح نہ کریں ورنہ ان پر بھی وہی سزا ہوگی جو ان کو ملی اور انہیں بھی اللہ کی وہ ناراضگی اٹھانی

---

[1] [سورة البقرة : ۱۰۹]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ولتسمعن من الذین اوتو الکتب (٤٥٦٦) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب فی دعاء النبی وصبره (۱۷۹۸) مسند احمد (۵/۲۰۳)]

پڑے گی جو انہوں نے اٹھائی۔ علماء کرام کو چاہیے کہ ان کے پاس جو نفع دینے والا دینی علم ہو جس سے لوگ نیک عمل جم کر کر سکتے ہوں اسے پھیلاتے رہیں اور کسی بات کو نہ چھپائیں' حدیث شریف میں ہے جس شخص سے علم کا کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور وہ اسے چھپالے تو قیامت کے دن آگ کی لگام پہنایا جائے گا۔ (1)

دوسری آیت میں ریاکاروں کی مذمت بیان ہو رہی ہے' بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے جو شخص جھوٹا دعویٰ کر کے زیادہ مال کمانا چاہے اسے اللہ تعالیٰ اور کم کر دے گا' (2) بخاری و مسلم کی دوسری حدیث میں ہے جو نہ دیا گیا ہو اس کے ساتھ آسودگی جتانے والا دو جھوٹے کپڑے پہننے والے کی مثل ہے' (3) مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ مروان نے اپنے دربان رافع سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ اگر اپنے کام پر خوش ہونے اور نہ کیے ہوئے کام پر تعریف پسند کرنے کے باعث اللہ کا عذاب ہو گا تو ہم میں سے کوئی اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تمہیں اس آیت سے کیا تعلق؟ یہ تو اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ پھر آپ نے ﴿ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ ﴾ سے اس آیت کے ختم تک تلاوت کی اور فرمایا کہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا تھا تو انہوں نے اس کا کچھ اور ہی غلط جواب دیا اور باہر نکل کر گمان کرنے لگے کہ ہم نے آپ کے سوال کا جواب دے دیا جس کی وجہ سے آپ کے پاس ہماری تعریف ہو گی اور سوال کے اصلی جواب کے چھپا لینے اور اپنے جھوٹے فقرہ چل جانے پر بھی خوش تھے' اسی کا بیان اس آیت میں ہے' یہ حدیث بخاری وغیرہ میں بھی ہے (4) اور صحیح بخاری شریف میں بھی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ جنگ میں تشریف لے جاتے تو منافقین اپنے گھروں میں گھسے بیٹھے رہتے ساتھ نہ جاتے پھر خوشیاں مناتے کہ ہم لڑائی سے بچ گئے اب جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹتے تو یہ باتیں بناتے جھوٹے سچے عذر پیش کرتے اور قسمیں کھا کھا کر اپنے معذور ہونے کا آپ کو یقین دلاتے اور چاہتے کہ نہ کیے ہوئے کام پر بھی ہماری تعریفیں ہوں جس پر یہ آیت اتری۔ (5)

تفسیر ابن مردویہ میں ہے کہ مروان نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں اسی طرح سوال

---

(1) [حسن صحیح: ابوداؤد: کتاب العلم: باب کراھیۃ منع العلم (٣٦٥٨) ابن ماجہ: کتاب السنۃ: باب من سئل عن علم فکتمہ (٢٦١) ترمذی: کتاب العلم: باب ماجآء فی کتمان العلم (٢٦٤٩)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، صحیح ترمذی]

(2) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان غلظ التحریم قتل الانسان نفسہ (١١٠)]

(3) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب المتشبع بمالم ینل (٥٢١٩) صحیح مسلم: کتاب اللباس: باب النھی عن التزویر فی اللباس (٢١٢٩) ابوداؤد: کتاب الادب: باب من یتشبع بما لم یعط (٤٩٩٧) مسند احمد (٦/٣٤٦)]

(4) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب لا تحسبن الذین یفرحون بما اتو (٤٥٦٨) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین واحکامھم (٢٧٧٨) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن (٣٠١٤) مسند احمد (١/٢٩٨)]

(5) [صحیح: بخاری (٤٥٦٧) صحیح مسلم (٢٧٧٧)]

کیا تھا جس طرح اوپر گزرا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پچھوایا تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس کا مصداق اور اس کا شانِ نزول ان منافقوں کو قرار دیا جو غزوہ کے وقت بیٹھ جاتے اگر مسلمانوں کو نقصان پہنچا تو بغلیں بجاتے اگر فائدہ ہوا تو اپنا معذور ہونا ظاہر کرتے اور فتح ونصرت کی خوشی کا اظہار کرتے اس پر مروان نے کہا کہاں یہ واقعہ کہاں یہ آیت؟ تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی اس سے واقف ہیں مروان نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ نے بھی اس کی تصدیق کی پھر حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کا علم حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو بھی ہے جو مجلس میں موجود تھے لیکن انہیں ڈر ہے کہ اگر یہ خبر کردیں گے تو آپ ان کی اونٹنیاں جو صدقہ کی ہیں چھین لیں گے باہر نکل کر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا میری شہادت پر تم میری تعریف نہیں کرتے؟ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے سچی شہادت ادا کردی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر میں بھی سچی شہادت دینے پر مستحق تعریف تو ہوں مروان اس زمانہ میں مدینہ کا امیر تھا' دوسری روایت میں ہے کہ مروان کا یہ سوال رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے ہی پہلے ہوا تھا' اس سے پہلے کی روایت میں گزر چکا ہے کہ مروان نے اس آیت کی بابت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پچھوایا تھا تو یاد رہے کہ ان دونوں میں کوئی تضاد اور نفی کا عنصر نہیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ آیت عام ہے اس میں بھی شامل ہے اور اس میں بھی' مروان والی روایت میں بھی ممکن ہے پہلے ان دونوں صاحبوں نے جواب دیئے پھر مزید تشفی کے طور پر حبر الامہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروان نے بذریعہ اپنے آدمی کے سوال کیا ہو' واللہ اعلم۔

حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تو اپنی ہلاکت کا بڑا اندیشہ ہے آپ نے فرمایا کیوں؟ جواب دیا ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے روکا ہے کہ جو نہ کیا ہو اس پر تعریف کو پسند کریں اور میرا یہ حال ہے کہ میں تعریف پسند کرتا ہوں' دوسری روایت یہ ہے کہ تکبر سے اللہ نے روکا ہے اور میں جمال کو پسند کرتا ہوں تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند آواز کرنا ممنوع ہے اور میں بلند آواز ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس بات سے خوش نہیں؟ کہ تیری زندگی بہترین اور باخیر ہو اور تیری موت شہادت کی موت ہو اور تو جنتی بن جائے خوش ہو کر کہنے لگے کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے چنانچہ یہی ہوا کہ آپ کی زندگی انتہائی اچھی گزری اور موت شہادت کی نصیب ہوئی' مسیلمہ کذاب کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ میں آپ نے شہادت پائی۔ [1] ﴿تَحْسَبَنَّهُمْ﴾ کو ﴿يَحْسَبَنَّهُمْ﴾ پڑھا گیا ہے۔

پھر فرمان ہے کہ تو انہیں عذاب سے نجات پانے والے خیال نہ کر' انہیں عذاب ضرور ہوگا اور وہ بھی دردناک۔ پھر ارشاد ہے کہ ہر چیز کا مالک اور ہر چیز پر قادر اللہ تعالیٰ ہے اسے کوئی کام عاجز نہیں کرسکتا پس تم اس سے ڈرتے رہو اور اس کی مخالفت نہ کرو' اس کے غضب سے بچنے کی کوشش کرو اس کے عذابوں سے اپنا بچاؤ کرلو نہ تو کوئی اس سے بڑا' نہ اس سے زیادہ قدرت والا۔

---

[1] [**حسن**: مستدرك حاكم (۳/ ۲۳۴) طبرانی کبیر (۱۳۱۱) صحیح ابن حبان (۷۱۶۷) ابو نعیم فی الحلیة (۵۲۰)] امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اسے مرسل ہونے کی بنا پر ضعیف قرار دیتے ہیں۔]

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے اور آسمان وزمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں' (اور کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا' تو پاک ہے پس ہمیں عذاب آگ سے بچالے ○ اے ہمارے پالنے والے تو جسے جہنم میں ڈالے یقیناً تو نے اسے رسوا کیا' اور ظالموں کا مددگار کوئی نہیں ○ اے ہمارے رب ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا آواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو اپنے رب پر ایمان لاؤ پس ہم ایمان لائے اے اللہ! اب تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر اور ہماری موت نیک لوگوں کے ساتھ کر ○ اے ہمارے پرورش کرنے والے ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے۔ اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر' یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا ○

غور وفکر کی دعوت: طبرانی میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش یہودیوں کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس کیا کیا معجزات لے کر آئے تھے؟ انہوں نے کہا اژدھا بن جانے والی لکڑی اور چمکیلا ہاتھ' پھر نصرانیوں کے پاس گئے ان سے کہا تمہارے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا نشانیاں لائے تھے؟ جواب ملا کہ مادرزاد اندھوں کو بینا کر دینا اور کوڑھی کو اچھا کر دینا اور مردوں کو زندہ کر دینا۔ اب یہ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے کہا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے ہمارے لئے صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دے آپ نے دعا کی جس پر یہ آیت ﴿اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ الخ' اتری [1] یعنی نشان قدرت دیکھنے والوں کے لئے اسی میں بڑی نشانیاں ہیں یہ اسی میں غور وفکر کریں گے تو ان قدرتوں والے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جائیں گے' لیکن اس روایت میں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ یہ سوال مکہ شریف میں ہوا تھا اور یہ آیت مدینہ شریف میں نازل ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ آسمان جیسی بلند اور وسعت مخلوق اور زمین جیسی پست اور سخت لمبی

[1] [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۲۳۲۲/۱۲) تفسیر ابن ابی حاتم (۴۶۵۵/۳) الدر المنثور للسیوطی (۱۹۳/۲)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں یحییٰ حمانی راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۰۹۱۳)] مزید دیکھئے: فتح الباری (۲۳۵/۸)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

چوڑی مخلوق پھر آسمان میں بڑی بڑی نشانیاں مثلاً چلنے پھرنے والے اور ایک جا ٹھہرنے والے ستارے اور زمین کی بڑی بڑی پیداوار مثلاً پہاڑ' جنگل' درخت' گھاس' کھیتیاں' پھل اور مختلف قسم کے جاندار' کانیں' الگ الگ ذائقے والے اور طرح طرح کی خوشبوؤں والے اور مختلف خواص والے میوے وغیرہ' کیا یہ سب آیاتِ قدرت ایک سوچ سمجھ والے انسان کی رہبری اللہ عزوجل کی طرف نہیں کر سکتیں؟ جو اور نشانیاں دیکھنے کی ضرورت باقی رہے؟ پھر دن رات کا آنا جانا اور ان کا کم زیادہ ہونا پھر برابر ہو جانا یہ سب اس عزیز و حلیم اللہ عزوجل کی قدرت کاملہ کی پوری پوری نشانیاں ہیں جو پاک نفس والے ہر چیز کی حقیقت پر نظریں ڈالنے کے عادی ہیں اور بیوقوفوں کی طرح آنکھ کے اندھے اور کان کے بہرے نہیں' جن کی حالت اور جگہ بیان ہوئی ہے کہ وہ آسمان اور زمین کی بہت سی نشانیاں پیروں تلے روندتے ہوئے گزر جاتے ہیں اور غور و فکر نہیں کرتے' ان میں اکثر باوجود اللہ تعالیٰ کو ماننے کے پھر بھی شرک سے نہیں بچ سکتے۔ اب ان عقلمندوں کی صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ اٹھتے' بیٹھتے' لیٹتے اللہ کا نام لیا کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹے لیٹے ہی سہی' [1] یعنی کسی حالت میں اللہ عزوجل کے ذکر سے غافل مت رہو دل میں اور پوشیدہ اور زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہا کرو' یہ لوگ آسمان اور زمین کی پیدائش میں نظریں دوڑاتے ہیں اور ان کی حکمتوں پر غور کرتے ہیں جو اس خالق یکتا کی عظمت و قدرت' علم و حکمت' اختیارِ رحمت پر دلالت کرتی ہیں' حضرت شیخ ابو سلیمان درانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں گھر سے نکل کر جس جس چیز پر میری نظر پڑتی ہے میں دیکھتا ہوں کہ اس میں اللہ کی ایک نعمت مجھ پر موجود ہے اور میرے لئے وہ باعث عبرت ہے' حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ایک ساعت غور و فکر کرنا رات بھر کے قیام کرنے سے افضل ہے' حضرت فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ غور و فکر اور مراقبہ ایک آئینہ ہے جو تیرے سامنے تیری برائیاں بھلائیاں پیش کر دے گا' حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں غور و فکر ایک نور ہے جو تیرے دل پر اپنا پرتو ڈالے گا اور بسا اوقات یہ بیت پڑھتے:

إِذَا الْمَرْءُ كَانَتْ لَهُ فِكْرَةٌ   فَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهُ عِبْرَةٌ

یعنی جس انسان کو باریک بینی اور سوچ سمجھ کی عادت پڑ گئی اسے ہر چیز میں ایک عبرت اور آیت نظر آتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا بولنا ذکر اللہ اور نصیحت ہو اور اس کا چپ رہنا غور و فکر ہو اور اس کا دیکھنا عبرت اور تنبیہ ہو' لقمان حکیم کا نصیحت آموز مقولہ بھی یاد رہے کہ تنہائی کی گوشہ نشینی جس قدر زیادہ ہو اور اسی قدر غور و فکر اور دور اندیشی زیادہ ہوتی ہے اور جس قدر یہ بڑھ جائے اسی قدر راستے انسان پر کھل جاتے ہیں جو اسے جنت میں پہنچا دیں گے' حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس قدر مراقبہ زیادہ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التقصیر : باب اذا لم یطق قاعدا صل علی جنب (۱۱۱۷) ابوداؤد : کتاب الصلاۃ : باب فی صلاۃ القاعد (۹۵۲) ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلاۃ : باب ماجاء فی صلاۃ المریض (۱۲۲۳) ترمذی : کتاب الصلاۃ : باب ماجاء ان صلاۃ القاعد (۳۷۲)]

ہوگا اسی قدر سمجھ بوجھ تیز ہوگی اور جتنی سمجھ زیادہ ہوگی اتنا علم نصیب ہوگا اور جس قدر علم زیادہ ہوگا نیک اعمال بھی بڑھیں گے' حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ کا ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل کے ذکر میں زبان کا چلانا بہت اچھا ہے اور اللہ کی نعمتوں میں غور وفکر کرنا افضل عبادت ہے' حضرت مغیث اسود رحمۃ اللہ مجلس میں بیٹھے ہوئے فرماتے کہ لوگو! قبرستان ہر روز جایا کرو تاکہ تمہیں انجام کا خیال پیدا ہو پھر اپنے دل میں اس منظر کو حاضر کرو کہ تم اللہ کے سامنے کھڑے ہو پھر ایک جماعت کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہوتا ہے اور ایک جماعت جنت میں جاتی ہے اپنے دلوں کو اس حال میں جذب کر دو اور اپنے بدن کو بھی وہیں حاضر جان لو جہنم کو اپنے سامنے دیکھو' اس کے ہتھوڑوں کو' اس کی آگ کے قید خانوں کو اپنے سامنے لاؤ' اتنا فرماتے ہی دھاڑیں مار مار کر رونے لگتے ہیں یہاں تک کہ بیہوش ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ایک شخص نے ایک راہب سے ایک قبرستان اور کوڑا کرکٹ' پاخانہ پیشاب ڈالنے کی جگہ پر ملاقات کی اور اس سے کہا۔ اے بندہ حق اس وقت تیرے پاس دو خزانے ہیں ایک خزانہ لوگوں کا یعنی قبرستان اور دوسرا خزانہ مال کا یعنی کوڑا کرکٹ۔ پیشاب پاخانہ ڈالنے کی جگہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کھنڈرات پر جاتے اور کسی ٹوٹے پھوٹے دروازے پر کھڑے رہ کر نہایت حسرت وافسوس کے ساتھ بھرائی ہوئی آواز میں فرماتے اے اجڑے ہوئے گھرو! تمہارے رہنے والے کہاں گئے؟ پھر خود ہی فرماتے سب زیر زمین چلے گئے سب فنا کا جام پی چکے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہمیشہ کی مالک بقا ہے' حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے دو رکعتیں جو دل بستگی کے ساتھ ادا کی جائیں اس تمام نماز سے افضل ہیں جس میں ساری رات گزار دی لیکن دلچسپی نہ تھی' حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ابن آدم! اپنے پیٹ کے تیسرے حصے میں کھا تیسرے حصے میں پانی پی اور تیسرا حصہ ان سانسوں کے لیے چھوڑ جس میں تو آخرت کی باتوں پر' اپنے انجام پر اور اپنے اعمال پر غور وفکر کر سکے' بعض حکیموں کا قول ہے جو شخص دنیا کی چیزوں پر عبرت حاصل کیے بغیر نظر ڈالتا ہے اس غفلت کی وجہ اس کی دلی آنکھیں کمزور پڑ جاتی ہیں' حضرت بشر بن حارث حافی رحمۃ اللہ کا فرمان ہے کہ اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا خیال کرتے تو ہرگز ان سے نافرمانیاں نہ ہوتیں' حضرت عامر بن عبد قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنا ہے کہ ایمان کی روشنی غور وفکر اور مراقبہ میں ہے' مسیح ابن مریم سیدنا حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ابن آدم اے ضعیف انسان! جہاں کہیں تو ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہ' دنیا میں عاجزی اور مسکینی کے ساتھ رہ' اپنا گھر مسجدوں کو بنالے اور اپنی آنکھوں کو رونا سکھا' اپنے جسم کو صبر کی عادت سکھا' اپنے دل کو غور وفکر کرنے والا بنا' کل کی روزی کی فکر آج نہ کر۔

امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ ایک مرتبہ مجلس میں بیٹھے ہوئے رو دیئے لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا میں نے دنیا میں اور اس کی لذتوں میں اور اس کی خواہشوں میں غور وفکر کیا اور عبرت حاصل کی جب نتیجہ پر پہنچا تو میری امنگیں ختم ہوگئیں حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے اس میں عبرت ونصیحت ہے اور وعظ وپند ہے' حسین بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ نے بھی اپنے اشعار میں اس مضمون کو خوب نبھایا ہے' پس اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں

کی مدح وثنا بیان کی جو مخلوقات اور کائنات سے عبرت حاصل کریں اور نصیحت لیں اور ان لوگوں کی مذمت بیان کی جو قدرت کی نشانیوں پر غور نہ کریں۔ مومنوں کی مدح میں بیان ہو رہا ہے کہ یہ لوگ اٹھتے' بیٹھتے' لیٹتے اللہ سبحانہ کا ذکر کرتے ہیں' زمین وآسمان کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ تو نے اپنی مخلوق کو عبث اور بے کار نہیں بنایا بلکہ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے تاکہ بروں کو برائی کا بدلہ اور نیکوں کو نیکیوں کا بدلہ عطا فرمائے' پھر اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں کہ تو اس سے منزہ ہے کہ کسی چیز کو بے کار بنائے اے خالق کائنات' اے عدل وانصاف سے کائنات کو سجانے والے' اے نقصان اور عیبوں سے پاک ذات' ہمیں اپنی قوت وطاقت سے ان اعمال کی توفیق اور ہمارا رفیق فرما جن سے ہم تیرے عذابوں سے نجات پالیں اور تیری نعمتوں سے مالا مال ہو کر جنت میں داخل ہو جائیں' یہ یوں بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ! جسے تو جہنم میں لے گیا اسے تو نے برباد اور ذلیل وخوار کر دیا مجمع حشر کے سامنے اسے رسوا کیا' ظالموں کا کوئی مددگار نہیں انہیں کوئی چھڑا سکے' نہ بچا سکے' نہ تیرے ارادے کے درمیان آسکے' اے رب ہم نے پکارنے والے کی پکار سن لی جو ایمان اور اسلام کی طرف بلاتا ہے' مراد اس سے آنحضرت ﷺ ہیں جو فرماتے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ ہم ایمان لا چکے اور تابعداری بجا لائے پس ہمارے ایمان اور فرماں برداری کی وجہ سے ہمارے گناہوں کو معاف فرما ان کی پردہ پوشی کر اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دے اور ہمیں صالح اور نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے تو نے ہم سے جو وعدے اپنے نبیوں کی زبانی کیے ہیں انہیں پورے کر' اور یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں پر ایمان لانے کا لیا تھا' لیکن پہلا معنی واضح ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے عسقلان دو عروس میں سے ایک ہے یہیں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ستر ہزار شہید اٹھائیں گے جو وفد بن کر اللہ کے پاس جائیں گے یہیں شہیدوں کی صفیں ہوں گی جن کے ہاتھوں میں ان کے کٹے ہوئے سر ہوں گے ان کی گردن کی رگوں سے خون جاری ہوگا یہ کہتے ہوں گے اے اللہ! ہم سے جو وعدے اپنے رسولوں کی معرفت تو نے کیے ہیں انہیں پورے کر ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر تو وعدہ خلافی سے پاک ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے یہ بندے سچے ہیں اور انہیں نہر بیضہ میں غسل کروائیں گے جس غسل کے بعد پاک صاف گورے چٹے رنگ کے ہو کر نکلیں گے اور ساری جنت ان کے لیے مباح ہوگی جہاں چاہیں جائیں آئیں جو چاہیں کھائیں پئیں۔ [1] یہ حدیث غریب ہے اور بعض تو کہتے ہیں موضوع ہے۔ واللہ اعلم۔ ہمیں قیامت کے دن تمام لوگوں کے مجمع میں رسوا نہ کر تیرے وعدے سچے ہیں تو نے جو کچھ خبریں اپنے رسولوں کی زبانی پہنچائی ہیں سب اٹل ہیں قیامت کا روز ضرور آنا ہے پس تو ہمیں اس دن کی رسوائی سے نجات دے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بندے پر رسوائی ڈانٹ ڈپٹ' مار اور شرمندگی اس قدر ڈالی جائے گی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر کے

---

[1] [ضعيف جدا : مسند احمد (٣/٢٢٥) ابن عدی فی الکامل (١/٢٩٨) ابن جوزی فی الموضوعات (٢/٥٣)] اس کی سند میں ابو عقال راوی متهم بالوضع هے ۔ [مجمع الزوائد (١٦٦٦٥)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس روایت کو سخت ضعیف ومردود کہتے ہیں۔]

اسے قائل معقول کیا جائے گا کہ وہ چاہے گا کہ کاش! مجھے جہنم میں ہی ڈال دیا جاتا۔ [1] (ابو یعلی) اس حدیث کی سند بھی غریب ہے' احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تہجد کے لیے جب اٹھتے تب سورۂ آل عمران کی ان دس آخری آیتوں کی تلاوت فرماتے' چنانچہ بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزاری یہ ام المومنین حضور ﷺ کی بیوی صاحبہ تھیں حضور ﷺ جب آئے تو تھوڑی دیر تک آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے باتیں کرتے رہے پھر سو گئے جب آخری تہائی رات باقی رہ گئی تو آپ اٹھ بیٹھے اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے ﴿اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ﴾ سے آخر سورت تک کی آیتیں تلاوت فرمائیں پھر کھڑے ہوئے' مسواک کی' وضو کیا اور گیارہ رکعت نماز ادا کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی صبح کی اذان سن کر پھر دو رکعتیں صبح کی سنتیں پڑھیں پھر مسجد میں تشریف لا کر لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ [2]

صحیح بخاری میں یہ روایت دوسری جگہ بھی ہے کہ بستر ے کے عرض میں تو میں سویا اور لمبائی میں آنحضرت ﷺ اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا لیٹیں آدھی رات کے قریب کچھ پہلے یا کچھ بعد حضور ﷺ جاگے اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھیں ملتے ہوئے ان دس آیتوں کی تلاوت کی پھر ایک لٹکی ہوئی مشک میں سے پانی لے کر بہت اچھی طرح کامل وضو کیا میں بھی آپ کی بائیں جانب آپ کی اقتدا میں نماز کے لیے کھڑا ہو گیا حضور ﷺ نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھ کر میرے کان کو پکڑ کر مجھے گھما کر اپنی دائیں جانب کر لیا اور دو دو رکعت کر کے چھ مرتبہ یعنی بارہ رکعت پڑھیں پھر وتر پڑھا اور لیٹ گئے یہاں تک کہ مؤذن نے آ کر نماز کی اطلاع کی آپ نے کھڑے ہو کر دو ہلکی رکعتیں ادا کیں اور باہر آ کر صبح کی نماز پڑھائی۔ [3]

ابن مردویہ کی اس حدیث میں ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے میرے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم آج کی رات حضور ﷺ کی آل میں گزارو اور آپ کی رات کی نماز کی کیفیت دیکھو رات کو جب سب لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر چلے گئے میں بیٹھا رہا جب حضور ﷺ جانے لگے تو مجھے دیکھ کر فرمایا کون عبداللہ؟ میں نے کہا جی ہاں فرمایا کیوں رکے ہوئے ہو؟ میں نے کہا والد صاحب کا حکم ہے کہ رات آپ کے گھر گزاروں تو فرمایا بہت اچھا آؤ گھر جا کر فرمایا بستر بچھا دو ٹاٹ کا تکیہ آیا اور حضور ﷺ اس پر سر رکھ کر سو گئے یہاں تک کہ مجھے آپ

---

[1] [ضعیف جدا: مستدرك حاكم (٤/٥٧٧) مسند ابویعلی (١٧٧٦)] اس کی سند میں فضل بن عیسیٰ راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (١٨٣٩٣)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: كتاب التفسير: باب ان فى خلق السموت والارض (٤٥٦٩) صحيح مسلم: كتاب صلاة المسافرين: باب صلاة النبي و دعاته بالليل (٧٦٣)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: كتاب التفسير: باب ربنا انك من تدخل النار (٤٥٧١) صحيح مسلم: كتاب صلاة المسافرين: باب صلاة النبى ودعائه بالليل (٧٦٣) ابن ماجه: كتاب اقامة الصلاة: باب ماجاء فى كم يصلى بالليل (١٣٦٣) ابوداؤد: كتاب التطوع: باب فى صلاة الليل (١٣٦٤) مسند احمد (١/٢٤٢)]

کے خراٹوں کی آواز آنے لگی پھر آپ جاگے اور سیدھی طرح بیٹھ کر آسمان کی طرف دیکھ کر تین مرتبہ ﴿سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ﴾ پڑھا پھر سورۂ آل عمران کے خاتمہ کی یہ آیتیں پڑھیں۔[1] اور روایت میں ہے کہ آیتوں کی تلاوت کے بعد حضور ﷺ نے یہ دعا پڑھی ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِيْ نُوْرًا وَّمِنْ بَيْنِ يَدَيْ نُوْرًا وَّمِنْ خَلْفِيْ نُوْرًا وَّمِنْ فَوْقِيْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِيْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ﴾[2] (ابن مردویہ) یہ دعا بعض صحیح طریق سے بھی مروی ہے۔[3]

اس آیت کی تفسیر کے شروع میں طبرانی کے حوالے سے جو حدیث گزری ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مکی ہے لیکن مشہور اس کے خلاف ہے یعنی یہ کہ یہ آیت مدنی ہے اور اس کی دلیل میں یہ حدیث پیش ہو سکتی ہے جو ابن مردویہ میں ہے کہ حضرت عطا رحمہ اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے آپ کے اور ان کے درمیان پردہ تھا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا عبید تم کیوں نہیں آیا کرتے؟ حضرت عبید نے جواب دیا اماں جان صرف اس لیے کہ کسی شاعر کا قول ہے ((زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا)) یعنی کم کم آؤ تاکہ محبت بڑھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اب ان باتوں کو چھوڑو ام المومنین رضی اللہ عنہا ہم یہ پوچھنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں کہ سب سے زیادہ عجیب بات جو آپ نے آنحضرت ﷺ کی دیکھی ہو وہ ہمیں بتائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رو دیں اور فرمانے لگیں حضور ﷺ کے تمام کام عجیب تر تھے' اچھا ایک واقعہ سنو ایک رات میری باری میں حضور ﷺ میرے پاس آئے اور میرے ساتھ سوئے پھر مجھ سے فرمانے لگے عائشہ رضی اللہ عنہا میں اپنے رب کی کچھ عبادت کرنا چاہتا ہوں مجھے جانے دے میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم میں آپ کا قرب چاہتی ہوں اور یہ بھی میری چاہت ہے کہ آپ اللہ عزوجل کی عبادت بھی کریں' اب آپ کھڑے ہوئے اور ایک مشک میں سے پانی لے کر آپ نے ہلکا سا وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے پھر جو رونا شروع کیا تو اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی پھر سجدے میں گئے اور اس قدر روئے کہ زمین تر ہو گئی پھر کروٹ کے بل لیٹ گئے اور روتے ہی رہے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر نماز کے لیے بلایا اور آپ کے آنسو رواں دیکھ کر دریافت کیا کہ اے اللہ کے سچے رسول ﷺ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں' آپ نے فرمایا بلال میں کیوں نہ روؤں؟ مجھ پر آج کی رات یہ آیت اتری ہے ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ﴾ الخ' افسوس ہے اس شخص کے لیے جو اسے پڑھے اور پھر اس میں غور و تدبر نہ کرے۔[4]

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الدعوات: باب الدعاء اذا انتبه من اللیل (٦٣١٦) صحیح مسلم: (٧٦٣) ابوداؤد: کتاب التطوع: باب فی صلاۃ اللیل (١٣٥٣)]

[2] [ضعیف: طبرانی کبیر (١٢٣٤٩/١٢)] اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عاصم بن بھدلہ راوی مجہول ہے۔]

[3] [صحیح بخاری: کتاب الدعوات: باب الدعاء اذا انتبه من اللیل (٦٣١٦) صحیح مسلم (٧٦٣)]

[4] [ضعیف: الدر المنثور للسیوطی (١٩٥/٢) الترغیب والترهیب للأصبهانی (٦٦٦) صحیح ابن حبان (٦٢٠)] اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں یحییٰ بن ابی حیہ راوی ضعیف ہے۔]

عبد بن حمید کی تفسیر میں بھی یہ حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جب ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے ہم نے سلام کیا تو آپ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ ہم نے اپنے نام بتائے اور آخر میں یہ بھی ہے کہ نماز کے بعد آپ اپنی داہنی کروٹ پر لیٹے رخسار تلے ہاتھ رکھا اور روتے رہے یہاں تک کہ آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جواب میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں؟ اور آیتوں کے نازل ہونے کے بارے میں ﴿عَذَابَ النَّارِ﴾ تک آپ نے تلاوت کی۔[1] ابن مردویہ کی ایک ضعیف سند والی حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ آل عمران کے آخر کی دس آیتیں ہر رات کو پڑھتے اس روایت میں مظاہر بن اسلم ضعیف ہیں۔[2]

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ
بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي
سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾

ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کو خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت میں ہرگز ضائع نہیں کرتا تم آپس میں ایک ہی ہو پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اور جنہیں میری راہ میں ایذاء دی گئی اور جنہوں نے جہاد کیا اور شہید کیے گئے میں ضرور ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کردوں گا اور بالیقین انہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ ہے ثواب خدا کی طرف سے اور اللہ کے پاس بہترین ثواب ہے ○

دعا کی قبولیت: یہاں ﴿اِسْتَجَابَ﴾ کے معنی "اَجَابَ" کے ہیں اور یہ عربی میں برابر مروج ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ عورتوں کی ہجرت کا کہیں قرآن میں اللہ تعالیٰ ذکر نہیں کرتا اس پر یہ آیت اتری' انصار کا بیان ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلی مہاجرہ عورت جو ہودج میں آئیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں[3] ام المومنین سے یہ بھی مروی ہے کہ صاحب عقل اور صاحب ایمان لوگوں نے جب اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں جن کا ذکر پہلے کی آیتوں میں تھا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بھی ان کی منہ مانگی مراد انہیں

---

[1] [**ضعیف**: الدر المنثور للسیوطی (۲/۱۹۵)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [**ضعیف**: الدر المنثور للسیوطی (۲/۲۰۴) طبرانی اوسط (۷/۶۷۷۷) ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۷/۶۵۰) ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ (۶۸۸) مجمع الزوائد (۲/۷۷)] اس کی سند میں مظاہر بن اسلم راوی ضعیف ہے۔]

[3] [**ضعیف**: مستدرک حاکم (۲/۳۰۰) الدر المنثور للسیوطی (۲/۱۹۷) تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۸۳۶۸) طبرانی کبیر (۲۳/۶۵۱) مسند حمیدی (۳۰۱)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند سفیان بن عیینہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

عطا فرمائی' اسی لیے اس آیت کو ((ف)) سے شروع کیا' جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ ﴾ (البقرہ/۱۸۶) الخ' یعنی میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو کہہ دے کہ میں تو ان کے بہت ہی نزدیک ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار کو قبول فرمالیتا ہوں پس انہیں بھی چاہیے کہ میری مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں ممکن ہے کہ وہ رشد وہدایت پالیں پھر قبولیتِ دعا کی تفسیر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ میں کسی عامل کے عمل کو رائیگاں نہیں کرتا بلکہ ہر ایک کو پورا پورا بدلہ عطا فرماتا ہوں خواہ مرد ہو خواہ عورت' ہر ایک میرے پاس ثواب میں اور اعمال کے بدلے میں یکساں ہے' پس جو لوگ شرک کی جگہ کو چھوڑیں اور ایمان کی جگہ آجائیں دار الکفر سے ہجرت کریں' بھائیوں دوستوں پڑوسیوں اور اپنوں کو اللہ کے نام پر ترک کر دیں' مشرکوں کی ایذائیں سہہ سہہ کر تھک کر بھی عاجز آکر بھی ایمان کو نہ چھوڑیں بلکہ اپنے پیارے وطن سے منہ موڑ لیں جبکہ لوگوں کا انہوں نے کوئی نقصان نہیں کیا تھا جس کے بدلے میں انہیں ستایا جاتا بلکہ ان کا صرف یہ قصور تھا کہ میری راہ پہ چلنے والے تھے صرف میری توحید کو مان کر دنیا کی دشمنی مول لے لی تھی' میری راہ پر چلنے کے باعث طرح طرح سے ستائے جاتے تھے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ﴾ (الممتحنہ/۱) یہ لوگ رسول کو اور تمہیں صرف اس بنا وطن سے نکال دیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو جو تمہارا رب ہے' اور ارشاد ہے ﴿ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ﴾ (البروج/۸) ان سے دشمنی اسی وجہ سے ہے کہ اللہ عزیز وحمید پر ایمان لائے ہیں۔

پھر فرماتا ہے انہوں نے جہاد بھی کیے اور یہ شہید بھی ہوئے یہ سب سے اعلیٰ اور بلند مرتبہ ہے ایسا شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے' اس کی سواری کٹ جاتی ہے منہ خاک وخون میں مل جاتا ہے۔

بخاری ومسلم میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں صبر کے ساتھ نیک نیتی سے' دلیری سے' پیچھے نہ ہٹ کر اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور پھر شہید کر دیا جاؤں تو کیا اللہ تعالیٰ میری خطائیں معاف فرما دے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں پھر دوبارہ آپ نے اس سے سوال کیا کہ ذرا پھر کہنا تم نے کیا کہا تھا؟ اس نے دوبارہ اپنا سوال دہرا دیا آپ نے فرمایا ہاں مگر قرض معاف نہ ہوگا یہ بات جبرائیل علیہ السلام ابھی مجھ سے کہہ گئے۔[1] پس یہاں فرماتا ہے کہ میں ان کی خطا کاریاں معاف فرما دوں گا اور انہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن میں چاروں طرف نہریں بہہ رہی ہیں کسی میں دودھ ہے' کسی میں شہد' کسی میں شراب' کسی میں صاف پانی اور وہ نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی کان نے سنیں' نہ کسی آنکھ نے دیکھیں' نہ کسی انسانی دل میں کبھی خیال گزرا۔ یہ ہے بدلہ اللہ کی طرف سے ظاہر ہے کہ جو ثواب اس شہنشاہ عالی کی طرف سے ہو وہ کس قدر زبردست اور بے انتہا ہوگا؟ جیسے کسی شاعر کا قول ہے کہ اگر وہ عذاب کرے تو وہ بھی مہلک اور برباد کر دینے والا اور اگر انعام دے تو وہ بھی بے حساب قیاس سے بڑھ کر

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الامارة: باب من قتل فی سبیل اللّٰہ كفرت خطایاه (۱۸۸۵) مسند احمد (۳۰۸/۳)]

کیونکہ اس کی ذات بے پرواہ ہے' نیک اعمال لوگوں کا بہترین بدلہ اللہ ہی کے پاس ہے۔

حضرت شداد بن اوس رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگو! اللہ تعالیٰ کی قضا پر غمگین اور بے صبرے نہ ہو جایا کرو سنو! مومن پر ظلم و جور نہیں ہوتا اگر تمہیں خوشی اور راحت پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر کرو اور اگر برائی پہنچے تو صبر و ضبط کرو اور نیکی اور ثواب کی تمنا رکھو اللہ تعالیٰ کے پاس بہترین بدلے اور پاکیزہ ثواب ہیں۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١٩٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾

تجھے کافروں کا شہر میں چلنا پھرنا فریب میں نہ ڈال دے ○ یہ تو بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے' اس کے بعد ان کا ٹھکانا تو جہنم ہے' اور وہ بری جگہ ہے ○ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہیں ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے مہمان ہیں اللہ کی طرف سے' اور نیک کاروں کے لیے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہت ہی بہتر ہے ○

دنیوی عیش و عشرت نجات کی دلیل نہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کافروں کی بدمستی کے سامانِ تعیش' ان کی راحت و آرام' ان کی خوش حالی اور فارغ البالی کی طرف اے نبی ﷺ آپ نظریں نہ ڈالیں یہ سب عنقریب زائل ہو جائے گا اور صرف ان کی بداعمالیاں عذاب کی صورت میں ان کے لیے باقی رہ جائیں گی ان کی یہ تمام نعمتیں آخرت کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہیں اسی مضمون کی بہت سی آیتیں قرآن کریم میں ہیں مثلاً ﴿مَا يُجَادِلُ فِيْ آيَاتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ﴾ (المؤمن / ٤) اللہ کی آیتوں میں کافر ہی جھگڑتے ہیں ان کا شہروں میں گھومنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈالے دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ﴾ (یونس/٦٩) الخ' جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے دنیا میں چاہے تھوڑا سا فائدہ اٹھالیں لیکن آخر تو انہیں ہماری طرف ہی لوٹنا ہے پھر ہم انہیں ان کے کفر کی پاداش میں سخت تر سزائیں دیں گے۔ ارشاد ہے انہیں ہم تھوڑا سا فائدہ پہنچا کر پھر گہرے عذابوں کی طرف بے بس کر دیں گے۔ اور جگہ ہے کافروں کو کچھ مہلت دے دے۔ اور جگہ ہے کیا وہ شخص جو ہمارے بہترین وعدوں کو پالے گا اور وہ جو دنیا آرام سے گزار رہا ہے لیکن قیامت کے دن عذابوں کے لیے حاضری دینے والا ہے برابر ہو سکتے ہیں؟ چونکہ کافروں کا دنیوی اور اخروی حال بیان ہوا اس لیے ساتھ ہی مومنوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ متقی گروہ قیامت کے دن نہروں والی بہشتوں میں ہو گا' ابن مردویہ میں ہے رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں انہیں ''ابرار'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ماں باپ کے ساتھ اور اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرتے تھے جس طرح تیرے ماں باپ کا تجھ پر حق ہے اسی طرح تیری اولاد کا تجھ پر حق ہے' یہی روایت حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے موقوفاً بھی مروی ہے اور موقوف ہونا ہی زیادہ ٹھیک نظر آتا ہے۔ [1] واللہ اعلم۔

---

[1] [الدر المنثور للسیوطی (١٩٩/٢)]

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابرار وہ ہیں جو کسی کو ایذاء نہ دیں' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر شخص کے لیے خواہ نیک ہو' خواہ بد موت اچھی چیز ہے اگر نیک ہے تو جو کچھ اس کے لیے اللہ کے پاس ہے وہ بہت ہی بہتر ہے اور اگر بد ہے تو اللہ کے عذاب اور اس کے گناہ جو اس کی زندگی میں بڑھ رہے تھے اب ان کا بڑھنا ختم ہوا پہلے کی دلیل ﴿ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴾ ہے اور دوسری کی دلیل ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ﴾ (ال عمران / ۱۷۸) الخ' ہے یعنی کافر ہماری ڈھیل دینے کو اپنے حق میں بہتر نہ خیال کریں یہ ڈھیل ان کے گناہوں میں اضافہ کر رہی ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب ہیں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ [1]

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ۧ

یقیناً اہل کتاب میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور تمہاری طرف جو اترا اور ان کی جانب جو نازل ہوا اس پر بھی' اللہ سے ڈرتے رہنے والے ہیں اور اللہ کی آیتوں کو تھوڑے مول پر بیچتے بھی نہیں' ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے ○ اے ایمان والو تم ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لیے تیار رہو تا کہ تم مراد کو پہنچو ○

اہل ایمان اور اہل جہاد کے لیے اجر و ثواب کی نوید: اللہ تعالیٰ اہل کتاب کے اس فرقے کی تعریف کرتا ہے جو پورے ایمان والا ہے قرآن کریم کو بھی مانتا ہے اور اپنے نبی کی کتاب پر بھی ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کا ڈر دل میں رکھ کر اللہ تعالیٰ کے فرمانوں کی بجا آوری میں نہایت تندہی کے ساتھ مشغول ہے رب کے سامنے عاجزی اور گریہ وزاری کرتا رہتا ہے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے جو پاک اوصاف اور صاف نشانیاں ان کی کتابوں میں ہیں اسے دنیا کے بدلے چھپاتا نہیں بلکہ ہر ایک کو بتاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مان لینے کی رغبت دلاتا ہے۔ ایسی جماعت اللہ تعالیٰ کے پاس اجر پائے گی خواہ وہ یہودیوں کی ہو' خواہ نصرانیوں کی۔ سورۂ قصص میں یہ مضمون اس طرح بیان ہوا ہے ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ ﴾ (قصص / ۵۲) جنہیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دے رکھی ہے وہ اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور جب یہ کتاب ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس پر بھی ایمان لائے یہ برحق کتاب ہمارے رب کی ہے ہم تو پہلے سے ہی مانتے تھے انہیں ان کے صبر کا دوہرا اجر دیا جائے گا۔ اور جگہ ہے جنہیں ہم نے کتاب دی اور جسے وہ صحیح طور پر پڑھتے ہیں وہ تو اس قرآن پر بھی فوراً ایمان

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/ ۴۹۶)]

لاتے ہیں۔اور جگہ ارشاد ہے ﴿ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴾ (الاعراف/١٥٩) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے بھی ایک جماعت حق کی ہدایت کرنے والی اور حق کے ساتھ عدل کرنے والی ہے' دوسرے مقام پر بیان ہے ﴿ لَيْسُوْا سَوَآءً ﴾ (ال عمران/١١٣) الخ' یعنی اہل کتاب سب یکساں نہیں ان میں ایک جماعت راتوں کے وقت بھی اللہ کی کتاب پڑھنے والی ہے اور سجدے کرنے والی ہے۔

اور جگہ ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کہو کہ لوگو تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ جنہیں پہلے سے علم دیا گیا ہے جب ان کے سامنے اس کلام مجید کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ اپنے چہروں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے یقیناً اس کا وعدہ سچا ہے اور سچا ہو کر رہنے والا ہے یہ لوگ روتے ہوئے منہ کے بل گرتے ہیں اور خشوع و خضوع میں بڑھ جاتے ہیں یہ صفتیں یہودیوں میں پائی گئیں گو بہت کم لوگ ایسے تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور آپ ہی جیسے اور با ایمان یہودی علماء لیکن ان کی گنتی دس تک بھی نہیں پہنچتی ہاں نصرانی اکثر ہدایت پر آ گئے اور حق کے فرمانبردار ہو گئے جیسے اور جگہ ہے ﴿ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ﴾ سے ﴿ خَالِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ (المائدہ/٨٢'٨٥) آخر آیت تک' مطلب یہ ہے کہ ایمان والوں سے عداوت اور دشمنی رکھنے میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے یہود ہیں اور مشرک۔ اور ایمان والوں سے محبت رکھنے میں پیش پیش نصرانی ہیں' اب فرماتا ہے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم کے مستحق ہیں' حدیث میں یہ بھی آ چکا ہے کہ حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے جب سورۂ مریم کی تلاوت شاہ نجاشی کے دربار میں بادشاہ ارا کین سلطنت اور علماء نصاریٰ کے سامنے کی اور اس میں آپ پر رقت طاری ہوئی تو سب حاضرین دربار مع بادشاہ رو دیئے اور اس قدر متاثر ہوئے کہ روتے روتے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ [1]

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نجاشی کے انتقال کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو دی اور فرمایا کہ تمہارا بھائی حبشہ میں انتقال کر گیا ہے اور اس کے جنازے کی نماز ادا کرو اور میدان میں جا کر صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفیں مرتب کر کے آپ نے ان کے جنازے کی نماز ادا کی۔ [2] ابن مردویہ میں ہے کہ جب نجاشی فوت ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو تو بعض لوگوں نے کہا دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس نصرانی کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیتے ہیں جو حبشہ میں مرا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [3] گویا اس کے مسلمان ہونے کی شہادت قرآن کریم نے دی' ابن جریر میں ہے کہ ان کی موت کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی کہ تمہارا بھائی اصحمہ انتقال کر گیا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور جس طرح جنازے کی نماز پڑھاتے تھے اسی طرح چار تکبیروں سے نماز

---

[1] [صحیح : سیرۃ ابن ھشام (١/٣٥٧)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب من صف صفین او ثلاثۃ (١٣١٧)، (٣٨٧٧) صحیح مسلم : کتاب الجنائز : باب فی التکبیر علی الجنازۃ (٩٥٢) مسند احمد (٣/٣٥٥)]

[3] [حسن : طبرانی اوسط (٢٦٨٨) تفسیر ابن ابی حاتم (٣/٤٦٨٢)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔]

جنازہ پڑھائی اس پر منافقوں نے وہ اعتراض کیا اور یہ آیت اتری۔ [1] ابوداؤد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نجاشی کے انتقال کے بعد ہم یہی سنتے رہے کہ ان کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے' [2] مستدرک حاکم میں ہے کہ نجاشی کا ایک دشمن اس کی سلطنت پر حملہ آور ہوا تو مہاجرین نے کہا کہ آپ اس سے مقابلہ کرنے کے لیے چلیئے ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں آپ ہماری بہادری کے جوہر دیکھ لیں گے اور جو حسن سلوک آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے اس کا بدلہ بھی اتر جائے گا لیکن نجاشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کی امداد کے ساتھ بچاؤ کرنے سے اللہ کی امداد کا بچاؤ بہتر ہے اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [3]

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد اہل کتاب کے مسلمان لوگ ہیں' [4] حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں' جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھے اسلام کو پہچانتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا بھی شرف انہیں حاصل ہوا تو انہیں اجر بھی دوہرا ملا ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے ایمان کا دوسرا اجر آپ پر ایمان لانے کا' بخاری ومسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے لوگوں کو دوہرا اجر ملتا ہے جن میں سے ایک اہل کتاب کا وہ شخص ہے جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور مجھ پر بھی ایمان لایا اور باقی دو کا بھی ذکر کیا' [5] اللہ کی آیتوں کو تھوڑی قیمت پر نہیں بیچتے' یعنی اپنے پاس علمی باتوں کو چھپاتے نہیں جیسے کہ ان میں سے ایک رذیل جماعت کا شیوہ تھا بلکہ یہ لوگ تو اسے پھیلاتے اور خوب ظاہر کرتے ہیں ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہے اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے یعنی جلد سمیٹنے اور گھیرنے اور شمار کرنے والا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اسلام جیسے میرے پسندیدہ دین پر جمے رہو شدت اور نرمی کے وقت مصیبت اور راحت کے وقت غرض کسی حال میں بھی اسے نہ چھوڑو یہاں تک کہ دم نکلے تو اسی پر نکلے اور اپنے ان دشمنوں سے بھی صبر سے کام لو جو اپنے دین کو چھپاتے ہیں۔ [6] امام حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ علماء سلف نے یہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ ﴿مُرَابَطَةً﴾ کہتے ہیں عبادت کی جگہ میں ہمیشگی کرنے کو اور ثابت قدمی سے جم جانے کو اور کہا گیا ہے ایک نماز

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۸۳۷٦)]

[2] [**حسن**: ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب في النور يرى عند قبر الشهيد (۲۵۲۳) سیرة ابن هشام (۳۵۳/۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[3] [**ضعیف**: مستدرك حاكم (۳۰۰/۲)] حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (٤٩٩/۷)]

[5] [**صحیح**: صحيح بخاری: کتاب العلم: باب تعليم الرجل امته واهله (۹۷) و کتاب الجهاد (۲۵٤۷) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب وجوب الایمان برسالة نبينا محمد (۱۵٤) ترمذی: کتاب النکاح: باب ماجاء في الفضل في ذلك (۱۱۱٦) ابن ماجه: کتاب النکاح: باب الرجل يعتق امته (۱۹۵٦) نسائی: کتاب النکاح: باب عتق الرجل جاريته (۳۳٤٦) مسند احمد (٤۰۲/٤)]

[6] [تفسیر ابن جریر الطبری (۵۰۲/۷)]

کے بعد دوسری نماز کے انتظار کو، یہی قول ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کا۔ صحیح مسلم شریف اور نسائی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں آ ؤ میں تمہیں بتاؤں کہ کس چیز سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور درجوں کو بڑھاتا ہے' تکلیف ہوتے ہوئے بھی کامل وضو کرنا دور سے چل کر مسجدوں میں آنا' ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی رباط ہے' یہی مرابط ہے' یہی اللہ تعالیٰ کی راہ کی مستعدی ہے۔[1] ابن مردویہ میں ہے کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے میرے بھتیجے جانتے ہو اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟ انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں آپ نے فرمایا سنو اس وقت کوئی غزوہ نہ تھا یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو مسجدوں کو آباد رکھتے تھے اور نمازوں کو ٹھیک وقت پر ادا کرتے تھے پھر اللہ کا ذکر کرتے تھے انہیں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ تم پانچوں نمازوں پر جمے رہو اور اپنے نفس کو اور اپنی خواہش کو روکے رکھو اور مسجدوں میں بسیرا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یہی اعمال موجب ایمان ہیں'[2] ابن جریر کی حدیث میں ہے کیا میں تمہیں وہ اعمال نہ بتاؤں جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں؟ ناپسندیدگی کے وقت کامل وضو کرنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا تمہاری مستعدی اسی میں ہونی چاہیے[3] اور حدیث میں زیادہ قدم رکھ کر چل کر مسجد میں آنا بھی ہے'[4] اور روایت میں ہے کہ گناہوں کی معافی کے ساتھ ہی درجے بھی ان اعمال سے بڑھتے رہتے ہیں اور یہی اس آیت کا مطلب ہے[5] لیکن یہ حدیث بالکل غریب ہے۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہاں ﴿وَرَابِطُوْا﴾ سے مطلب انتظار نماز ہے۔[6] لیکن اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ فرمان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿وَرَابِطُوْا﴾ سے مراد دشمن سے جہاد کرنا' اسلامی ملک کی حدود کی نگہبانی کرنا اور دشمنوں کو اسلامی شہروں میں نہ گھسنے دینا ہے اس کی ترغیب میں بھی بہت سی حدیثیں ہیں اور اس پر بھی بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک دن کی یہ تیاری ساری دنیا سے اور جو اس میں ہے سب سے افضل ہے۔[7] مسلم شریف کی حدیث میں ہے ایک دن رات کی جہاد کی تیاری ایک ماہ کے کامل روزوں اور ایک ماہ کی تمام شب بیداری سے

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الطھارۃ : باب فضل السباغ الوضوء (۲۵۱) نسائی : کتاب الطھارۃ : باب الفضل فی ذلك (۱۴۳) مسند احمد (۲/۲۷۷) مؤطا (۱/۱۶۱)]

[2] [ضعیف : مستدرك حاکم (۲/۳۰۱)] اس کی سند میں علی بن زید راوی مجہول ہے۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۸۳۹۵)] اس کی سند میں عبداللہ بن سعید مقبری راوی ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۸۳۹۶)] اس کی سند میں شرحبیل بن سعد راوی ضعیف ہے۔]

[5] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (۲/۲۰۱)] اس کی سند میں وازع بن نافع راوی ضعیف ہے۔]

[6] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۸۳۹۴)] اس کی سند میں مصعب بن ثابت راوی ضعیف ہے۔]

[7] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجھاد : باب الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ (۲۷۹۴) صحیح مسلم : کتاب الامارۃ (۱۸۸۱) ترمذی : کتاب فضائل الجھاد : باب ماجاء فیمن (۱۶۴۸) ابن ماجہ : کتاب الجھاد (۲۷۵۶) نسائی : کتاب الجھاد (۳۱۲۰) مسند احمد (۳/۴۳۳)]

افضل ہے اور اسی تیاری کی حالت میں موت آ جائے تو جتنے اعمال صالحہ کرتا تھا سب کا ثواب پہنچتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس سے روزی پہنچائی جاتی ہے۔ اور فتنوں سے امن پاتا ہے۔"[1] مسند احمد میں ہے ہر مرنے والے کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ کی تیاری میں ہو اور اسی حالت میں مر جائے اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور اسے فتنہ قبر سے نجات ملتی ہے۔[2] ابن ماجہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن اسے امن ملے گا۔[3] مسند کی اور حدیث میں ہے اسے صبح شام جنت سے روزی پہنچائی جاتی ہے اور قیامت تک اس کے مرابط کا اجر ملتا ہے۔"[4] مسند احمد میں ہے جو شخص مسلمانوں کی سرحد کے کسی کنارے پر تین دن تیاری میں گزارے اسے سال بھر تک کی اور جگہ کی اس تیاری کا اجر ملتا ہے۔[5]

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی سنی ہوئی بات سناتا ہوں میں نے اب تک ایک خاص خیال سے اسے نہیں سنایا آپ نے فرمایا ہے اللہ جل شانہ کی راہ میں ایک رات کا پہرہ ایک ہزار راتوں کی عبادت سے افضل ہے جو تمام راتیں قیام میں اور تمام دن صیام میں گزارے جائیں۔[6] دوسری روایت میں اس حدیث کو اب تک بیان نہ کرنے کی وجہ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ مجھے ڈر تھا کہ اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے کہیں تم سب مدینہ چھوڑ کر میدانِ جنگ میں نہ چل دو۔ اب میں سنا دیتا ہوں ہر شخص کو اختیار رہے کہ جو بات اپنے لیے پسند کرتا ہے اس کا پابند ہو جائے۔[7] دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے پھر فرمایا کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پہنچا دی؟ لوگوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اے جناب باری تعالیٰ تو گواہ رہ۔"[8] ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت شرحبیل بن

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب فضل الرباط فی سبیل اللہ (۱۹۱۳) ترمذی : کتاب فضائل الجهاد (۱۶۶۵) مسند احمد (۵/۴۴۰)]

[2] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی فضل الرباط (۲۵۰۰) ترمذی : کتاب فضائل الجهاد : باب ماجاء فی فضل من مات مرابطا (۱۶۲۱) ابن حبان (۴۶۲۴) مستدرک حاکم (۱/۱۰۰)مسند احمد (۶/۲۰) بیهقی فی شعب الایمان (۴۲۸۷/۴)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود]

[3] [صحیح : ابن ماجه : کتاب الجهاد : باب فضل الرباط فی سبیل اللہ (۲۷۶۷)] حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔[الزوائد (۳۹۱/۲)] امام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[الدر المنثور (۲۰۲/۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[التعلیق الرغیب (۵۱/۲)]

[4] [حسن بالشواهد : مسند احمد (۴۰۴/۲)]

[5] [صحیح بالشواهد : مسند احمد (۳۶۲/۶) ابن ابی عاصم فی الجهاد (۳۰۷) طبرانی کبیر ۲۰۴/۲۴]

[6] [حسن بالشواهد : مسند احمد (۱/۶۱۔ ۶۵) مستدرک حاکم (۸۱/۲)]

[7] [ضعیف : ابن ماجه : کتاب الجهاد : باب فضل الرباط فی سبیل اللہ (۲۷۶۶)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[التعلیق الرغیب (۱۵۲/۲)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ضعیف ہے۔]

[8] [صحیح بالشواهد : مسند احمد (۶۲/۱)]

سمط محافظتِ سرحد میں تھے اورزمانہ زیادہ گزر جانے کے بعد کچھ تنگ دل ہورہے تھے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے اور فرمایا آؤ میں تجھے پیغمبر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سناؤں آپ نے فرمایا ہے ایک دن سرحد کی حفاظت ایک مہینہ کے صیام و قیام سے افضل ہے اور جو اسی حالت میں مرجائے وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے اعمال قیامت تک جاری رہتے ہیں۔ [1]

ابن ماجہ میں ہے کہ ایک رات اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دینا تاکہ مسلمان امن سے رہیں ہاں نیت نیک ہو گو وہ رات رمضان کی نہ ہو ایک سو سال کی عبادت سے افضل ہے جس کے دن روزے میں اور جس کی راتیں تہجد میں گزری ہوں اور ایک دن کی رب العزت کی راہ میں تیاری تاکہ مسلمان با حفاظت رہیں طلبِ ثواب کی نیت سے ماہ رمضان کے بغیر اللہ کے نزدیک ایک ہزار سال کے روزوں اور تہجد سے افضل ہے' اب اگر یہ غازی سلامتی اور زندگی کے ساتھ اپنے والوں میں آ گیا تو ایک ہزار سال کی برائیاں اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھی جائیں گی اور نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس مرابطہ کا اجر قیامت تک اسے ملتا رہے گا [2] یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے اس کے ایک راوی عمر بن صبیح متہم ہیں' ابن ماجہ کی ایک اور غریب حدیث میں ہے کہ ایک رات کی مسلم لشکر کی چوکیداری ایک ہزار سال کی راتوں کے قیام اور دنوں کے صیام سے افضل ہے ہر سال کے تین سو ساٹھ دن اور ہر دن مثل ایک ہزار سال کے۔ [3] اس کے راوی سعید بن خالد ابو زرعہ رحمہ اللہ وغیرہ ہیں ائمہ نے اسے ضعیف کہا ہے بلکہ امام حاکم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کی روایت سے موضوع حدیثیں بھی ہیں' ایک منقطع حدیث میں ہے لشکرِ اسلام کے چوکیدار پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہو [4] (ابن ماجہ) حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حنین والے دن ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے شام کی نماز میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی اتنے میں ایک گھوڑ سوار آیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آگے نکل گیا تھا اور فلاں پہاڑ پر چڑھ کر میں نے نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ میدان میں جمع ہو گئے

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب فضائل الجهاد : باب ماجاء فی فضل المرابط (١٦٦٥)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

[2] [موضوع : ابن ماجه : کتاب الجهاد : باب فضل الرباط فی سبیل الله (٢٧٦٨)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ سند ضعیف ہے۔ [الزوائد (٣٩٢/٢)] امام منذریؒ نے فرمایا ہے کہ اس پر وضع کی علامات ظاہر ہیں۔ [الترغیب (٢٤٥/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے موضوع کہا ہے۔ [التعلیق الرغیب (١٥١/٢)]

[3] [موضوع : ابن ماجه : کتاب الجهاد : باب فضل الحرس و التکبیر فی سبیل الله (٢٧٧٠) ابن ابی عاصم فی الجهاد (٣٠٥) مسند ابو یعلی (٣٩٧٤/٧)] امام ابن جوزیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ [العلل المتناهیة (٩٥٦)] امام منذریؒ نے اسے موضوع کے مشابہ کہا ہے۔ [الترغیب (٣٤٩/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے موضوع کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (١٢٣٤)]

[4] [ضعیف : ابن ماجه : کتاب الجهاد : باب فضل الحرس والتکبیر فی سبیل الله (٢٧٦٩)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (٣٦٤١)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

ہیں یہاں تک کہ ان کی اونٹنیاں' بکریاں' عورتیں اور بچے بھی ساتھ ہیں حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا ان شاء اللہ! یہ سب کل مسلمانوں کی مال غنیمت ہوگا پھر فرمایا بتاؤ آج کی رات پہرہ کون دے گا؟ حضرت انس بن ابو مرثد رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا جاؤ سواری لے کر آؤ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اس گھاٹی پر چلے جاؤ اور اس پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ جاؤ خبردار! تمہاری طرف سے ان کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ صبح تک نہ ہو' صبح جس وقت نماز کے لیے حضور ﷺ تشریف لائے دو سنتیں ادا کیں اور لوگوں سے پوچھا کہو تمہارے پہرے دار سوار کی تو کوئی آہٹ نہیں سنی لوگوں نے کہا نہیں یارسول اللہ! ﷺ اب تکبیر کہی گئی اور آپ نے نماز شروع کی آپ کا خیال اسی گھاٹی کی طرف تھا نماز سے سلام پھیرتے ہی آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ تمہارا گھوڑ سوار آ رہا ہے ہم نے جھاڑیوں میں جھانک کر دیکھا تو تھوڑی دیر میں ہمیں بھی دکھائی دے گئے آ کر حضور ﷺ سے کہا یارسول اللہ ﷺ میں اس وادی کے اوپر کے حصے پر پہنچ گیا اور ارشاد کے مطابق وہیں رات گزاری صبح میں نے دوسری گھاٹی بھی دیکھ ڈالی لیکن وہاں بھی کوئی نہیں آپ نے فرمایا کیا رات کو وہاں سے تم نیچے بھی اترے تھے؟ جواب دیا نہیں صرف نماز کے لیے اور قضاء حاجت کے لیے نیچے اترا تھا آپ نے فرمایا تم نے اپنے لیے جنت واجب کر لی اب تم اس کے بعد کوئی عمل نہ کرو تو بھی تم پر کوئی حرج نہیں۔ [1] (ابوداوٗد' نسائی) مسند احمد میں ہے کہ ایک غزوہ کے موقعہ پر ایک رات کو ہم بلند جگہ پر تھے اور سخت سردی تھی یہاں تک کہ لوگ زمین میں گڑھے کھود کھود کر اپنے اوپر ڈھالیں لے کر پڑے ہوئے تھے آنحضرت ﷺ نے اس وقت آواز دی کہ کوئی ہے جو آج کی رات ہماری چوکیداری کرے اور مجھ سے بہترین دعا لے تو ایک انصاری کھڑا ہو گیا اور کہا حضور ﷺ میں تیار ہوں آپ نے اسے پاس بلا کر نام دریافت کر کے اس کے لیے بہت دعا کی ابوریحانہ رضی اللہ عنہ یہ دعائیں سن کر آگے بڑھے اور کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ میں بھی پہرہ دوں گا آپ نے مجھے بھی پاس بلا لیا اور نام پوچھ کر میرے لیے بھی دعائیں کیں لیکن اس انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے یہ دعا کم تھی پھر آپ نے فرمایا اس آنکھ پر جہنم کی آنچ حرام ہے جو اللہ کے ڈر سے روئے اور اس آنکھ پر جو اللہ کی راہ میں شب بیداری کرے۔ [2] مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص مسلمانوں کے پیچھے سے ان کا پہرہ دے اپنی خوشی سے بغیر سلطان کی اجرت وتنخواہ کے وہ اپنی آنکھوں سے بھی جہنم کی آگ کو نہ دیکھے گا مگر صرف قسم پوری ہونے کے لیے جو اس آیت

---

[1] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی فضل الحرس فی سبیل الله تعالی (۲۵۰۱) بیهقی فی دلائل النبوة (۱۲۵/۵) نسائی فی السنن الکبری (۸۸۷۰) بخاری فی التاریخ الکبیر (۳۰/۲)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[فتح الباری (۲۷/۸)] امام حاکمؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود]

[2] [حسن لغیره : مسند احمد (۱۳٤/٤) ابن ابی شیبة (۷۳۳/۲) طبرانی اوسط (۸۷۳٦) مستدرك حاکم (۸۳/۲) دارمی (۲٤۰۵/۲) نسائی فی السنن الکبری (۸۸٦۹/۵)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے اس روایت کو حسن لغیرہ کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷۲۱۳)]

میں ہے ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ (مریم/ ۷۱) یعنی تم سب اس پر وارد ہو گے۔ [1]

صحیح بخاری میں ہے دینار کا بندہ برباد ہوا اور کپڑوں کا بندہ‘ اگر مال دیا جائے تو خوش ہے اور اگر نہ دیا جائے تو ناخوش ہے‘ یہ بھی برباد ہوا اور خراب ہوا اگر اسے کانٹا چبھ جائے تو نکالنے کی کوشش بھی نہ کی جائے خوش نصیب ہوا اور پھلا خوب پھولا وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے بکھرے ہوئے بال ہیں اور گرد آلود قدم ہیں اگر چوکیداری پر مقرر کر دیا گیا ہے تو چوکیداری کر رہا ہے اور اگر لشکر کے اگلے حصے میں مقرر کر دیا گیا ہے تو وہیں خوش ہے لوگوں کی نظروں میں اتنا گرا پڑا ہے کہ اگر کہیں جانا چاہے تو اجازت نہ ملے اور اگر کسی کی سفارش کرے تو قبول نہ ہو‘ [2] الحمدللہ اس آیت کے متعلق خاص حدیثیں بیان ہو گئیں اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم پر ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور شکر گزاری سے رہتی دنیا تک فارغ نہیں ہو سکتے۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو میدانِ جنگ سے ایک خط لکھا اور اس میں رومیوں کی فوج کی کثرت‘ ان کی آلاتِ حرب کی حالت اور ان کی تیاریوں کی کیفیتیں بیان کیں اور لکھا کہ سخت خطرہ کا موقعہ ہے‘ یہاں سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جواب گیا جس میں حمد وثنا کے بعد تحریر تھا کہ کبھی کبھی مومن بندوں پر سختیاں بھی آ جاتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے بعد آسانیاں بھیج دیتا ہے۔ سنو! ایک سختی دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی سنو! پروردگار عالم کا فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا﴾ [3] حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے سن ۱۷۰ یا ۱۷۷ھ میں شہر طرسوس میں حضرت محمد بن ابراہیم ابی سکینہ رحمہ اللہ کو جبکہ وہ ان کو الوداع کرنے آئے تھے اور یہ جہاد کو جا رہے تھے یہ اشعار لکھوا کر حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کو بھجوائے:

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ اَبْصَرْتَنَا	لَعَلِمْتَ اَنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ
مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوْعِهِ	فَنُحُوْرُنَا بِدِمَآئِنَا تَتَخَضَّبُ
اَوْ كَانَ يَتْعَبُ خَيْلُهُ فِيْ بَاطِلٍ	فَخُيُوْلُنَا يَوْمَ الصَّبِيْحَةِ تَتْعَبُ
رِيْحُ الْعَبِيْرِ لَكُمْ وَنَحْنُ عَبِيْرُنَا	وَهْجُ السَّنَابُكِ وَالْغُبَارُ الْاَطْيَبُ
وَلَقَدْ اَتَانَا مِنْ مَّقَالِ نَبِيِّنَا	قَوْلٌ صَحِيْحٌ صَادِقٌ لَا يَكْذِبُ
لَا يَسْتَوِيْ غُبَارُ خَيْلِ اللّٰهِ فِيْ	اَنْفِ امْرِئٍ وَّدُخَانُ نَارٍ تَلْهَبُ
هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ يَنْطِقُ بَيْنَنَا	لَيْسَ الشَّهِيْدُ بِمَيِّتٍ لَا يَكْذِبُ

اے مکہ مدینہ میں رہ کر عبادت کرنے والے اگر تو ہم مجاہدین کو دیکھ لیتا تو بالیقین تجھے معلوم ہو جاتا کہ تیری عبادت تو ایک کھیل ہے‘ ایک وہ شخص ہے جس کے آنسو اس کے رخساروں کو تر کرتے ہیں اور ایک ہم ہیں جو اپنی گردن اللہ کی راہ میں کٹوا کر اپنے خون میں آپ نہا لیتے ہیں۔ ایک وہ شخص ہے جس کا گھوڑا باطل اور بے کار کام

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۳/ ۴۳۷) مسند ابویعلی (۱۴۹۰)] یہ روایت ابن لہیعہ راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللّٰه (۲۸۸۷)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۸۳۹۳)]

میں تھک جاتا ہے اور ہمارے گھوڑے حملے اور لڑائی کے دن ہی تھکتے ہیں۔ اگر کی خوشبوئیں تمہارے لیے ہیں اور ہمارے لیے اگر کی خوشبو گھوڑوں کے ٹاپوں کی خاک اور پاکیزہ گرد وغبار ہے۔ یقین مانو ہمیں نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث پہنچ چکی ہے جو سراسر راستی اور درستی والی بالکل سچی ہے۔ کہ جس کسی کے ناک میں اس اللہ تعالیٰ کے لشکر کی گرد بھی پہنچ گئی اس کے ناک میں شعلے مارنے والی جہنم کی آگ کا دھواں بھی نہ جائے گا۔ اور لو یہ ہے اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب جو ہم میں موجود ہے اور صاف کہہ رہی ہے اور سچ کہہ رہی ہے کہ شہید مردہ نہیں۔

محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب میں نے مسجد حرام میں پہنچ کر حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کو یہ اشعار دکھائے تو آپ پڑھ کر زار زار روئے اور فرمایا عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان پر ہوں صحیح اور سچ فرمایا اور مجھے نصیحت کی اور میری بے حد خیر خواہی کی‘ پھر مجھ سے فرمایا کیا تم حدیث لکھتے ہو میں نے کہا جی ہاں کہا اچھا تم جو یہ نصیحت نامہ میرے پاس لائے اس کے بدلے میں تمہیں ایک حدیث لکھواتا ہوں وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل بتایئے جس سے میں مجاہد کا ثواب پا لوں؟ آپ نے فرمایا کیا تجھ میں یہ طاقت ہے کہ نماز ہی پڑھتا رہے اور تھکے نہیں اور روزے رکھتا چلا جائے اور کبھی بے روزہ نہ رہے؟ اس نے کہا حضور ﷺ اس کی طاقت کہاں؟ میں اس سے بہت ہی ضعیف ہوں آپ نے فرمایا اگر تجھ میں اتنی طاقت ہوتی اور تو ایسا کر بھی سکتا تو بھی مجاہد فی سبیل اللہ کے درجے کو نہ پہنچ سکتا‘ تو یہ بھی جانتا ہے کہ مجاہد کے گھوڑے کی رسی دراز ہو جائے اور وہ ادھر ادھر چر جائے تو اس پر بھی مجاہد کو نیکیاں ملتی ہیں۔ [1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر حال میں‘ ہر وقت‘ ہر معاملہ میں اللہ کا خوف کیا کرو۔ جناب رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا اے معاذ! جہاں بھی ہو اللہ کا خوف دل میں رکھ اور اگر تجھ سے کوئی برائی ہو جائے تو فوراً کوئی نیکی بھی کر لے تاکہ وہ برائی مٹ جائے اور لوگوں سے خلق ومروت کے ساتھ پیش آیا کر۔ [2]

پھر فرماتا ہے کہ یہ چاروں کام کر لینے سے تم اپنے مقصد میں کامیاب اور بامراد ہو جاؤ گے دنیا اور آخرت میں فلاح ونجات پا لو گے۔ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے تم میرا لحاظ رکھو میرے خوف سے کانپتے رہو مجھ سے ڈرتے رہو میرے اور اپنے معاملہ میں متقی رہو تو کل جبکہ تم مجھ سے ملو گے نجات یافتہ اور بامراد ہو جاؤ گے۔ [3] انتھی

سورہ آل عمران کی تفسیر اپنے اختتام کو پہنچی۔ ((وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَنَسْأَلُهُ الْمَوْتَ عَلَى الْكِتٰبِ وَالسُّنَّةِ اٰمِيْنَ يَا اِلٰهَ الْعَالَمِيْنَ))

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۵/۲۳۶)]

[2] [صحیح: ترمذی: کتاب البر والصلة: باب ماجاء فی معاشرة الناس (۱۹۸۷) مسند احمد (۵/۱۲۸) طبرانی کبیر (۲۰/۲۸۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[الروض النضیر (۸۵۵)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۵۱۰)]

تفسیر سورۃ النساء

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سورت مدینہ شریف میں اتری ہے' حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم بھی یہی فرماتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ جب یہ سورت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب روک رکھنا نہیں۔ [1] مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورۂ نساء میں پانچ آیتیں ایسی ہیں کہ اگر ساری دنیا بھی مجھے مل جائے تب بھی مجھے اس قدر خوشی نہ ہو جتنی ان آیتوں سے ہے یعنی آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ (النساء / ٤٠) الخ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور جس کسی کی جو نیکی ہوتی ہے اس کا ثواب بڑھا چڑھا کر دیتا ہے اور اپنی طرف سے جو بطورِ انعام اجرِ عظیم دے وہ جداگانہ ہے۔ اور آیت ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ﴾ (النساء / ٣١) الخ' اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچ جاؤ تو ہم تمہارے صغیرہ گناہ خود ہی معاف فرما دیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ "جنت" میں لے جائیں گے' اور آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (النساء / ٤٨) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کرنے والے کو تو نہیں بخشتا باقی جس گنہگار کو چاہے بخش دے۔ اور آیت ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ﴾ (النساء / ٦٤) یعنی یہ لوگ گناہ سرزد ہو چکنے کے بعد تیرے پاس آ جاتے اور خود بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش طلب کرتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لیے استغفار طلب کرتا تو بیشک وہ اللہ تعالیٰ کو معافی دینے اور مہربانی کرنے والا پاتے۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں یوں تو اس کی اسناد صحیح ہیں لیکن اس کے ایک راوی عبدالرحمٰن کے اپنے باپ سے سننے میں اختلاف ہے' عبدالرزاق کی اس روایت میں آیت ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ﴾ الخ' کے بدلے ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء / ١١٠) ہے یعنی جس شخص سے کوئی برا کام ہو جائے یا اپنے نفس پر ظلم کر گزرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو بے شک وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ ایک آیت کا بیان کرنا پہلی حدیث میں یا تو رہ گیا ہے اور اس کا بیان دوسری حدیث میں ہے تو چار آیتیں پہلی حدیث اور پانچویں آیت اس حدیث ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ﴾ الخ' کی مل کر پانچ ہو گئیں یا یہ ہے کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ والی آیت پوری ہے اور ﴿وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً﴾ کو الگ آیت شمار کیا ہے تو دونوں احادیث میں پانچ پانچ آیتیں ہو گئیں۔ (واللہ اعلم۔ مترجم)

ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سورت میں آٹھ آیتیں ہیں جو اس امت کے لیے ہر اس چیز سے بہتر ہیں جن پر سورج نکلتا اور غروب ہوتا ہے پہلی آیت ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ﴾ (النساء / ٢٦) الخ' اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تم پر صاف صاف بیان کر دے اور تمہیں ان اچھے لوگوں کی

---

[1] [ضعیف: طبرانی کبیر (١٢٠٣٣) یہ روایت ابن لہیعہ راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

راہ راست دکھا دے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور تم پر مہربانی کرے اللہ تعالیٰ دانا اور حکمت والا ہے' دوسری آیت ﴿وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ﴾ (النساء / ٢٧) الخ' یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر اپنی رحمت نازل کرے' تمہاری توبہ قبول فرمائے اور خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے لوگوں کی چاہت ہے کہ تم راہ حق سے بہت دور ہٹ جاؤ۔ تیسری آیت ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا﴾ (النساء / ٢٨) یعنی انسان چونکہ ضعیف پیدا کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ تم پر تخفیف کرنا چاہتا ہے' باقی آیتیں وہی جو اوپر گزریں ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۂ نساء کی بابت سنا پس میں نے قرآن پڑھا اور میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا۔ (حاکم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا
زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ
وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

شروع کرتا ہوں' اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

لوگو اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک شخص سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں' اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناتے توڑنے سے بھی بچو' بیشک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے ○

محبت ومودت کا آفاقی اصول: اللہ تعالیٰ اپنے تقوے کا حکم دیتا ہے کہ جس سے اسی ایک ہی کی عبادتیں کی جائیں اور دل میں صرف اسی کا خوف رکھا جائے' پھر اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے تم سب کو ایک ہی شخص یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے' ان کی بیوی یعنی حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو بھی انہی سے پیدا کیا' آپ سوئے ہوئے تھے کہ بائیں طرف کی پسلی کی پچھلی طرف سے حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا کیا' آپ نے بیدار ہو کر انہیں دیکھا اور اپنی طبیعت کو ان کی طرف راغب پایا اور انہیں بھی ان سے انس پیدا ہوا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عورت مرد سے پیدا کی گئی ہے اس لیے اس کی حاجت وشہوت مرد میں رکھی گئی ہے اور مرد زمین سے پیدا کیے گئے ہیں اس لیے ان کی حاجت زمین میں رکھی گئی ہے پس تم اپنی عورتوں کو روکے رکھو' صحیح حدیث میں ہے عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور سب سے بلند پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہے پس اگر تو اسے بالکل سیدھی کرنے کو جائے گا تو توڑ دے گا اور اگر اس میں کچھ کجی باقی چھوڑتے ہوئے فائدہ اٹھانا چاہے گا تو بیشک فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ [1]

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب خلق آدم و ذریته (٣٣٣١) و کتاب النکاح (٥١٨٤) صحیح مسلم: کتاب الرضاع: باب الوصیة بالنسآء (٥٩)]

پھر فرمایا ان دونوں سے یعنی آدم وحوا سے بہت سے انسان مرد وعورت چاروں طرف دنیا میں پھیلا دیئے جن کی قسمیں، صفتیں رنگ روپ، بول چال میں بہت کچھ اختلاف ہے، جس طرح یہ سب پہلے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں تھے اور پھر انہیں اس نے ادھر ادھر پھیلا دیا ایک وقت ان سب کو سمیٹ کر پھر اپنے قبضے میں کر کے ایک میدان میں جمع کرے گا۔ پس اللہ سے ڈرتے رہو اس کی اطاعت، عبادت بجالاتے رہو اسی اللہ کے واسطے سے اور اسی کے پاک نام پر تم آپس میں ایک دوسرے سے مانگتے ہو مثلاً یہ کہنا کہ میں تجھے اللہ کو یاد دلا کر اور رشتے کو یاد دلا کر یوں کہتا ہوں [1] اسی کے نام کی قسمیں کھاتے ہو اور عہد و پیمان مضبوط کرتے ہو۔ [2]

اللہ جل شانہ سے ڈر کر رشتوں ناتوں کی حفاظت کرو انہیں توڑو نہیں بلکہ جوڑو صلہ رحمی، نیکی اور سلوک آپس میں کرتے رہو۔ [3] ﴿ اَرْحَامِ ﴾ بھی ایک قرأت میں ہے یعنی اللہ کے نام پر اور رشتے کے واسطے سے، اللہ تعالیٰ تمہارے تمام احوال اور اعمال سے واقف ہے خوب دیکھ بھال رہا ہے، جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ (البروج / ۹) اللہ ہر چیز پر گواہ اور حاضر ہے، صحیح حدیث میں ہے اللہ عزوجل کی ایسی عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔ [4] مطلب یہ ہے کہ اس کا لحاظ رکھو جو تمہارے ہر اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے پر نگران ہے۔

یہاں فرمایا گیا کہ لوگو تم سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو ایک دوسرے پر شفقت کیا کرو، کمزور اور ناتواں کا ساتھ دو اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جب قبیلہ مضر کے چند لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چادریں لپیٹے ہوئے آئے کیونکہ ان کے جسم پر کپڑا تک نہ تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر نمازِ ظہر کے بعد وعظ بیان فرمایا جس میں اس آیت کی تلاوت کی پھر آیت ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ ﴾ (الحشر / ۱۸) الخ، کی تلاوت کی، پھر لوگوں کو خیرات کرنے کی ترغیب دی چنانچہ جس سے جو ہو سکا ان لوگوں کے لیے دیا درہم و دینار بھی اور کھجور و گیہوں بھی۔ [5] یہ حدیث مسند اور سنن میں خطبہ حاجات کے بیان میں ہے۔ [6] پھر تین آیتیں پڑھیں جن میں سے ایک آیت یہی ہے۔

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۵۱۹)]
[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۵۱۸)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۵۱۹ - ۵۲۲)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب سوال جبریل النبی (۵۰) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الایمان والاسلام (۹)]

[5] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة (۱۰۱۷)]

[6] [صحیح : ابوداؤد : کتاب النکاح : باب فی خطبة النکاح (۲۱۱۸) ابن ماجه : کتاب النکاح : باب خطبة النکاح (۱۸۹۲) ترمذی : کتاب النکاح : باب ماجاء فی خطبة النکاح (۱۱۰۵) نسائی : کتاب التطبیق : باب کیف التشهد (۱۱۶۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (۱۴۸۳) الكلم الطيب (۲۰۵)]

وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳ وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝۴

یتیموں کو ان کے مال دے دیا کرو پاک اور حلال چیز کے بدلے ناپاک اور حرام چیز نہ لو اپنے مالوں کے ساتھ ان کے مال ملا کر نہ کھاؤ، بیشک یہ بہت بڑا گناہ ہے ○ اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہ رکھ سکو گے تو اور عورتوں سے بھی جو تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو دو دو تین تین چار چار سے، لیکن اگر تمہیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی بس ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی ہی، ممکن ہے کہ ایسا کرنے سے نا انصافی اور ایک طرف جھک پڑنے سے بچ جاؤ ○ عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دیا کرو، ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ پیو ○

یتیموں کی پرورش اور چار تک شادیوں کی رخصت: اللہ تعالیٰ یتیموں کے والیوں کو حکم دیتا ہے کہ جب یتیم بلوغت اور سمجھداری کو پہنچ جائیں تو ان کے جو مال تمہارے پاس ہوں انہیں سونپ دو، پورے پورے بغیر کمی اور خیانت کے ان کے حوالے کرو، اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر گڈ مڈ کر کے کھا جانے کی نیت نہ رکھو، حلال رزق جب اللہ رحیم تمہیں دے رہا ہے پھر حرام کی طرف کیوں منہ اٹھاؤ؟ تقدیر کی روزی مل کر ہی رہے گی اپنے حلال مال چھوڑ کر لوگوں کے مالوں کو جو تم پر حرام ہیں نہ لو، دبلا پتلا جانور دے کر موٹا تازہ نہ لو، بوٹی دے کر بکرے کی فکر نہ کرو، ردی دے کر اچھی کی اور کھوٹا دے کر کھرے کی نیت نہ رکھو، پہلے لوگ ایسا کر لیا کرتے تھے کہ یتیموں کی بکریوں کے ریوڑ میں سے عمدہ بکری لے لی اور اپنی دبلی پتلی بکری دے کر گنتی پوری کر دی، کھوٹا درہم اس کے مال میں ڈال کر کھرا نکال لیا اور پھر سمجھ لیا کہ ہم نے تو بکری کے بدلے بکری اور درہم کے بدلے درہم لیا ہے۔ ان کے مالوں میں اپنا مال خلط ملط کر کے پھر یہ حیلہ کر کے اب امتیاز کیا ہے؟ ان کے مال تلف نہ کرو، یہ بڑا گناہ ہے، ایک ضعیف حدیث میں بھی یہی معنی آخری جملے کے مروی ہیں، [1] ابوداود کی حدیث میں ایک دعا میں بھی ﴿حُوْبٌ﴾ کا لفظ گناہ کے معنی میں آیا ہے، [2] حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا کہ اس طلاق میں گناہ ہے، [3] چنانچہ وہ اپنے ارادے سے باز رہے۔ [4] ایک روایت میں یہ واقعہ

---

[1] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۵۲۵/۷)] اس میں یونس کدیمی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [**ضعیف** : ابوداؤد : کتاب الطب : باب کیف الرقی (۳۸۹۲)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود ، المشکاۃ (۱۵۵۵)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [**ضعیف** : طبرانی کبیر (۱۳۶/۲۵)] اس کی سند میں یحییٰ بن عبدالحمید حمانی راوی ضعیف ہے۔]

[4] [**ضعیف** : اس میں ھوذہ راوی ضعیف ہے۔]

حضرت ابوطلحہ اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کا مروی ہے۔ [1]

پھر فرماتا ہے کہ تمہاری پرورش میں کوئی یتیم لڑکی ہو اور تم اس سے نکاح کرنا چاہتے ہو لیکن چونکہ اس کا کوئی اور نہیں اس لیے تم تو ایسا نہ کرو کہ مہر اور حقوق میں کمی کر کے اسے اپنے گھر ڈال لو اس سے باز رہو اور عورتیں بہت ہیں جس سے چاہو نکاح کر لو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک یتیم لڑکی تھی جس کے پاس مال بھی تھا اور باغ بھی جس کی پرورش میں وہ تھی اس نے صرف اس مال کے لالچ میں بغیر اس کا پورا مہر وغیرہ مقرر کرنے کے اس سے نکاح کر لیا جس پر یہ آیت اتری میرا خیال ہے کہ اس باغ اور مال میں یہ لڑکی حصہ دار تھی۔ [2] صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا بھانجے یہ ذکر اس یتیم لڑکی کا ہے جو اپنے ولی کے قبضہ میں ہے اس کے مال میں شریک ہے اور اسے اس کا مال و جمال اچھا لگتا ہے چاہتا ہے کہ اس سے نکاح کر لے لیکن جو مہر وغیرہ اور جگہ سے اسے ملتا ہے اتنا یہ نہیں دیتا تو اسے منع کیا جا رہا ہے کہ وہ اس اپنی نیت کو چھوڑ دے اور کسی دوسری عورت سے جس سے چاہے اپنا نکاح کر لے' پھر اس کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی بابت دریافت کیا اور آیت ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ﴾ (النساء / ١٢٧) الخ' نازل ہوئی وہاں فرمایا گیا ہے کہ جب یتیم لڑکی کم مال والی اور کم جمال والی ہوتی ہے اس وقت تو اس کے والی اس سے بے رغبتی کرتے ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ مال و جمال پر مائل ہو کر اس کے پورے حقوق ادا نہ کر کے اس سے اپنا نکاح کر لیں۔ [3] ہاں عدل و انصاف سے پورا مہر وغیرہ مقرر کریں تو کوئی حرج نہیں' ورنہ پھر عورتوں کی کمی نہیں۔ اور کسی سے جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔ اگر چاہیں دو دو عورتیں اپنے نکاح میں رکھیں اگر چاہیں تین تین رکھیں اگر چاہیں چار چار' جیسے اور جگہ یہ الفاظ ان ہی معنوں میں ہیں' فرماتا ہے ﴿جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (فاطر / ١) یعنی جن فرشتوں کو اللہ تعالیٰ اپنا قاصد بنا کر بھیجتا ہے ان میں سے بعض دو دو پروں والے ہیں بعض تین تین پروں والے بعض چار پروں والے' فرشتوں میں اس سے زیادہ پر والے فرشتے بھی ہیں کیونکہ دلیل سے یہ ثابت شدہ ہے' لیکن مرد کو ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویوں کا جمع کرنا منع ہے جیسے کہ اس آیت میں موجود ہے' اور جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور کا قول ہے' یہاں اللہ تعالیٰ اپنے احسان اور انعام بیان فرما رہا ہے پس اگر چار سے زیادہ کی اجازت دینی منظور ہوتی تو ضرور فرما دیا جاتا' حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث جو قرآن کی وضاحت کرنے والی ہے اس نے بتلا دیا ہے کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کے لیے چار سے زیادہ بیویوں کا بیک وقت جمع کرنا جائز نہیں اسی پر علماء کرام کا اجماع ہے۔ البتہ بعض شیعہ کا قول ہے کہ نو تک جمع کرنی جائز ہیں' بلکہ بعض شیعہ نے تو کہا ہے کہ نو سے بھی زیادہ جمع کر لینے میں بھی

---

[1] [ضعیف : مستدرك حاكم (٢/ ٣٠٢) ابن عدى فى الكامل (٥/ ١٨٣٨)] اس کی سند میں علی بن عاصم راوی ضعیف ہے۔ امام ابن عدیؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔]

[2] [صحیح : صحيح بخارى : كتاب التفسير : باب وان حفتم الاتقسطوا (٤٥٧٣)]

[3] [صحیح : بخارى (٤٥٧٤) صحيح مسلم : كتاب التفسير : باب فى تفسير آيات متفرقة (٣٠١٨)]

کوئی حرج نہیں کوئی تعداد مقرر ہے، ہی نہیں' ان کا استدلال ایک تو رسول کریم ﷺ کے فعل سے ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آ چکا ہے کہ آپ کی نو بیویاں تھیں' [1] اور بخاری شریف کی معلق حدیث کے بعض راویوں نے گیارہ کہا ہے۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے پندرہ بیویوں سے عقد کیا تیرہ کی رخصتی ہوئی ایک وقت میں گیارہ بیویاں آپ کے پاس تھیں انتقال کے وقت آپ کی نو بیویاں تھیں۔ [3] ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ امتی کو ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں پاس رکھنے کی اجازت نہیں' جیسے کہ یہ حدیثیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں' حضرت غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوتے ہیں تو ان کے پاس ان کی دس بیویاں تھیں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان میں سے جنہیں چاہو چار رکھ لو باقی کو چھوڑ دو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں اپنی ان بیویوں کو بھی طلاق دے دی اور اپنے لڑکوں کو اپنا مال بانٹ دیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا شاید تیرے شیطان نے بات اچک لی اور تیرے دل میں خیال جما دیا ہے کہ تو عنقریب مرنے والا ہے اس لئے اپنی بیویوں کو بھی تو نے الگ کر دیا کہ وہ تیرا مال نہ پائیں اور اپنا مال اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اپنی بیویوں سے رجوع کر لے اور اپنی اولاد سے مال واپس لے لے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرے بعد تیری ان مطلقہ بیویوں کو بھی تیرا وارث بناؤں گا کیونکہ تو نے انہیں اسی ڈر سے طلاق دی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تیری زندگی بھی اب ختم ہونے والی ہے اور اگر تو نے میری بات نہ مانی تو یاد رکھ میں حکم دوں گا کہ لوگ تیری قبر پر پتھر پھینکیں جیسے کہ ابو رغال کی قبر پر پتھر پھینکے جاتے ہیں۔ [4] (مسند احمد' شافعی' ترمذی' ابن ماجہ' دارقطنی' بیہقی وغیرہ) مرفوع حدیث تک تو ان سب کتابوں میں ہے ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ والا واقعہ صرف مسند احمد میں ہی ہے لیکن یہ زیادتی حسن ہے' اگرچہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اسے ضعیف کہا ہے اور اس کی اسناد کا دوسرا طریقہ بتا کر اس طریقہ کو غیر محفوظ کہا ہے مگر اس تعلیل میں بھی اختلاف ہے۔ واللہ اعلم۔ اور بزرگ محدثین نے بھی اس پر کلام کیا ہے لیکن مسند احمد والی حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور شرط شیخین پر ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ دس عورتیں بھی اپنے خاوند کے ساتھ مسلمان ہوئیں تھیں ملاحظہ ہو سنن نسائی۔ [5] اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اگر چار سے زیادہ کا ایک وقت میں نکاح میں

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب النکاح : باب کثرۃ النسآء (٥٠٦٧) صحیح مسلم : کتاب الرضاع : باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا (١٤٦٥)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الغسل : باب اذا جامع ثم عاد ومن دار علی نسائہ (٢٦٧)]

[3] [مرسل : بیھقی فی دلائل النبوۃ (٧/٢٨٩)]

[4] [صحیح : مسند احمد (٢/١٤) ابن حبان (٤١٥٦) دارقطنی (٣/٢٧١) بیھقی (٧/١٧٣) ابن ماجہ : کتاب النکاح : باب الرجل یسلم وعندہ اکثر من اربع نسوۃ (١٩٥٣) ترمذی : کتاب النکاح : باب ماجآء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نسوۃ (١١٢٨)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[ارواء الغلیل (١٨٨٣)]

[5] [حسن : دارقطنی (٣/٢٧١) بیھقی (٧/١٨٣)]

رکھنا جائز ہوتا تو حضور ﷺ ان سے یہ نہ فرماتے کہ اپنی ان دس بیویوں میں سے چار کو جنہیں تم چاہو روک لو باقی کو چھوڑ دو کیونکہ یہ سب بھی اسلام لا چکی تھیں' یہاں یہ بات بھی خیال میں رکھنی چاہیے کہ ثقفی کے ہاں تو یہ دس عورتیں بھی موجود تھیں اس پر بھی آپ نے چھ علیحدہ کرا دیں پھر بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص نئے سرے سے چار سے زیادہ جمع کرے؟ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

چار سے زائد نکاح مشروط ہیں: ''دوسری حدیث'' ابوداؤد' ابن ماجہ وغیرہ میں ہے حضرت عمیرہ اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جس وقت اسلام قبول کیا میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا ان میں سے جن چار کو چاہو رکھ لو[1] اس کی سند حسن ہے اور اس کے شواہد بھی ہیں راویوں کے ناموں کا ہیر پھیر وغیرہ ایسی روایات میں نقصان دہ نہیں ہوتا۔

مسند شافعی میں ہے حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اسلام قبول کیا اس وقت میری پانچ بیویاں تھیں مجھ سے حضور ﷺ نے فرمایا ان میں سے پسند کر کے چار کو رکھ لو اور ایک کو الگ کر دو میں نے جو سب سے زیادہ عمر کی بڑھیا اور بے اولاد بیوی ساٹھ سال کی تھیں انہیں طلاق دے دی[2] پس یہ حدیثیں حضرت غیلان رضی اللہ عنہ والی پہلی حدیث کی شواہد ہیں جیسے کہ حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا: پھر فرماتا ہے ہاں اگر ایک سے زیادہ بیویوں میں عدل وانصاف نہ ہو سکنے کا خوف ہو تو صرف ایک ہی پر اکتفا کرو اور اپنی کنیزوں سے استمتاع کرو۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾ (النساء/١٢٩) یعنی گو تم چاہو لیکن تم سے نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کے درمیان پوری طرح عدل وانصاف کو قائم رکھ سکو پس بالکل ایک ہی طرف جھک کر دوسری کو مصیبت میں نہ ڈال دو' ہاں یاد رہے کہ لونڈیوں میں باری وغیرہ کی تقسیم واجب نہیں البتہ مستحب ہے جو کرے اس نے اچھا کیا اور جو نہ کرے اس پر حرج نہیں۔ اس کے بعد کے جملے کے مطلب میں بعض نے تو کہا ہے کہ یہ قریب ہے ان معنی کے کہ تمہارے عیال یعنی فقیری زیادہ نہ ہو۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً﴾ (التوبہ/٢٨) یعنی اگر تمہیں فقر کا ڈر ہو۔ عربی شاعر کہتا ہے:

فَمَا يَدْرِي الْفَقِيْرُ مَتٰى غِنَاهُ   وَمَا يَدْرِي الْغَنِيُّ مَتٰى يَعِيْلُ

یعنی فقیر نہیں جانتا کہ کب امیر ہو جائے گا' اور امیر کو نہیں معلوم کہ کب فقیر بن جائے گا۔ جب کوئی مسکین محتاج ہو جائے تو عرب کہتے ہیں ((عَالَ الرَّجُلُ)) یعنی یہ شخص فقیر ہو گیا غرض اس معنی میں یہ لفظ مستعمل تو ہے لیکن یہاں یہ تفسیر کچھ زیادہ اچھی نہیں معلوم ہوتی' کیونکہ اگر آزاد عورتوں کی کثرت فقیری کا باعث بن سکتی ہے تو لونڈیوں

---

[1] [صحيح]: ابوداؤد: كتاب الطلاق: باب في من اسلم وعنده نسآء اكثر من اربع (٢٢٤١)، (٢٢٤٢) ابن ماجه: كتاب النكاح: باب الرجل يسلم وعنده اكثر من اربع نسوة (١٩٥٢)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ابوداود، صحيح ابن ماجه]

[2] [مسند الشافعي (١٦/٢)]

کی کثرت بھی فقیری کا سبب ہوسکتی ہے، پس صحیح قول جمہور کا ہے کہ مراد یہ ہے کہ یہ قریب ہے اس سے کہ تم ظلم سے بچ جاؤ، عرب میں کہا جاتا ہے ((عَالَ فِي الْحُكْمِ)) جبکہ ظلم و جور کیا ہو، ابوطالب کے مشہور قصیدے میں ہے:

بِمِيْزَانِ قِسْطٍ لَا يَخِيْسُ شَعِيْرَةً   لَهُ شَاهِدٌ مِّنْ نَفْسِهِ غَيْرُ عَائِلٍ

بہترین ترازو ضمیر: یعنی ایسی ترازو سے تولتا ہے جو ایک جو برابر کی بھی کمی نہیں کرتا اس کے پاس اس کا گواہ خود اس کا نفس ہے جو ظالم نہیں ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ جب کوفیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ایک خط میں کچھ الزام لکھ کر بھیجے تو ان کے جواب میں خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا کہ ((اِنِّیْ لَسْتُ بِمِيْزَانٍ اَعُوْلُ)) میں ظلم کا ترازو نہیں ہوں۔ صحیح ابن حبان وغیرہ میں ایک مرفوع حدیث اس جملہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ اس کا معنی ہے تم ظلم نہ کرو۔[1] ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا مرفوع ہونا تو خطا ہے ہاں یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے اسی طرح ﴿لَا تَعُوْلُوْا﴾ کے یہی معنی ہیں یعنی تم ظلم نہ کرو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت حسن، حضرت ابو مالک، حضرت ابورزین، حضرت نخعی، حضرت شعبی، حضرت ضحاک، حضرت عطا خراسانی، حضرت قتادہ، حضرت سدی اور حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ وغیرہ سے بھی مروی ہے۔[2] حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے بھی ابوطالب کا وہی شعر پیش کیا ہے، امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اسے روایت کیا ہے اور خود امام صاحب بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کر دیا کرو جو بھی مقرر ہوئے ہوں اور جن کو تم نے منظور کیا ہو، ہاں اگر عورت خود اپنا سارا یا تھوڑا بہت مہر اپنی خوشی سے مرد کو معاف کر دے تو اسے اختیار ہے اور اس صورت میں بیشک مرد کو اس کا اپنے استعمال میں لانا حلال، طیب ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو جائز نہیں کہ بغیر مہر واجب کے نکاح کرے نہ یہ کہ جھوٹ موٹ مہر کا نام ہی نام ہو۔[3] ابن ابی حاتم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ تم میں سے جب کوئی بیمار پڑے تو اسے چاہیے کہ اپنی بیوی سے اس کے مال کے تین درہم یا کم و بیش لے ان کا شہد خرید لے اور بارش کا آسمانی پانی اس میں ملا لے تو تین تین بھلائیاں مل جائیں گی۔ ﴿هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا﴾ تو مال عورت اور شفا شہد اور مبارک بارش کا پانی۔ حضرت ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ اپنی بیٹیوں کا مہر آپ لیتے تھے جس پر یہ آیت اتری اور انہیں اس سے روک دیا گیا۔ (ابن ابی حاتم اور ابن جریر) اس حکم کو سن کر لوگوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ان کا مہر کیا ہونا چاہیے؟ آپ نے فرمایا جس چیز پر بھی ان کے ولی رضامند ہو جائیں[4] (ابن ابی حاتم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں تین مرتبہ فرمایا کہ بیوہ عورتوں کا نکاح کر دیا کرو، ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی صورت میں ان کا مہر کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا جس پر ان کے گھر والے راضی ہو جائیں،[5] اس کے ایک راوی ابن بیلمانی ضعیف ہیں، پھر اس میں انقطاع بھی ہے۔

---

[1] [صحیح ابن حبان (٦/ ١٣٤)]
[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٧/ ٥٤٩۔ ٥٥١)]
[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (٧/ ٥٥٣)]
[4] [مرسل وضعیف: بیهقی (٧/ ٢٣٩)]
[5] [منقطع وضعیف: بیهقی (٧/ ٢٣٩)]

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝

بے عقل لوگوں کو اپنے مال نہ دے دو جس مال کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ ہاں انہیں اس مال سے کھلاؤ پلاؤ پہناؤ اوڑھاؤ اور انہیں معقولیت سے نرم بات کہو ○ اور یتیموں کو ان کے بالغ ہو جانے تک سدھارتے اور آزماتے رہا کرو۔ پھر اگر ان میں تم ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سونپ دو اور ان کے بڑے ہو جانے کے ڈر سے ان کے مالوں کو جلدی جلدی فضول خرچیوں میں تباہ نہ کر دو' مالداروں کو چاہیے کہ (اس مال سے) بچتے رہیں' ہاں مسکین محتاج ہو تو دستور کے مطابق واجبی طور پر کھائے' پھر جب انہیں ان کے مال سونپو تو گواہ کر لیا کرو' دراصل حساب لینے والا اللہ ہی کافی ہے ○

کم عقل اور یتیموں کے احکام: اللہ سبحانہ وتعالیٰ لوگوں کو منع فرماتا ہے کہ کم عقل بیویوں کو مال کے تصرف سے روکیں' مال کو اللہ تعالیٰ نے تجارتوں وغیرہ میں لگا کر انسان کا ذریعہ معاش بنایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کم عقل لوگوں کو ان کے مال کے خرچ سے روک دینا چاہیے' مثلاً نابالغ بچہ ہو یا مجنون و دیوانہ ہو یا کم عقل' بے وقوف اور بے دین ہو بری طرح اپنے مال کو لٹا رہا ہو' اسی طرح ایسا شخص جس پر قرض بہت چڑھ گیا ہو جسے وہ اپنے کل مال سے بھی ادا نہیں کر سکتا اگر قرض خواہ حاکم وقت سے درخواست کریں تو حاکم وہ سب مال اس کے قبضے سے لے لے گا اور اسے بے دخل کر دے گا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہاں ﴿سُفَهَآءَ﴾ سے مراد تیری اولاد اور عورتیں ہیں'[1] اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حکم بن عیینہ' حسن اور ضحاک رحمہم اللہ سے بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عورتیں اور بچے ہیں'[2] حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یتیم مراد ہیں'[3] مجاہد' عکرمہ' اور قتادہ رحمہم اللہ کا قول ہے کہ عورتیں مراد ہیں'[4] ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک عورتیں بیوقوف ہیں مگر جو اپنے خاوند کی اطاعت گزار ہوں۔[5]

ابن مردویہ میں بھی یہ حدیث مطول مروی ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سرکش غلام ہیں۔ پھر فرماتا ہے انہیں کھلاؤ پہناؤ اور اچھی بات کہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی تیرا مال جس پر تیری گزر بسر موقوف ہے اسے اپنی بیوی بچوں کو نہ دے ڈال کہ پھر ان کا ہاتھ تکتا پھرے بلکہ اپنا مال اپنے قبضے میں رکھ اس کی

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۵٦۲)]
[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۵٦۲)]
[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۵٦۳)]
[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۵٦٤)]
[5] [ضعیف : اس کی سند میں عثمان بن ابی عاتکہ اور علی بن یزید دونوں راوی ضعیف ہیں۔]

اصلاح کرتا رہ اور خود اپنے ہاتھ سے ان کے کھانے کپڑے کا بندوبست کر اور ان کے خرچ اٹھا۔ [1]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا' ایک وہ شخص جس کی بیوی بد خلق ہو اور پھر بھی وہ اسے طلاق نہ دے' دوسرا وہ شخص جو اپنا مال بیوقوف کو دے دے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بیوقوف کو اپنا مال نہ دو' تیسرا وہ شخص جس کا قرض کسی پر ہو اور اس نے اس قرض پر کسی کو گواہ نہ کیا ہو۔ ان سے بھلی بات کہو یعنی ان سے نیکی اور صلہ رحمی کرو' اس آیت سے معلوم ہوا کہ محتاجوں سے سلوک کرنا چاہیے اسے جسے بالفعل تصرف کا حق نہ ہو اس کے کھانے کپڑے کی خبر گیری کرنی چاہیے اور اس کے ساتھ نرم زبانی اور خوش خلقی سے پیش آنا چاہیے۔

پھر فرمایا یتیموں کی دیکھ بھال رکھو یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائیں' یہاں نکاح سے مراد بلوغت ہے [2] اور بلوغت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب اسے خاص قسم کے خواب آنے لگیں جن میں خاص پانی اچھل کر نکلتا ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بخوبی یاد ہے کہ احتلام کے بعد یتیمی نہیں اور نہ تمام دن رات چپ رہنا ہے [3] دوسری حدیث میں ہے تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے' بچے سے جب تک بالغ نہ ہو' سوتے سے جب تک جاگ نہ جائے' مجنوں سے جب تک ہوش نہ آ جائے' [4] پس ایک تو علامتِ بلوغ یہ ہے دوسری علامت بلوغ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ پندرہ سال کی عمر ہو جائے اس کی دلیل بخاری و مسلم کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ احد والی لڑائی میں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ اس لیے نہیں لیا تھا کہ اس وقت میری عمر چودہ سال کی تھی اور خندق کی لڑائی میں جب میں حاضر کیا گیا تو آپ نے قبول فرما لیا اس وقت میں پندرہ سال کا تھا [5] حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو جب یہ حدیث پہنچی تو آپ نے فرمایا نابالغ بالغ کی حد یہی ہے' تیسری علامتِ بلوغت کی زیرِ ناف کے بالوں کا نکلنا ہے' اس میں علماء کے تین قول ہیں ایک یہ

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۵۷۰)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۵۸٤)]

[3] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الوصایا : باب ماجآء متی ینقطع الیتیم (۲۸۷۳)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[4] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الحدود : باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا (٤۳۹۸) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب طلاق المعتوه والصغیر والنائم (۲۰٤۱) نسائی : کتاب الطلاق : باب من لا یقع طلاقه من الازواج (۳٤٦۲) مستدرك حاکم (۲/۵۹) مسند احمد (٦/۱٤٤)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[ارواء الغلیل (۲۹۷)]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الشهادات : باب بلوغ الصبیان و شهادتهم (۲٦٦٤) صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب بیان سن البلوغ (۱۸٦۸) ابن ماجه : کتاب الحدود : باب من لا یجب علیه الحد (۲۵٤۳) ابوداؤد : کتاب الحدود : باب فی الغلام یصیب الحد (٤٤۰٦) ترمذی : کتاب الجهاد : باب ماجآء فی حدبلوغ الرجل (۱۷۱۱) مسند احمد (۲/۱۷)]

کہ علامت بلوغ ہے دوسرے یہ کہ نہیں تیسرے یہ کہ مسلمانوں میں نہیں اور ذمیوں میں ہے اس لیے کہ ممکن ہے کسی دوا سے یہ بال جلد نکل آتے ہیں اور ذمی پر جوان ہوتے ہی جزیہ لگ جاتا ہے تو وہ اسے کیوں استعمال کرنے لگا؟ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ سب کے حق میں یہ علامت بلوغت ہے کیونکہ اولاً تو جلی امر ہے علاج معالجہ کا احتمال بہت دور کا احتمال ہے ٹھیک یہی ہے کہ یہ بال اپنے وقت پر ہی نکلتے ہیں' دوسری دلیل مسند احمد کی حدیث ہے' جس میں حضرت عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بنو قریظہ کی لڑائی کے بعد ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے تو آپ نے حکم دیا کہ ایک شخص دیکھے جس کے یہ بال نکل آئے ہوں اسے قتل کر دیا جائے۔ اور اگر نہ نکلے ہوں اسے چھوڑ دیا جائے چنانچہ یہ بال میرے بھی نہ نکلے تھے مجھے چھوڑ دیا گیا' [1] سنن اربعہ میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح فرماتے ہیں' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر راضی ہو کر یہ قبیلہ لڑائی سے باز آیا تھا پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے لڑنے والے تو قتل کر دیئے جائیں اور بچے قیدی بنا لیے جائیں۔ غرائب ابی عبید میں ہے کہ ایک لڑکے نے ایک نوجوان لڑکی کی نسبت کہا کہ میں نے اس سے بدکاری کی ہے دراصل یہ تہمت تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے تہمت کی حد لگانی چاہی لیکن فرمایا دیکھ لو اگر اس کے زیر ناف کے بال اگ آئے ہوں تو اس پر حد جاری کر و ورنہ نہیں دیکھا تو اگے نہ تھے چنانچہ اس پر سے حد ہٹا دی۔

پھر فرماتا ہے جب تم دیکھو کہ یہ اپنے دین کی صلاحیت اور مال کی حفاظت کے لائق ہو گئے ہیں تو ان کے ولیوں کو چاہیے کہ ان کے مال انہیں دے دیں۔ بغیر ضروری حاجت کے صرف اس ڈر سے کہ یہ بڑے ہوتے ہی اپنا مال ہم سے لے لیں گے تو ہم اس سے پہلے ہی ان کے مال کو ختم کر دیں ان کا مال نہ کھاؤ۔ جسے ضرورت نہ ہو خود امیر ہو' کھاتا پیتا ہو تو اسے تو چاہیے کہ ان کے مال میں سے کچھ بھی نہ لے' مردار اور بہے ہوئے خون کی طرح یہ مال ان پر حرام محض ہے' ہاں اگر والی مسکین محتاج ہو تو بے شک اسے جائز ہے کہ اپنی پرورش کے حق کے مطابق وقت کی حاجت اور دستور کے موجب اس مال میں سے کھا پی لے اپنی حاجت کو دیکھے اور اپنی محنت کو' اگر حاجت محنت سے کم ہو تو حاجت کے مطابق لے اور اگر محنت حاجت سے کم ہو تو محنت کا بدلہ لے لے' پھر ایسا ولی اگر مالدار بن جائے تو اسے اس کھائے ہوئے اور لئے ہوئے مال کو واپس کرنا پڑے گا یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ واپس نہ دینا ہو گا اس لیے کہ اس نے اپنے کام کے بدلے لے لیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھیوں کے نزدیک یہی صحیح ہے' اس لیے کہ آیت نے بغیر بدل کے مباح قرار دیا ہے اور مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس مال نہیں ایک یتیم میری پرورش میں ہے تو کیا میں اس کے کھانے سے کھا سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس یتیم کا مال اپنے کام میں لا سکتا ہے بشرطیکہ حاجت سے زیادہ نہ اڑا نہ جمع کر نہ یہ ہو کہ اپنے مال کو تو

---

[1] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الحدود : باب فی الغلام یصیب الحد (٤٤٠٤) نسائی : کتاب الطلاق (٣٤١٠) ابن ماجه : کتاب الحدود : باب من لا یحب علیه الحد (٢٥٤١) ترمذی : کتاب السیر : باب ماجآ فی النزول علی الحکم (١٥٨٤) مستدرك حاکم (٤/ ٣٩٠) عبد الرزاق (١٨٧٤٣)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

بچا رکھے اور اس کے مال کو کھاتا چلا جائے۔[1] ابن ابی حاتم میں بھی ایسی ہی روایت ہے۔[2] ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ میں اپنے یتیم کو ادب سکھانے کے لیے ضرورتاً کس چیز سے ماروں؟ فرمایا جس سے تو اپنے بچے کو تنبیہہ کرتا ہے اپنا مال بچا کر اس کا مال خرچ نہ کر نہ اس کے مال سے دولت مند بننے کی کوشش کر۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ میرے پاس بھی اونٹ ہیں اور میرے ہاں جو یتیم پل رہے ہیں ان کے بھی اونٹ ہیں میں اپنی اونٹنیاں دودھ پینے کے لیے فقیروں کو تحفۃً دے دیتا ہوں تو کیا میرے لیے جائز ہے کہ ان یتیموں کی اونٹنیوں کا دودھ پی لوں؟ آپ نے فرمایا اگر ان یتیموں کی گم شدہ اونٹنیوں کو تو ڈھونڈ لاتا ہے ان کے چارے پانی کی خبر گیری رکھتا ہے ان کے حوض درست کرتا رہتا ہے اور ان کی نگہبانی کیا کرتا ہے تو بیشک دودھ سے نفع بھی اٹھا لیکن اس طرح کہ نہ ان کے بچوں کو نقصان پہنچے نہ حاجت سے زیادہ لے۔[4] (موطا امام مالک) حضرت عطا بن ابی رباح، حضرت عکرمہ، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطیہ عوفی، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ تنگ دستی کے دور ہو جانے کے بعد وہ مال یتیم کو واپس دینا پڑے گا اس لئے کہ اصل تو ممانعت ہے البتہ ایک وجہ سے جواز ہو گیا تھا جب وہ وجہ جاتی رہی تو اس کا بدل دینا پڑے گا جیسے کوئی بے بس اور مضطر ہو کر کسی غیر کا مال کھا لے لیکن حاجت کے نکل جانے کے بعد اگر اچھا وقت آیا تو اسے واپس دینا ہوگا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب تختِ خلافت پر بیٹھے تو اعلان فرمایا تھا کہ میری حیثیت یہاں یتیم کے والی کی حیثیت ہے اگر مجھے ضرورت ہی نہ ہوئی تو میں بیت المال سے کچھ نہ لوں گا اور اگر محتاج ہوئی تو بطورِ قرض لوں گا جب آسانی ہوئی پھر واپس کر دوں گا۔ (ابن ابی الدنیا) یہ حدیث سعید بن منصور میں بھی ہے اور اس کی سند صحیح ہے، بیہقی میں بھی یہ حدیث ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کے اس جملہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ بطورِ قرض کھائے اور بھی مفسرین سے یہ مروی ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں معروف سے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ تین انگلیوں سے کھائے۔ اور روایت میں آپ سے یہ مروی ہے کہ وہ اپنے ہی مال کو صرف اپنی ضرورت پوری ہو جانے کے لائق ہی خرچ کرے تاکہ اسے یتیم کے مال کی حاجت ہی نہ پڑے، حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر ایسی بے بسی ہو جس میں مردار کھانا جائز ہو جاتا ہے تو بیشک کھا لے لیکن پھر ادا کرنا ہوگا، یحییٰ بن سعید انصاری اور ربیعہ رحمۃ اللہ علیہما سے اس کی تفسیر یوں مروی ہے کہ اگر یتیم فقیر ہو تو اس کا ولی اس کی ضرورت کے موافق دے اور پھر اس ولی کو کچھ نہ ملے گا، لیکن عبارت میں یہ ٹھیک نہیں بیٹھتا اس لئے کہ اس سے پہلے یہ جملہ بھی ہے کہ جو غنی ہو وہ کچھ نہ

---

[1] [جید الاسناد: مسند احمد (۲/۱۸۶)]

[2] [حسن صحیح: ابوداؤد: کتاب الوصایا: باب ماجاء فیما لولی الیتیم (۲۸۷۲) نسائی: کتاب الوصایا: باب ما للوصی من مال الیتیم (۳۶۹۸) ابن ماجه: کتاب الوصایا: باب قوله ومن کان فقیرا (۲۷۱۸) مسند احمد (۲/۲۱۵)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[3] [حسن بالشواهد: طبرانی صغیر (۲٤٤) مجمع (۱٦۳/۸) صحیح ابن حبان (٤۲٤٤)]

[4] [مؤطا: کتاب صفة النبی: باب ما جآء فی الطعام والشراب (۹۳٤/۲)، (۳۳)]

لۓ یعنی جو ولی غنی ہو تو یہاں بھی یہی مطلب ہوگا جو ولی فقیر ہو نہ یہ کہ جو یتیم فقیر ہو دوسری آیت میں ہے ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ﴾ [1] یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ ہاں بطورِ اصلاح کے پھر اگر تمہیں حاجت ہو تو حسب حاجت بطریق معروف اس میں سے کھاؤ پیو پھر اولیاء سے کہا جاتا ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں اور تم دیکھ لو کہ ان میں تمیز آ چکی ہے تو گواہ رکھ کر ان کے مال ان کے سپرد کر دو تاکہ انکار کرنے کا وقت ہی نہ آئے' یوں تو دراصل سچا شاہد اور پورا نگراں اور باریک حساب لینے والا اللہ ہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ولی نے یتیم کے مال میں نیت کیسی رکھی؟ آیا خورد برد کیا' تباہ و برباد کیا' جھوٹ سچ حساب لکھا اور دیا یا صاف دل اور نیک نیتی سے نہایت چوکسی اور صفائی سے اس کے مال کا پورا پورا خیال رکھا اور حساب کتاب صاف رکھا' ان سب باتوں کا حقیقی علم تو اسی دانا و بینا نگران و نگہبان کو ہے' صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوذر رضی اللہ عنہ! میں تمہیں ناتواں پاتا ہوں اور جو اپنے لئے چاہتا ہوں وہی تیرے لئے بھی پسند کرتا ہوں خبردار! ہرگز دو شخصوں کا بھی سردار اور امیر نہ بننا' نہ کبھی کسی یتیم کا ولی بننا۔ [2]

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْھُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَھُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِھِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْھِمْ ۠ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ ع

ماں باپ اور خویش و اقارب کے ترکہ میں سے مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی جو مال ماں باپ اور خویش و اقارب چھوڑ مریں خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ ○ حصہ بھی مقرر کیا ہوا ہے۔ اور جب تقسیم کے وقت قرابت دار اور یتیم اور مسکین آ جائیں تو تم اس میں سے تھوڑا بہت انہیں بھی دے دو اور ان سے نرمی سے بولو ○ اس بات سے ڈریں کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے ننھے ننھے ناتواں بچے چھوڑ جاتے جن کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ رہتا (تو ان کی چاہت کیا ہوتی؟) پس اللہ سے ڈر کر جچی تلی بات کہا کریں ○ جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور البتہ وہ دوزخ میں جائیں گے ○

---

[1] [سورۃ الانعام : آیت ۱۵۲]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ (۱۸۲۶) ابوداؤد : کتاب الوصایا : باب ماجاء فی الدخول فی الوصایا (۲۸۶۸) نسائی : کتاب الوصایا : باب النھی عن الولایۃ علی مال الیتیم (۳۶۹۷)]

وراثت کے مسائل: مشرکینِ عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی مرجاتا تو اس کی بڑی اولاد کو اس کا مال مل جاتا چھوٹی اولاد اور عورتیں بالکل محروم رہتیں اسلام نے یہ حکم نازل فرما کر سب کی مساویانہ حیثیت قائم کر دی کہ وارث تو سب ہوں گے خواہ قرابت حقیقی ہو یا خواہ بوجہ زوجیت کے ہو یا بوجہ نسبت آزادگی ہو حصہ سب کو ملے گا گو کم وبیش ہو ام کجہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہیں کہ حضور ﷺ میرے دو لڑکے ہیں ان کے والد فوت ہو گئے ہیں ان کے پاس اب کچھ نہیں پس یہ آیت نازل ہوئی' یہی حدیث دوسرے الفاظ سے میراث کی اور دونوں آیتوں کی تفسیر میں بھی عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گی۔ واللہ اعلم۔ دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی مرنے والے کا ورثہ بٹنے لگے اور وہاں اس کا کوئی دور کا رشتہ دار بھی آ جائے جس کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور یتیم ومساکین آ جائیں تو انہیں بھی کچھ نہ کچھ دے دو۔ ابتداءِ اسلام میں تو یہ واجب تھا اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب تھا اور اب بھی یہ حکم باقی ہے یا نہیں؟ اس میں بھی دو قول ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اسے باقی بتاتے ہیں [1] حضرت مجاہد رحمہ اللہ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابو موسیٰ' حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم حضرت ابو العالیہ' حضرت شعبی' حضرت حسن' حضرت سعید بن جبیر' حضرت ابن سیرین' حضرت عطا بن ابی رباح' حضرت زہری' حضرت یحییٰ بن معمر رحمہم اللہ بھی باقی بتاتے ہیں' بلکہ یہ حضرات سوائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے وجوب کے قائل ہیں' [2] حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ ایک وصیت کے ولی تھے انہوں نے ایک بکری ذبح کی اور تینوں قسموں کے لوگوں کو کھلائی اور فرمایا اگر یہ آیت نہ ہوتی تو یہ بھی میرا مال تھا' حضرت عروہ رحمہ اللہ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے مال کی تقسیم کے وقت بھی دیا' حضرت زہری رحمہ اللہ کا بھی قول ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں' ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ وصیت پر موقوف ہے۔ چنانچہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رحمہ اللہ نے اپنے باپ کا ورثہ تقسیم کیا اور یہ واقعہ حضرت مائی عائشہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی کا ہے تو گھر میں جتنے مسکین اور قرابت دار تھے سب کو دیا اور اسی آیت کی تلاوت کی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمایا اس نے ٹھیک نہیں کیا اس آیت سے تو مراد یہ ہے کہ جب مرنے والے نے اس کی وصیت کی ہو۔ (ابن ابی حاتم)

بعض حضرات کا قول ہے کہ یہ آیت بالکل منسوخ ہی ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت منسوخ ہے۔ اور ناسخ آیت ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ﴾ (النساء/ ۱۱) ہے' حصے مقرر ہونے سے پہلے یہ حکم تھا پھر جب حصے مقرر ہو چکے اور ہر حقدار کو خود اللہ تعالیٰ نے حق پہنچا دیا تو اب صدقہ صرف وہی رہ گیا جو مرنے والا کہہ گیا ہو۔ حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ ہاں اگر وصیت ان لوگوں کے لیے ہو تو اور بات ہے ورنہ یہ آیت منسوخ ہے جمہور کا اور چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے' امام ابن جریر رحمہ اللہ نے یہاں ایک عجیب قول اختیار کیا ہے ان کی لمبی اور کئی بار کی تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ مالِ وصیت کی تقسیم کے وقت جب میت کے رشتہ دار آ جائیں تو انہیں بھی دے دو اور یتیم مسکین جو آ گئے ہوں ان سے نرم کلامی اور اچھے جواب سے پیش آؤ' لیکن اس

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۸)]
[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۸)]

میں نظر ہے واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں تقسیم سے مراد یہاں ورثے کی تقسیم ہے پس یہ قول امام ابن جریر رحمہ اللہ کے خلاف ہے، ٹھیک مطلب آیت کا یہ ہے کہ جب یہ غریب لوگ ترکے کی تقسیم کے وقت آ جائیں اور تم اپنا اپنا حصہ الگ الگ کر کے لے رہے ہو اور یہ بیچارے تک رہے ہوں تو انہیں بھی خالی ہاتھ نہ پھیرو ان کا وہاں سے مایوس اور خالی ہاتھ واپس جانا اللہ تعالیٰ رؤوف ورحیم کو اچھا نہیں لگتا بطورِ صدقہ کے راہ للہ ان سے بھی کچھ اچھا سلوک کر دو تا کہ یہ خوش ہو کر جائیں، جیسے اور جگہ فرمان باری ہے کہ کھیتی کے کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو اور فاقہ زدہ اور مسکینوں سے چھپا کر اپنے باغ کا پھل لانے والوں کی اللہ تعالیٰ نے بڑی مذمت فرمائی ہے جیسے کہ سورۂ نون میں ہے کہ وہ رات کے وقت چھپ کر پوشیدگی سے کھیت اور باغ کے دانے اور پھل لانے کے لیے چلتے ہیں وہاں اللہ کا عذاب ان سے پہلے پہنچ جاتا ہے اور سارے باغ کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتا ہے دوسروں کے حق برباد کرنے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے، حدیث شریف میں ہے جس مال میں صدقہ مل جائے یعنی جو شخص اپنے مال سے صدقہ نہ دے اس کا مال اس وجہ سے غارت ہو جاتا ہے۔ [1]

پھر فرماتا ہے ڈریں وہ لوگ جو اگر اپنے پیچھے چھوڑ جائیں یعنی ایک شخص اپنی موت کے وقت وصیت کر رہا ہے اور اس میں اپنے وارثوں کو ضرر پہنچا رہا ہے تو اس وصیت کے سننے والے کو چاہیے کہ اللہ کا خوف کرے اور اسے ٹھیک بات کی رہنمائی کرے اس کے وارثوں کے لیے ایسی بھلائی چاہے جیسے اپنے وارثوں کے ساتھ بھلائی کرانا چاہتا ہے جب کہ ان کی بربادی اور تباہی کا خوف ہو، بخاری ومسلم میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیماری کے زمانے میں ان کی عیادت کو گئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس مال بہت ہے اور صرف میری ایک لڑکی ہی میرے پیچھے ہے تو اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے مال کی دو تہائیاں اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں آپ نے فرمایا نہیں انہوں نے کہا پھر ایک تہائی کی اجازت دیجیے آپ نے فرمایا خیر لیکن ہے یہ بھی زیادہ، تو اگر اپنے پیچھے اپنے وارثوں کو تونگر چھوڑ کر جائے اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں فقیر چھوڑ کر جائے کہ وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں، [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لوگ ایک تہائی سے بھی کم یعنی چوتھائی کی ہی وصیت کریں تو اچھا ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہائی کو بھی

---

[1] [ضعیف: بیھقی (٤/١٥٩) بزار (٨٨١)] اس کی سند میں عثمان ابن عبد الرحمٰن راوی ہے جسے امام ابن عدیؒ نے منکر الحدیث کہا ہے۔ [میزان الاعتدال (٣/٤٧)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان (٥٦) و کتاب الجنائز (١٢٩٥) و کتاب مناقب الانصار (٣٩٣٦) و کتاب المغازی (٤٤٠٩) و کتاب المرض (٥٦٦٨) و کتاب الدعوات (٦٣٧٣) و کتاب الفرائض: باب میراث البنات (٦٧٣٣) صحیح مسلم: کتاب الوصیة: باب الوصیة بالثلث (١٦٢٨) ابوداود: کتاب الوصایا: باب ماجآء فی ما یجوز (٢٨٦٤) ترمذی: کتاب الوصایا: باب ماجآء فی الوصیة بالثلث (٢١١٦) نسائی: کتاب الوصایا: باب الوصیة بالثلث (٣٦٥٨) ابن ماجه: کتاب الوصایا: باب الوصیة بالثلث (٢٧٠٨) مسند احمد (١/١٧٩)]

زیادہ فرمایا ہے۔ [1] فقہاء فرماتے ہیں اگر میت کے وارث امیر ہوں تب تو خیر تہائی کی وصیت کرنا مستحب ہے اور اگر فقیر ہوں تو اس سے کم کی وصیت کرنا مستحب ہے' دوسرا مطلب اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم یتیموں کا اتنا ہی خیال رکھو جتنا تم چاہتے ہو کہ تمہاری چھوٹی اولاد کا تمہارے مرنے کے بعد اور لوگ خیال رکھیں جس طرح تم نہیں چاہتے کہ ان کے مال دوسرے ظلم سے کھا جائیں اور وہ بالغ ہو کر فقیر رہ جائیں اسی طرح تم دوسروں کی اولادوں کے مال نہ کھا جاؤ' یہ مطلب بھی بہت عمدہ ہے اسی لیے اس کے بعد ہی یتیموں کا مال ناحق مار لینے والوں کی سزا بیان فرمائی' کہ یہ لوگ اپنے پیٹ میں انگارے بھرنے والے اور جہنم واصل ہونے والے ہیں' بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا سات گناہوں سے بچو جو ہلاکت کا باعث ہیں پوچھا گیا کیا کیا؟ فرمایا اللہ کے ساتھ شرک' جادو' بے وجہ قتل' سود خوری' یتیم کا مال کھا جانا' جہاد سے پیٹھ موڑنا' بھولی بھالی ناواقف عورتوں پر تہمت لگانا [2] ابن ابی حاتم میں ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے معراج کی رات کا واقعہ پوچھا جس میں آپ نے فرمایا کہ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ نیچے لٹک رہے ہیں اور فرشتے انہیں گھسیٹ کر ان کا منہ خوب کھول دیتے ہیں پھر جہنم کے گرم پتھر ان میں ٹھونس دیتے ہیں جو ان کے پیٹ میں اتر کر پیچھے کے راستے سے نکل جاتے ہیں اور وہ بری طرح چیخ چلا رہے ہیں ہائے ہائے مچا رہے ہیں میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ یتیموں کا مال کھا جانے والے ہیں جو اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جہنم میں جائیں گے۔ [3] معاذ اللہ

حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یتیم کا مال کھا جانے والا قیامت کے روز اپنی قبر سے اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کے منہ' آنکھوں' نتھنوں اور روئیں روئیں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے ہر شخص دیکھتے ہی پہچان لے گا کہ اس نے کسی یتیم کا مال ناحق کھا رکھا ہے۔ ابن مردویہ میں ایک مرفوع حدیث بھی اسی مضمون کے قریب قریب مروی ہے' [4] اور حدیث میں ہے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان دونوں ضعیفوں کا مال بچاؤ عورتوں کا اور یتیم کا' [5] ان کے مال سے بچو' سورۂ بقرہ میں یہ روایت گزر چکی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو جن کے پاس یتیم تھے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الوصایا : باب الوصیة بالثلث (۲۷۴۳)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الوصایا (۲۷٦٦) و کتاب الطب (۵۷٦٤) و کتاب الحدود : باب رمی المحصنات (٦۸۵۷) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الکبائر و اکبرها (۸۹) ابوداؤد : کتاب الوصایا : باب ماجاء فی التشدید فی اکل مال الیتیم (۲۸۷٤) نسائی : کتاب الوصایا : باب اجتناب اکل مال الیتیم (۳۷۰۱)]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۸۷۲۵)] اس کی سند میں ابوھارون عمارہ راوی ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف : مسند ابویعلی (۷٤٤۰)] اس کی سند میں زیاد بن منذر راوی کذاب ہے۔]

[5] [اسنادہ قوی : مسند احمد (۲/٤۳۹) نسائی فی السنن الکبری (۹۱٤۹) ابن ماجہ : کتاب الادب : باب حق الیتیم (۳٦۷۸) مستدرك حاکم (۱/٦۳)] امام حاکمؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو قوی کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۹٦٦٦)]

انہوں نے ان کا اناج پانی بھی الگ کر دیا اب عموماً ایسا ہوتا کہ کھانے پینے کی ان کی کوئی چیز بچ رہتی تو یا تو دوسرے وقت اسی باسی چیز کو کھاتے یا سڑنے کے بعد پھینک دی جاتی گھر والوں میں سے کوئی اسے ہاتھ بھی نہ لگاتا تھا یہ بات دونوں طرف ناگوار گزری حضور ﷺ کے سامنے بھی اس کا ذکر آیا اس پر آیت ﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى ﴾ (البقرہ/ ۲۲۰) الخ، اتری جس کا مطلب یہ ہے کہ جس کام میں یتیموں کی بہتری سمجھو کرو چنانچہ اس کے بعد پھر کھانا پانی ایک ساتھ ہوا۔[1]

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ
اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ
لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ
وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ
وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ
نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولادوں کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کی دو تہائیاں ملیں گی اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے اگر اس کی اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور ماں باپ وارث ہوتے ہوں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے۔ ہاں اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو پھر اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے یہ حصے اس وصیت کے بعد ہیں جو مرنے والا کر گیا ہو یا ادائے قرض کے بعد تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں بیشک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے ○

وراثت کے چند ضروری مسائل: یہ آیت کریمہ اور اس کے بعد کی آیت اور اس سورت کے خاتمہ کی آیت علم فرائض کی آیتیں ہیں یہ پورا علم ان آیتوں اور میراث کی احادیث سے استنباط کیا گیا ہے جو حدیثیں ان آیتوں کی گویا تفسیر اور توضیح ہیں یہاں ہم اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں باقی جو میراث کے مسائل کی پوری تقریر ہے اور اس میں جن دلائل کی سمجھ میں جو کچھ اختلاف ہوا ہے اس کے بیان کرنے کی مناسب جگہ احکام کی کتابیں ہیں نہ کہ تفسیر اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے علم فرائض سیکھنے کی رغبت میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں ان آیتوں میں جن فرائض کا بیان ہے یہ سب سے زیادہ اہم ہیں ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے علم دراصل تین ہیں اور اس کے ماسوا فضول بھرتی

---

[1] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الوصایا : باب مخالطة الیتیم فی الطعام (۲۸۷۱) نسائی : کتاب الوصایا : باب ماللوصی من مال الیتیم (۳۶۹۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

ہے' آیات قرآنیہ جو مضبوط ہیں اور جن کے احکام باقی ہیں' سنت قائمہ یعنی جو احادیث ثابت شدہ ہیں اور فریضہ عادلہ یعنی مسائلِ میراث جو ان دو سے ثابت ہیں۔[1] ابن ماجہ کی دوسری ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ فرائض سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ۔ یہ نصف علم ہے اور یہ بھول جاتے ہیں اور یہی پہلی وہ چیز ہے جو میری امت سے چھن جائے گی'[2] حضرت ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے آدھا علم اس لیے کہا گیا ہے کہ تمام لوگوں کو عموماً یہ پیش آتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں بیمار تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میری بیمار پرسی کے لیے بنوسلمہ کے محلے میں پیادہ پا تشریف لائے' میں اس وقت بیہوش تھا آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا پھر وضو کے پانی کا چھینٹا مجھے دیا جس سے مجھے ہوش آیا' تو میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے مال کی تقسیم کس طرح کروں؟ اس پر آیت شریفہ نازل ہوئی' صحیح مسلم شریف' نسائی شریف وغیرہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے'[3] ابوداود' ترمذی' ابن ماجہ' مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ میں مروی ہے کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دونوں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی لڑکیاں ہیں' ان کے والد آپ کے ساتھ جنگِ احد میں شریک تھے اور وہیں شہید ہوئے ان کے چچا نے ان کا کل مال لے لیا ہے ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا اور یہ ظاہر ہے کہ ان کے نکاح بغیر مال کے نہیں ہو سکتے' آپ نے فرمایا اس کا فیصلہ خود اللہ کرے گا چنانچہ آیت میراث نازل ہوئی' آپ نے ان کے چچا کے پاس آدمی بھیج کر حکم بھیجا کہ دو تہائیاں تو ان دونوں لڑکیوں کو دو اور آٹھواں حصہ ان کی ماں کو دو اور باقی مال تمہارا ہے'[4] بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے سوال پر اس سورت کی آخری آیت اتری ہوگی جیسے عنقریب آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس لیے کہ ان کی وارث صرف ان کی بہنیں ہی تھیں لڑکیاں تھیں ہی نہیں وہ تو کلالہ تھے اور یہ آیت اسی بارے میں یعنی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ورثے کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کے راوی بھی خود حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں ہاں حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اسی آیت کی تفسیر میں وارد کیا ہے اس لیے ہم نے بھی ان کی تابعداری کی۔ واللہ اعلم۔

---

[1] [ضعیف : ابن ماجه : مقدمه : باب اجتناب الرای و القیاس (٥٤) ابوداؤد : کتاب الفرائض : باب ماجآء فی تعلیم الفرائض (٢٨٨٥) مستدرك حاکم (٤/٣٣٢)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود، المشکاة (٢٣٩)]

[2] [ضعیف : ابن ماجه : کتاب الفرائض : باب الحث علی تعلیم الفرائض (٢٧١٩) مستدرك حاکم (٤/٣٣٢) دارقطنی (٤/٦٧)] شیخ البانی ؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ارواء الغلیل (١٦٦٤)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب یوصیکم اللّٰه فی اولادکم (٤٥٧٧) صحیح مسلم : کتاب الفرائض : باب میراث الکلالة (١٦١٦)]

[4] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الفرائض : باب ماجآء فی میراث الصلب (٢٨٩١) ابن ماجه : کتاب الفرائض : باب فرائض الصلب (٢٧٢٠) ترمذی : کتاب الفرائض : باب ماجآء فی میراث البنات (٢٠٩٢) مسند احمد' (٣/٣٥٢)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں عدل سکھاتا ہے' اہل جاہلیت تمام مال لڑکوں کو دیتے تھے اور لڑکیاں خالی ہاتھ رہ جاتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کا حصہ بھی مقرر کر دیا ہاں دونوں کے حصوں میں فرق رکھا' اس لیے کہ مردوں کے ذمہ جو ضروریات ہیں وہ عورتوں کے ذمہ نہیں مثلاً اپنے متعلقین کے کھانے پینے اور خرچ اخراجات کی کفالت' تجارت اور کسب اور اسی طرح کی اور مشقتیں' تو انہیں ان کی حاجت کے مطابق عورتوں سے دوگنا دلوایا' بعض دانا بزرگوں نے یہاں ایک نہایت باریک نکتہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہ نسبت ماں باپ کے بھی زیادہ مہربان ہے' ماں باپ کو ان کی اولادوں کے بارے میں وصیت کر رہا ہے' پس معلوم ہوا کہ ماں باپ اپنی اولاد پر اتنے مہربان نہیں جتنا مہربان ہمارا خالق اپنی مخلوق پر ہے۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ قیدیوں میں سے ایک عورت کا بچہ اس سے چھوٹ گیا وہ پاگلوں کی طرح اسے ڈھونڈتی پھرتی تھی اور جیسے ہی ملا اپنے سینے سے لگا کر اسے دودھ پلانے لگی آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا بھلا بتاؤ تو کیا یہ عورت باوجود اپنے اختیار کے اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہرگز نہیں آپ نے فرمایا اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلے حصہ دار مال کا صرف لڑکا تھا' ماں باپ کو بطور وصیت کے کچھ مل جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کیا اور لڑکے کو لڑکی سے دوگنا دلوایا اور ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ دلوایا اور تیسرا حصہ بھی اور بیوی کو آٹھواں حصہ اور چوتھا حصہ اور خاوند کو آدھا اور پاؤ۔ [2] فرماتے ہیں میراث کے احکام اترنے پر بعض لوگوں نے کہا یہ اچھی بات ہے کہ عورت کو چوتھا اور آٹھواں حصہ دلوایا جا رہا ہے اور لڑکی کو آدھوں آدھ دلوایا جا رہا ہے اور ننھے ننھے بچوں کا حصہ مقرر کیا جا رہا ہے حالانکہ ان میں سے کوئی بھی نہ لڑائی میں نکل سکتا ہے' نہ مالِ غنیمت لا سکتا ہے اچھا تم اس حدیث سے خاموشی برتو شاید رسول اللہ ﷺ کو یہ بھول جائے ہمارے کہنے کی وجہ سے آپ ان احکام کو بدل دیں' پھر انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ لڑکی کو اس کے باپ کا آدھا مال دلوا رہے ہیں حالانکہ نہ وہ گھوڑے پر بیٹھنے کے لائق' نہ دشمن سے لڑنے کے قابل' آپ بچے کو ورثہ دلا رہے ہیں بھلا وہ کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟ یہ لوگ جاہلیت کے زمانہ میں ایسا ہی کرتے تھے کہ میراث صرف اسے دیتے تھے جو لڑنے مرنے کے قابل ہو سب سے بڑے لڑکے کو وارث قرار دیتے تھے (اگر مرنے والے کے لڑکے لڑکیاں دونوں ہوں تو فرما دیا کہ لڑکی کو جتنا آئے اس سے دوگنا لڑکے کو دیا جائے یعنی ایک لڑکی ایک لڑکا ہے تو کل مال کے تین حصے کر کے دو حصے لڑکے کو اور ایک حصہ لڑکی کو دے دیا جائے اب بیان فرماتا ہے کہ اگر صرف لڑکیاں ہوں تو انہیں کیا ملے گا؟ مترجم) لفظ ﴿فَوْقَ﴾ کو بعض لوگ زائد بتاتے ہیں جیسے ﴿فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ﴾ (الانفال/ ۱۲) میں لفظ ﴿فَـوْقَ﴾ زائد ہے لیکن ہم یہ نہیں مانتے' نہ اس آیت میں' نہ اس آیت میں' کیونکہ قرآن میں کوئی ایسی زائد

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب رحمة الوالد وتقبیله (۵۹۹۹) صحیح مسلم: کتاب التوبة: باب فی سعة رحمة الله تعالی (۲۷۵٤)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله ولکم نصف ماترك (٤٥٧٨)]

چیز نہیں ہے جو محض بے فائدہ ہو اللہ کے کلام میں ایسا ہونا محال ہے، پھر یہ بھی خیال فرمایئے کہ اگر ایسا ہی ہوتا تو اس کے بعد ﴿فَلَهُنَّ﴾ نہ آتا بلکہ ﴿فَلَهُمَا﴾ آتا۔ ہاں اسے ہم جانتے ہیں کہ اگر لڑکیاں دو سے زیادہ نہ ہوں یعنی صرف دو ہوں تو بھی یہی حکم ہے یعنی انہیں بھی دو ثلث ملے گا کیونکہ دوسری آیت میں دو بہنوں کو دو ثلث دلوایا گیا ہے اور جبکہ دو بہنیں دو ثلث پاتی ہیں تو دو لڑکیوں کو دو ثلث کیوں نہ ملے گا؟ ان کے لیے تو دو تہائی بطور اولی ہونا چاہیے، اور حدیث میں آ چکا ہے دو لڑکیوں کو رسول اللہ ﷺ نے دو تہائی مال ترکہ کا دلوایا جیسا کہ اس آیت کی شانِ نزول کے بیان میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی لڑکیوں کے ذکر میں اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے پس کتاب وسنت سے یہ ثابت ہو گیا اسی طرح اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ ایک لڑکی اگر ہو یعنی لڑکا نہ ہونے کی صورت میں تو اسے آدھوں آدھ دلوایا گیا ہے پس اگر دو کو بھی آدھا ہی دینے کا حکم کرنا مقصود ہوتا تو یہیں بیان ہو جاتا جب ایک کو الگ کر دیا تو معلوم ہوا کہ دو کا حکم وہی ہے جو دو سے زائد کا ہے۔ واللہ اعلم۔

پھر ماں باپ کا حصہ بیان ہو رہا ہے ان کے ورثے کی مختلف صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ مرنے والے کی اولاد ایک لڑکی سے زیادہ ہو اور ماں باپ بھی ہوں تو انہیں چھٹا چھٹا حصہ ملے گا یعنی چھٹا حصہ ماں کو اور چھٹا حصہ باپ کو، اگر مرنے والے کی صرف ایک لڑکی ہی ہے تو آدھا مال تو وہ لڑکی لے لے گی اور چھٹا حصہ ماں لے لے گی، چھٹا حصہ باپ کو ملے گا اور چھٹا حصہ جو باقی رہا وہ بھی بطورِ عطیہ باپ کو مل جائے گا پس اس حالت میں باپ فرض اور تعصیب دونوں کو جمع کر لے گا یعنی مقررہ چھٹا حصہ اور بطورِ عصبہ بچت کا مال۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ مل جائے گا اور باقی کا کل باپ کو بطور عصبہ کے مل جائے گا تو گویا دو ثلث مال اس کے ہاتھ لگے گا یعنی بہ نسبت ماں کے دگنا باپ کو مل جائے گا اب اگر مرنے والی عورت کا خاوند بھی ہے مرنے والے مرد کی بیوی ہے یعنی اولاد نہیں صرف ماں باپ ہیں اور خاوند ہے یا بیوی تو اس پر تو اتفاق ہے کہ خاوند کو آدھا اور بیوی کو پاؤ ملے گا، پھر علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ ماں کو اس صورت میں اس کے بعد کیا ملے گا؟ تین قول ہیں ایک تو یہ کہ جو مال باقی رہا اس میں سے تیسرا حصہ ملے گا دونوں صورتوں میں یعنی خواہ عورت خاوند چھوڑ کر مری ہو خواہ مرد عورت چھوڑ کر مرا ہو اس لیے کہ باقی کا مال ان کی نسبت سے گویا کل مال ہے اور ماں کا حصہ باپ سے آدھا ہے تو اس باقی کے مال سے تیسرا حصہ یہ لے لے اور دو تیسرے حصے جو باقی رہے وہ باپ لے لے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور بہ اعتبار زیادہ صحیح روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی فیصلہ ہے، حضرت ابن مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے، ساتوں فقہاء اور چاروں اماموں اور جمہور علماء کا بھی یہی فتویٰ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں بھی ماں کو کل مال کا ثلث مل جائے گا، اس لیے کہ آیت عام ہے خاوند بیوی کے ساتھ ہو تو اور نہ ہو تو عام طور پر میت کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں ماں کو ثلث دلوایا گیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے، حضرت علی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ حضرت شریح اور حضرت داؤد ظاہری رحمہما اللہ بھی یہی فرماتے ہیں، حضرت ابوالحسین محمد بن عبداللہ بن لبان بصری بھی اپنی کتاب ایجاز میں جو علم فرائض کے بارے میں ہے اسی قول کو پسند کرتے ہیں، لیکن اس قول میں نظر ہے بلکہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ آیت نے اس

کا یہ حصہ اس وقت مقرر فرمایا ہے جبکہ کل مال کی وراثت صرف ماں باپ کو ہی پہنچتی ہو اور جبکہ زوج یا زوجہ ہے اور وہ اپنے مقررہ حصے کے مستحق ہیں تو پھر جو باقی رہ جائے گا بیشک وہ ان دونوں ہی کا حصہ ہے تو اس میں ثلث ملے گا' تیسرا قول یہ ہے کہ اگر میت مرد ہے اور اس کی بیوی موجود ہے تو فقط اس صورت میں تو اسے کل مال کا تہائی ملے گا' کیونکہ اس عورت کو کل مال کی چوتھائی ملے گی اگر کل مال کے بارہ حصے کیے جائیں تو تین حصے تو یہ لے گی اور چار حصے ماں کو ملیں گے باقی بچے پانچ حصے وہ باپ لے لے گا لیکن اگر عورت مری ہے اور اس کا خاوند موجود ہے تو ماں کو باقی مال کا تیسرا حصہ ملے گا اگر کل مال کا تیسرا حصہ اس صورت میں بھی ماں کو دلوایا جائے تو اسے باپ سے بھی زیادہ پہنچ جاتا ہے مثلاً میت کے مال کے چھ حصے کیے تین تو خاوند لے گیا دو ماں لے گئی تو باپ کے پلے ایک ہی پڑے گا جو ماں سے بھی تھوڑا ہے' اس لیے اس صورت میں چھ میں سے تین تو خاوند کو دیئے جائیں گے ایک ماں کو اور دو باپ کو' حضرت امام ابن سیرین رحمہ اللہ کا یہی قول ہے' یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ قول دو قولوں سے مرکب ہے' ضعیف یہ بھی ہے اور صحیح قول پہلا ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ ماں باپ کے احوال میں سے تیسرا حال یہ ہے کہ وہ بھائیوں کے ساتھ ہوں خواہ وہ سگے بھائی ہوں یا صرف باپ کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف سے تو وہ باپ کے ہوتے ہوئے اپنے بھائی کے ورثے میں کچھ پائیں گے نہیں لیکن ہاں ماں کو تہائی سے ہٹا کر چھٹا حصہ دلوائیں گے اور اگر کوئی اور وارث ہی نہ ہو اور صرف ماں کے ساتھ باپ ہی ہو تو باقی مال کل کا کل باپ لے لے گا اور بھائی بھی شریعت میں بہت سے بھائیوں کے مترادف ہیں جمہور کا یہی قول ہے' ہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دو بھائی ماں کو ثلث سے ہٹا کر سدس تک نہیں لے جاتے قرآن میں ﴿اِخْوَةٌ﴾ جمع کا لفظ ہے دو بھائی اگر مراد ہوتے ﴿اَخَوَانِ﴾ کہا جاتا خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پہلے ہی سے یہ چلا آتا ہے اور چاروں طرف یہ مسئلہ اسی طرح پہنچا ہوا ہے تمام لوگ اس کے عامل ہیں میں اسے نہیں بدل سکتا' اولاً تو یہ اثر ثابت ہی نہیں اس کے راوی حضرت شعبہ رحمہ اللہ کے بارے میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی جرح موجود ہے پھر یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نہ ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خاص اصحاب رضی اللہ عنہم اور اعلیٰ شاگرد بھی اس کے خلاف ہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دو کو بھی ﴿اِخْوَةٌ﴾ کہا جاتا ہے' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں نے اس مسئلہ کو پوری طرح ایک علیحدہ رسالے میں لکھا ہے۔ حضرت سعید بن قتادہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے' ہاں میت کا اگر ایک ہی بھائی ہو تو ماں کو تیسرے حصے سے ہٹا نہیں سکتا' علماء کرام رحمہم اللہ کا فرمان ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ میت کے بھائیوں کی شادیوں کا اور کھانے پینے وغیرہ کا کل خرچ باپ کے ذمہ ہے نہ کہ ماں کے ذمے اس لیے مقتضائے حکمت یہی تھا کہ باپ کو زیادہ دیا جائے' یہ توجیہ بہت ہی عمدہ ہے' لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہ سند صحیح مروی ہے کہ یہ چھٹا حصہ جو ماں کا کم ہو گیا انہیں دیدیا جائے گا یہ قول شاذ ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول تمام امت کے خلاف ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ﴿کلالہ﴾ اسے کہتے ہیں جس کا بیٹا اور باپ نہ ہو۔

پھر فرمایا وصیت اور قرض کے بعد تقسیم میراث ہوگی' تمام سلف خلف کا اجماع ہے کہ قرض وصیت پر مقدم ہے

اور فحوائے آیت کو بھی اگر بغور دیکھا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے' ترمذی وغیرہ میں ہے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم قرآن میں وصیت کا حکم پہلے پڑھتے ہو اور قرض کا بعد میں لیکن یاد رکھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض پہلے ادا کرایا ہے' پھر وصیت جاری کی ہے' ایک ماں زاد بھائی آپس میں وارث ہوں گے بغیر علاتی بھائیوں کے' آدمی اپنے سگے بھائی کا وارث ہوگا نہ اس کا جس کی ماں دوسری ہو' یہ حدیث صرف حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ان پر بعض محدثین نے جرح کی ہے' لیکن یہ حافظ فرائض تھے اس علم میں آپ کو خاص دلچسپی اور دسترس تھی اور حساب کے بڑے ماہر تھے۔ واللہ اعلم۔ [1]

پھر فرمایا کہ ہم نے باپ بیٹوں کو اصل میراث میں اپنا اپنا مقررہ حصہ لینے والا بنایا اور جاہلیت کی رسم ہٹا دی بلکہ اسلام میں بھی پہلے بھی ایسا ہی حکم تھا کہ مال اولاد کو مل جاتا ماں باپ کو صرف بطور وصیت کے ملتا تھا جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پہلے بیان ہو چکا یہ منسوخ کر کے اب یہ حکم ہوا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ تمہیں باپ سے زیادہ نفع پہنچے گا یا اولاد نفع دے گی امید دونوں سے نفع کی ہے یقینی کسی پر بھی ایک سے زیادہ نہیں' ممکن ہے باپ سے زیادہ بیٹا کام آئے اور نفع پہنچائے اور ممکن ہے بیٹے سے زیادہ باپ سے نفع پہنچے اور وہ کام آئے' پھر فرماتا ہے یہ مقررہ حصے اور میراث کے یہ احکام اللہ کی طرف سے فرض ہیں اس میں کسی کمی بیشی کی کسی امید یا کسی خوف سے گنجائش نہیں' نہ کسی کو محروم کر دینا لائق ہے نہ کسی کو زیادہ دلوا دینا' اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے جو جس کا مستحق ہے اسے اتنا دلواتا ہے ہر چیز کی جگہ کو وہ بخوبی جانتا ہے تمہارے نفع نقصان کا اسے پورا علم ہے اس کا کوئی کام اور کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں تمہیں چاہیے کہ اس کے احکام' اس کے فرمان مانتے چلے جاؤ۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾

---

[1] [حسن: ترمذی: كتاب الفرائض: باب ماجاء فی میراث الاخوة (۲۰۹۴) ابن ماجه: كتاب الوصايا: باب الدين قبل الوصية (۲۷۱۵) حمیدی (۵۶) دارقطنی (۸٦/٤) طیالسی (۱۷۹) مسند احمد (۱۳۱/۱) مستدرك حاكم (۳۳٦/٤) ابن الجارود (۹۵۰)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، ارواء الغليل (۱٦٦۷)]

تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ مریں اور ان کی اولاد نہ ہو تو آدھوں آدھ تمہارا ہے' اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے میں سے تمہارے لیے چوتھائی حصہ ہے اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کر گئی ہوں یا قرض کے بعد' اور جو تم چھوڑ جاؤ اس میں ان کی چوتھائی ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو' اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور بعد ادائیگی قرض کے' جن کی میراث لی جاتی ہے وہ مرد یا عورت کلالہ ہو یعنی اس کا باپ بیٹا نہ ہو اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے' اور اگر اس سے زیادہ ہو تو ایک تہائی میں یہ سب شریک ہیں اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد جب اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو' مقرر کیا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' اور اللہ تعالیٰ دانا ہے بردبار ○

وراثت کی مزید کچھ تفصیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مردو! تمہاری عورتیں جو چھوڑ کر مریں اگر ان کی اولاد نہ ہو تو اس میں سے آدھوں آدھ حصہ تمہارا ہے اور اگر ان کے بال بچے ہوں تو تمہیں چوتھائی ملے گا' وصیت اور قرض کے بعد۔ ترتیب اس طرح ہے پہلے قرض ادا کیا جائے پھر وصیت پوری کی جائے پھر ورثہ تقسیم ہو' یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام علماءِ امت کا اجماع ہے' پوتے بھی اس مسئلہ میں حکم میں بیٹوں کی ہی طرح ہیں بلکہ ان کی اولاد در اولاد کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کی موجودگی میں خاوند کو چوتھائی ملے گا۔ پھر عورتوں کا حصہ بتایا کہ انہیں یا چوتھائی ملے گا یا آٹھواں حصہ چوتھائی تو اس حالت میں کہ مرنے والے خاوند کی اولاد نہ ہو' اور آٹھواں حصہ اس حالت میں کہ اولاد ہو' اس چوتھائی یا آٹھویں حصے میں مرنے والے کی سب بیویاں شامل ہیں چار ہوں تو ان میں یہ حصہ برابر برابر تقسیم ہو جائے گا تین یا دو ہوں تب بھی اور اگر ایک ہو تو اسی کا یہ حصہ ہے۔

﴿مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ﴾ کی تفسیر اس سے پہلی آیت میں گزر چکی ہے۔ ﴿كَلٰلَة﴾ مشتق ہے اکلیل سے' اکلیل کہتے ہیں اس تاج وغیرہ کو جو سر کو ہر طرف سے گھیر لے یہاں مراد ہے کہ اس کے وارث ارد گرد حاشیہ کے لوگ ہیں اصل اور فرع یعنی جڑ یا شاخ نہیں' صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ﴿كلالہ﴾ کا معنی پوچھا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں میں اپنی رائے سے جواب دیتا ہوں اگر ٹھیک ہو تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری الذمہ ہیں' ﴿كلالہ﴾ وہ ہے جس کا نہ لڑکا ہو نہ باپ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے بھی اس سے موافقت کی اور فرمایا مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے خلاف کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ (ابن جریر وغیرہ) [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخری زمانہ پانے والا میں ہوں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے بات وہی ہے جو میں نے کہی ٹھیک اور درست یہی ہے کہ کلالہ اسے کہتے ہیں جس کا نہ ولد ہو نہ والد' حضرت علی' ابن مسعود' ابن عباس' زید بن ثابت رضی اللہ عنہم شعبی' نخعی' حسن' قتادہ' جابر بن زید' حکم رحمہم اللہ بھی یہی فرماتے ہیں [2] اہل مدینہ' اہل کوفہ' اہل بصرہ کا بھی یہی قول ہے ساتوں فقہاء چاروں امام اور جمہور سلف وخلف بلکہ تمام یہی فرماتے ہیں' بہت سے بزرگوں نے اس پر اجماع نقل

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۵۳)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۵۵)]

کیا ہے اور ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی آیا ہے[1] ابن لباب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد نہ ہو لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور ممکن ہے کہ راوی نے مراد سمجھی ہی نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ اس کا بھائی یا بہن ہو یعنی ماں زاد جیسے کہ سعد بن وقاص وغیرہ بعض سلف کی قرأت ہے، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے تو ان میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اگر زیادہ ہوں تو ایک ثلث میں سب شریک ہیں، ماں زاد بھائی باقی وارثوں سے کئی وجہ سے مختلف ہیں، ایک تو یہ کہ یہ باوجود اپنے ورثے کے دلانے والے کے بھی وارث ہوتے ہیں مثلاً ماں، دوسرے یہ کہ ان کے مرد و عورت یعنی بہن بھائی میراث میں برابر ہیں تیسرے یہ کہ یہ اسی وقت وارث ہوتے ہیں جبکہ میت کلالہ ہو پس باپ دادا کی یعنی پوتے کی موجودگی میں یہ وارث نہیں ہوتے، چوتھے یہ کہ انہیں ثلث سے زیادہ نہیں ملتا تو گویہ کتنے ہی ہوں مرد ہوں یا عورت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے کہ ماں زاد بہن بھائی کا ورثہ آپس میں اس طرح بٹے گا کہ مرد کے لیے دوہرا اور عورت کے لیے اکہرا۔

حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے تاوقتیکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہو، آیت میں اتنا تو صاف ہے کہ اگر اس سے زیادہ ہوں تو ثلث میں شریک ہیں، اس صورت میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر میت کے وارثوں میں خاوند ہو اور ماں ہو یا دادی ہو اور دو ماں زاد بھائی ہوں اور ایک یا ایک سے زیادہ باپ کی طرف سے بھائی ہوں تو جمہور تو کہتے ہیں کہ اس صورت میں خاوند کو آدھا ملے گا اور ماں یا دادی کو چھٹا حصہ ملے گا اور ماں زاد بھائی کو تہائی ملے گا اور اسی میں سگے بھائی بھی شامل ہوں گے قدر مشترک کے طور پر جو ماں زاد بھائی ہے، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک ایسی ہی صورت پیش آئی تھی تو آپ نے خاوند کو آدھا دلوایا اور ثلث ماں زاد بھائیوں کو دلوایا تو سگے بھائیوں نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا آپ نے فرمایا تم ان کے ساتھ شریک ہو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح شریک کر دینا مروی ہے، اور دو روایتوں میں سے ایک روایت ایسی ہے ابن مسعود اور زید بن ثابت اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، حضرت سعید بن مسیّب، قاضی شریح، مسروق، طاؤس، محمد بن سیرین، ابراہیم نخعی، عمر بن عبدالعزیز، ثوری اور شریک رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے، امام مالک اور امام شافعی اور امام اسحاق راہویہ رحمہم اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں، ہاں حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اس میں شرکت کے قائل نہ تھے بلکہ آپ اولاد ام کو اس حالت میں ثلث دلواتے تھے اور ایک ماں باپ کی اولاد کو کچھ نہیں دلاتے تھے اس لیے کہ یہ عصبہ ہیں اور عصبہ اس وقت پاتے ہیں جب ذوی الفرض سے بچ جائے، بلکہ وکیع بن جراح رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف مروی ہی نہیں، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کا قول بھی یہی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مشہور یہی ہے، شعبی، ابن ابی لیلیٰ، ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد بن حسن، حسن بن زیاد، زفر بن ہذیل، امام احمد، یحییٰ بن آدم، نعیم بن حماد، ابو ثور، داود ظاہری رحمہ اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں ابوالحسین بن لبان فرضی رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، ملاحظہ ہو ان کی کتاب الایجاز۔

---

[1] [**ضعیف** : مستدرک حاکم (٤/٣٣٦)] اس کی سند میں یحییٰ بن عبدالحمید راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

پھر فرمایا یہ وصیت کے جاری کرنے کے بعد ہے' وصیت ایسی ہو جس میں خلافِ عدل نہ ہو کسی کو ضرر اور نقصان نہ پہنچایا گیا ہو' نہ کسی پر جبر وظلم کیا گیا ہو' کسی وارث کا نہ ورثہ مارا گیا ہو نہ کم وبیش کیا گیا ہو' اس کے خلاف وصیت کرنے والا اور ایسی خلافِ شرع وصیت میں کوشش کرنے والا' اللہ کے حکم اور اس کی شریعت میں اس کے خلاف کرنے والا اور اس سے لڑنے والا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں وصیت میں کسی کو ضرر ونقصان پہنچانا کبیرہ گناہ ہے۔[1] (ابن ابی حاتم) نسائی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بھی اسی طرح مروی ہے۔ بعض روایتوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس فرمان کے بعد آیت کے اس ٹکڑے کی تلاوت کرنا بھی مروی ہے' امام ابن جریر رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ٹھیک بات یہی ہے کہ یہ مرفوع حدیث نہیں موقوف قول ہے' ائمہ کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ وارث کے لیے جو اقرار میت کر جائے آیا وہ صحیح ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس میں تہمت لگنے کی گنجائش ہے' حدیث شریف میں بہ سند صحیح آ چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق پہنچا دیا ہے اب وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں'[2] مالک' احمد بن حنبل' ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا قول یہی ہے' شافعی کا بھی پہلا قول یہی تھا لیکن آخری قول یہ ہے کہ اقرار کرنا صحیح مانا جائے گا۔ طاؤس' عطاء' حسن' عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے' حضرت امام بخاری رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں اور اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں اسی کو ترجیح دیتے ہیں' ان کی دلیل ایک یہ روایت بھی ہے کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ فزاریہ نے جس چیز پر اپنے دروازے بند کر رکھے ہیں وہ نہ کھولے جائیں' حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے پھر فرمایا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں بہ سبب وارثوں کے ساتھ بدگمانی کے اس کا یہ اقرار جائز نہیں' لیکن میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا ہے بدگمانی سے بچو بدگمانی تو سب سے زیادہ جھوٹ ہے'[3] قرآن کریم میں اللہ کا فرمان موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جس کی جو امانت ہو وہ پہنچا دو'[4] اس وارث اور غیر وارث کی کوئی تخصیص نہیں' یہ یاد رہے کہ یہ اختلاف اس وقت ہے جب اقرار فی الواقع صحیح ہو اور نفس الامر کے مطابق ہو اور اگر صرف حیلہ سازی ہو اور بعض وارثوں کو زیادہ دینے اور بعض کو کم پہنچانے کے لیے ایک بہانہ بنا لیا ہو تو بالاجماع اسے پورا کرنا حرام ہے اور اس آیت کے صاف الفاظ بھی اس کی حرمت کا فتویٰ دیتے ہیں (اقرار فی الواقع صحیح ہونے کی صورت میں اس کا پورا کرنا ضروری ہے جیسا کہ دوسری جماعت کا قول ہے اور جیسا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ مترجم) پھر فرمایا یہ اللہ عزوجل کے احکام ہیں جو اللہ عظیم واعلیٰ' علم وحلم والا ہے۔

---

[1] [موقوف صحیح : دارقطنی (۱۵۱/٤) تفسیر ابن جریر الطبری (۸۷۸۹)]

[2] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الوصایا : باب ماجآء فی الوصیة للوارث (۲۸۷۰) و کتاب البیوع (۳۵۶۵) ترمذی : کتاب الوصایا : باب ماجآء لاوصیة لوارث (۲۱۲۰) ابن ماجه : کتاب الوصایا : باب لا وصیة لوارث (۲۷۱۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود ، ارواء الغلیل (۱٦۵۵)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب ماینهی عن التحاسد والتدابر (٦۰٦٤) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم الظن والتجسس (۲۵٦۳)]

[4] [سورة النسآء : آیت ۵۸]

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ ع

یہ حدیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں' اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے گا' اسے اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے' یہ ہی بڑی کامیابی ہے ○ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا ایسوں ہی کے لیے اہانت کرنے والا عذاب ہے ○

نافرمانوں کے لیے جہنم: اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے آگے نکل جائے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا ایسوں کے لیے اہانت کرنے والا عذاب ہے یعنی یہ فرائض اور یہ مقدار جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اور میت کے وارثوں کو ان کی قرابت کی نزدیکی اور ان کی حاجت کے مطابق جتنا جسے دلوایا ہے یہ سب اللہ ذوالکرم کی حدود ہیں تم ان حدوں کو نہ توڑو' نہ اس سے آگے بڑھو۔ جو شخص اللہ عزوجل کے ان احکام کو مان لے' کوئی حیلہ حوالہ کر کے کسی وارث کو کم بیش دلوانے کی کوشش نہ کرے حکم الٰہ اور فریضہ الٰہ جوں کا توں بجالائے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اسے ہمیشہ چلنے والی نہروں کی جنت میں داخل کرے گا' یہ کامیاب نصیب ور اور مقصد کو پہنچنے والا اور مراد کو پانے والا ہو گا' اور جو اللہ کے کسی حکم کو بدل دے' کسی وارث کے ورثے کو کم و بیش کر دے رضائے الٰہی کو پیش نظر نہ رکھے بلکہ اس کے حکم کو رد کر دے اور اس کے خلاف عمل کرے وہ اللہ کی تقسیم کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا اور اس کے حکم کو عدل نہیں سمجھتا تو ایسا شخص ہمیشہ رہنے والی رسوائی اور اہانت والے دردناک اور ہیبت ناک عذابوں میں مبتلا رہے گا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ستر سال تک نیکی کے عمل کرتا رہتا ہے پھر وصیت کے وقت ظلم و ستم کرتا ہے اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جہنمی بن جاتا ہے۔ اور ایک شخص برائی کا عمل ستر سال تک کرتا رہتا ہے پھر اپنی وصیت میں عدل کرتا ہے اور خاتمہ اس کا بہتر ہو جاتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت کو پڑھو ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾ سے ﴿عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ تک۔[1] سنن ابوداؤد کے باب ((اَلاِضْرَارُ فِي الْوَصِيَّةِ)) میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک مرد یا عورت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ساٹھ سال تک لگے رہتے ہیں پھر موت کے وقت وصیت میں کوئی کمی بیشی کر جاتے ہیں تو ان کے لیے جہنم واجب ہو جاتی ہے پھر حضرت ابو ہریرہ نے ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ﴾

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۲/۲۷۸)] اس کی سند میں شہر بن حوشب ضعیف راوی ہے۔]

سے آخر آیت تک پڑھی ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے[1] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب کہتے ہیں' مسند احمد میں یہ حدیث تمام وکمال کے ساتھ موجود ہے۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا
فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾
وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾

تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان پر اپنے میں سے چار گواہ رکھو اگر وہ گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید کر رکھو یہاں تک کہ موت ان کی عمریں پوری کر دے یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی اور راستہ نکالے تم میں سے جو دو مرد ایسا کام کرلیں انہیں ایذاء دو اگر وہ توبہ اور اصلاح کرلیں تو ان سے منہ پھیر لو بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

بدکار عورتوں کی سزا: ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب عادل گواہوں کی سچی گواہی سے کسی عورت کی سیاہ کاری ثابت ہو جائے تو اسے گھر سے باہر نہ نکلنے دیا جائے گھر میں ہی قید کر دیا جائے اور جنم قید یعنی موت سے پہلے اسے چھوڑا نہ جائے' اس فیصلہ کے بعد یہ اور بات ہے کہ اللہ ان کے لیے کوئی اور راستہ پیدا کر دے' پھر جب دوسری صورت کی سزا تجویز ہوئی تو وہ منسوخ ہوگئی اور یہ حکم بھی منسوخ ہوا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب تک سورۂ نور کی آیت نہیں اتری تھی زنا کار عورت کے لیے یہی حکم رہا پھر اس آیت میں شادی شدہ کو رجم کرنے یعنی پتھر مار مار کر مار ڈالنے اور بے شادی شدہ کو کوڑے مارنے کا حکم اترا' حضرت عکرمہ' حضرت سعید بن جبیر' حضرت حسن' حضرت عطا خراسانی' حضرت ابوصالح' حضرت قتادہ' حضرت زید بن اسلم اور حضرت ضحاک رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے' حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی اترتی تو آپ پر اس کا بڑا اثر ہوتا اور تکلیف محسوس ہوتی اور چہرے کا رنگ بدل جاتا پس اللہ تعالیٰ نے ایک دن اپنے نبی پر وحی نازل فرمائی کیفیتِ وحی سے نکلے تو آپ نے فرمایا مجھ سے حکمِ الٰہی لو اللہ تعالیٰ نے سیاہ کار عورتوں کے لیے راستہ نکال دیا ہے اگر شادی شدہ عورت یا شادی شدہ مرد سے اس جرم کا ارتکاب ہو تو ایک سو کوڑے اور پتھروں سے مار ڈالنا اور غیر شادی شدہ ہوں تو ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی۔[2] (مسلم وغیرہ) ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ مروی ہے' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے

---

[1] [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الوصایا : باب ماجآء فی کراھیة الاضرار فی الوصیة (۲۸۶۷) ابن ماجه : کتاب الوصایا : باب الحیف فی الوصیة (۲۷۰۴) ترمذی : کتاب الوصایا : باب ماجاء فی الضرار فی الوصیة (۲۱۱۷)] یہ روایت بھی شہر بن حوشب راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابوداؤد ، ضعیف ابن ماجه]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الحدود : باب حد الزنی (۱۶۹۰) مسند احمد (۳۱۸/۵)]

ہیں' اسی طرح ابوداؤد میں بھی۔[1] ابن مردویہ کی غریب حدیث میں کنوارے اور بیاہے ہوئے کے حکم کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ دونوں اگر بوڑھے ہوں تو انہیں رجم کر دیا جائے[2] لیکن یہ حدیث غریب ہے' طبرانی میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا سورۂ نساء کے اترنے کے بعد اب روک رکھنے کا یعنی عورتوں کو گھروں میں قید رکھنے کا حکم نہیں رہا'[3] امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب اس حدیث کے مطابق یہی ہے کہ زانی شادی شدہ کو کوڑے بھی لگائے جائیں گے اور رجم بھی کیا جائے گا اور جمہور کہتے ہیں کوڑے نہیں لگیں گے صرف رجم کیا جائے گا اس لیے کہ نبی ﷺ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو اور غامدیہ عورت کو رجم کیا لیکن کوڑے نہیں مارے' اسی طرح دو یہودیوں کو بھی آپ نے رجم کا حکم دیا اور رجم سے پہلے بھی انہیں کوڑے نہیں لگوائے' پھر جمہور کے اس قول کے مطابق معلوم ہوا کہ انہیں کوڑے لگانے کا حکم منسوخ ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا اس بے حیائی کے کام کو دو مرد اگر آپس میں کریں انہیں ایذاء پہنچاؤ یعنی برا بھلا کہہ کر شرم وغیرت دلا کر جوتیاں لگا کر[4] یہ حکم بھی اسی طرح پر رہا یہاں تک کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے کوڑے اور رجم سے منسوخ فرمایا۔ حضرت عکرمہ' عطا' حسن' عبداللہ بن کثیر رحمہم اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد بھی مرد وعورت ہیں۔

سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد وہ نوجوان مرد ہیں جو شادی شدہ نہ ہوں حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں لواطت کے بارے میں یہ آیت ہے'[5] رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جسے تم لوطی فعل کرتے دیکھو تو فاعل مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو[6] ہاں اگر یہ دونوں باز آ جائیں اپنی بدکاری سے توبہ کر لیں اپنے اعمال کی اصلاح کر لیں اور ٹھیک ٹھاک ہو جائیں تو اب ان کے ساتھ درشت کلامی اور سختی سے پیش نہ آؤ' اس لیے کہ گناہ سے توبہ کر لینے والا مثل گناہ نہ کرنے والے کے ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔ بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اگر کسی کی لونڈی بدکاری کرے تو اس کا مالک اسے حد لگا دے اور ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے'[7] یعنی حد لگ جانے کے بعد پھر اسے عار نہ دلایا کرے کیونکہ حد کفارہ ہے۔

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب الحدود : باب ماجآء فی الرجم علی الثیب (١٤٣٤) ابوداؤد : کتاب الحدود : باب فی الرجم (٤٤١٥) صحیح ابن حبان (٤٤٢٥) مسند احمد (٥/٣١٣)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

[2] [ضعیف : ابن ابی شیبة (٦/٥٥٥) بیهقی فی السنن الکبری (٨/٢٢٣)] اس کی سند میں عمرو بن عبدالغفار راوی ضعیف ہے۔امام ابن عدیؒ نے اسے متہم بالوضع کہا ہے،امام ابوحاتمؒ اسے متروک الحدیث کہتے ہیں اورامام عقیلیؒ اسے منکر کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف : دارقطنی (٤/٦٨) بیهقی (٦/١٦٢)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (٨/٨٥)] [5] [تفسیر ابن جریر الطبری (٨/٨٢)]

[6] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الحدود : باب فیمن عمل عمل قوم لوط (٤٤٦٢) ابن ماجه : کتاب الحدود : باب من عمل عمل قوم لوط (٢٥٦١) ترمذی : کتاب الحدود : باب ماجآء فی حد اللوطی (١٤٥٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، ارواء الغلیل (٢٣٥٠)]

[7] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الحدود : باب لایثرب علی الامة اذا زنت (٦٨٣٩) صحیح مسلم : کتاب الحدود : باب رجم الیهود اهل الزمة فی الزنی (١٧٠٣)]

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓي اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْــٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَھُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٨﴾

اللہ تعالیٰ صرف ان ہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو بوجہ نادانی کوئی برائی کر گزریں پھر جلد اس سے باز آ جائیں اور توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ قبول کرتا ہے' اللہ تعالیٰ بڑے علم والا' حکمت والا ہے ○ ان کی توبہ کی قبولیت کا وعدہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی نہ ان کی توبہ ہے جو کفر پر ہی مر جائیں یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھے ہیں ○

موت کے وقت توبہ بے سود : مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے ان بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو ناواقفیت کی وجہ سے کوئی برا کام کر بیٹھیں پھر توبہ کر لیں گو یہ توبہ فرشتہ موت کو دیکھ لینے کے بعد عالم نزع سے پہلے ہو' حضرت مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں جو بھی قصداً یا غلطی سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے وہ جاہل ہے جب تک کہ اس سے باز نہ آئے۔ [1] ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ بندہ جو گناہ کرے وہ جہالت ہے' [2] حضرت قتادہ رحمہ اللہ بھی صحابہ کے رضی اللہ عنہم مجمع سے اس طرح کی روایت کرتے ہیں۔

عطا رحمہ اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ توبہ جلدی کر لینے کی تفسیر میں منقول ہے کہ ملک الموت کو دیکھ لینے سے پہلے' عالم سکرات کے قریب مراد ہے' اپنی صحت میں توبہ کر لینی چاہیے' غرغرے کے وقت سے پہلے کی توبہ قبول ہے' حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ساری دنیا قریب ہی ہے' اس کے متعلق حدیثیں سنیے ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک سانسوں کا ٹوٹنا شروع نہ ہو۔ [3] (ترمذی) جو بھی مومن بندہ اپنی موت سے مہینہ بھر پہلے توبہ کر لے اس کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتا ہے یہاں تک کہ اس کے بعد بھی بلکہ موت سے ایک دن پہلے تک بھی بلکہ ایک سانس پہلے بھی جو بھی اخلاص اور سچائی کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھکے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور جو مہینہ بھر پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے اور جو ہفتہ بھر پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے اور جو ایک دن پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے' یہ سن کر حضرت ایوب رحمہ اللہ نے یہ آیت پڑھی تو آپ نے فرمایا

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۸۹)] [2] [ایضا]

[3] [**حسن** : ترمذی : کتاب الدعوات (۳۵۳۷) ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب ذکر التوبة (۴۲۵۳) مسند احمد (۲/۱۳۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعلیق الرغیب (۴/۷۵)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

وہی کہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے"[1] مسند احمد میں ہے کہ چار صحابی رضی اللہ عنہم جمع ہوئے ان میں سے ایک نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جو شخص اپنی موت سے ایک دن پہلے بھی توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے، دوسرے نے پوچھا کیا سچ مچ تم نے حضور ﷺ سے ایسے ہی سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں تو دوسرے نے کہا میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ اگر آدھا دن پہلے بھی توبہ کر لے تو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے تیسرے نے کہا تم نے یہ سنا ہے؟ کہا ہاں میں نے خود سنا ہے، کہا میں نے سنا ہے کہ اگر ایک پہر پہلے توبہ نصیب ہو جائے تو وہ بھی قبول ہوتی ہے چوتھے نے کہا تم نے یہ سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں، اس نے کہا میں نے تو حضور ﷺ سے یہاں تک سنا ہے کہ جب تک اس کے نرخرے میں روح نہ آ جائے توبہ کے دروازے اس کے لیے بھی کھلے رہتے ہیں"[2] ابن مردویہ میں مروی ہے کہ جب تک جان نکلتے ہوئے گلے سے نکلنے والی آواز شروع نہ ہو تب تک توبہ قبول ہے۔[3] کئی ایک مرسل احادیث میں بھی یہ مضمون ہے۔

حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس پر لعنت نازل فرمائی تو اس نے مہلت طلب کی اور کہا تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم کہ ابن آدم کے جسم میں جب تک روح رہے گی میں اس کے دل سے نہ نکلوں گا، اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم کہ میں بھی جب تک اس میں روح رہے گی اس کی توبہ قبول کروں گا"[4] ایک مرفوع حدیث میں بھی اس کے قریب قریب مروی ہے۔[5]

پس ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک بندہ زندہ ہے اور اسے اپنی حیات کی امید ہے تب تک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے، توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس پر رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے، ہاں جب زندگی سے مایوس ہو جائے فرشتوں کو دیکھ لے اور روح بدن سے نکل کر حلق تک پہنچ جائے سینے میں گھٹن لگے حلق میں اٹکے سانسوں سے غرغرہ شروع ہو تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اسی لیے اس کے بعد فرمایا کہ مرتے دم تک جو گناہوں پر اڑا رہے اور موت دیکھ کر کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں تو ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوتی، جیسے اور جگہ ہے ﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ﴾ (المؤمن / ۸۴) (دو آیتوں تک)

---

[1] [ضعیف : طیالسی (۲۲۸۴)] اس کی سند میں ایوب راوی مجہول ہے۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۴۲۵/۳) مجمع الزوائد (۱۹۶/۱۰) مستدرك حاكم (۲۵۷/۴) بیهقی فی شعب الایمان (۳۹۷/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عبدالرحمن بن بیلمانی راوی ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۵۴۹۹)]

[3] [ضعیف : مسند بزار (۳۲۴۳) مجمع الزوائد (۱۹۸/۱۰)] اس کی سند میں یزید بن عبدالملک راوی ضعیف ہے۔[دیکھئے : میزان (۴۳۳/۴)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۸۸۵۸)]

[5] [حسن : مسند احمد (۲۹/۳) بغوی فی شرح السنة (۷۶/۵) مسند ابو یعلی (۱۲۷۳)] امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۱۲۳۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[صحيح الترغيب (۱۶۱۷)]

مطلب یہ ہے کہ ہمارے عذابوں کا معائنہ کر لینے کے بعد ایمان کا اقرار کرنا کوئی نفع نہیں دیتا' اور جگہ ہے ﴿یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ﴾ (الانعام/۱۵۸) الخ' مطلب یہ ہے کہ جب مخلوق سورج کو مغرب کی طرف سے چڑھتے ہوئے دیکھ لے گی اس وقت جو ایمان لائے یا نیک عمل کرے اسے نہ اس کا عمل نفع دے گا' نہ اس کا ایمان۔

پھر فرماتا ہے کہ کفر و شرک پر مرنے والے کو بھی ندامت و توبہ کوئی فائدہ نہ دے گی' نہ ہی اس سے فدیہ اور بدلہ قبول کیا جائے گا چاہے زمین بھر کر سونا دینا چاہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت اہل شرک کے بارے میں نازل ہوئی ہے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے جب تک پردہ نہ پڑ جائے پوچھا گیا پردہ پڑنے سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا شرک کی حالت میں جان نکل جانا۔[1] ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے سخت دردناک' المناک' ہمیشہ رہنے والے عذاب تیار کر رکھے ہیں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّیَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۲۰﴾ وَكَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰی بَعْضُكُمْ اِلٰی بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۲۱﴾ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۲۲﴾ ع

ایمان والو تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو انہیں اس لیے روک نہ رکھو کہ جو تم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ لے لو ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کوئی کھلی برائی اور بے حیائی کریں' ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بود و باش رکھو' گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو برا جانو اور اللہ اس میں بہت ہی بھلائی کر دے ○ اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا چاہو اور ان میں سے کسی کو تم نے خزانے کا خزانہ دے رکھا ہو تو بھی تم اس میں سے کچھ بھی نہ لو کیا تم اسے ناحق اور کھلا گناہ ہوتے ہوئے بھی لے لو گے ○ تم اسے کیسے لے لو گے؟ حالانکہ تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور ان عورتوں نے تم سے مضبوط عہد و پیمان لے رکھا ہے ○ ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے مگر جو گزر چکا' یہ بے حیائی کا کام اور بغض کا سبب ہے' اور بڑی بری راہ ہے ○

عورت پر ظلم کا خاتمہ: صحیح بخاری میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قبل اسلام جب کوئی شخص مر جاتا

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۱۷۴/۵) بزار (۳۲۴۱) بخاری فی التاریخ الکبیر (۲۱/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابن نعیم مجہول ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۱۵۲۲)]

ہے تو اس کے وارث اس کی عورت کے پورے حقدار سمجھے جاتے اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اپنے نکاح میں لے لیتا اگر وہ چاہتے تو دوسرے کسی کے نکاح میں دے دیتے اگر چاہتے تو نکاح ہی نہ کرنے دیتے میکے والوں سے زیادہ اس عورت کے حقدار سسرال والے ہی گنے جاتے تھے جاہلیت کی اس رسم کے خلاف یہ آیت نازل ہوئی،[1] دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ لوگ اس عورت کو مجبور کرتے کہ وہ مہر کے حق سے دست بردار ہو جائے یا یونہی بے نکاحی بیٹھی رہے'[2] یہ بھی مروی ہے کہ اس عورت کا خاوند مرتے ہی کوئی بھی آ کر اس پر اپنا کپڑا ڈال دیتا اور وہی اس کا مختار سمجھا جاتا' تو ایک روایت میں ہے کہ یہ کپڑا ڈالنے والا اسے حسین پاتا تو اپنے نکاح میں لے لیتا اگر یہ بدصورت ہوتی تو اسے یونہی روکے رکھتا یہاں تک کہ مرجائے پھر اس کے مال کا وارث بنتا۔ یہ بھی مروی ہے کہ مرنے والے کا کوئی گہرا دوست کپڑا ڈال دیتا پھر اگر وہ عورت کچھ فدیہ اور بدلہ دے تو وہ اسے نکاح کرنے کی اجازت دیتا ورنہ یونہی مرجاتی۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہل مدینہ کا یہ دستور تھا کہ وارث اس عورت کے بھی وارث بن جاتے غرض یہ لوگ عورتوں کے ساتھ بڑی بری طرح پیش آتے تھے یہاں تک کہ طلاق دیتے وقت بھی شرط کر لیتے تھے کہ جہاں میں چاہوں تیرا نکاح ہوگا اس طرح کی قید و بند سے رہائی پانے کی پھر یہ صورت ہوتی کہ وہ عورت کچھ دے کر جان چھڑاتی' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے منع فرمادیا' ابن مردویہ میں ہے کہ جب ابو قیس بن اسلت کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے نے ان کی بیوی سے نکاح کرنا چاہا جیسے کہ جاہلیت میں یہ دستور تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی بچے کی سنبھال پر اسے لگا دیتے تھے حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب کوئی مرجاتا تو اس کا لڑکا اس کی بیوی کا زیادہ حقدار سمجھا جاتا اگر چاہتا خود اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیتا اور اگر چاہتا دوسرے کے نکاح میں دے دیتا مثلاً بھائی کے بھتیجے کے یا جس کو چاہے۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ ابو قیس کی جس بیوی کا نام کبیشہ بنت معن رضی اللہ عنہا تھا اس نے اس صورت کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی کہ یہ لوگ نہ مجھے وارثوں میں شمار کر کے میرے خاوند کا ورثہ دیتے ہیں' نہ مجھے چھوڑتے ہیں کہ میں اور کہیں اپنا نکاح کرلوں اس پر یہ آیت نازل ہوئی' ایک روایت میں ہے کہ کپڑا ڈالنے کی رسم سے پہلے ہی اگر کوئی عورت بھاگ کھڑی ہو اور اپنے میکے آ جائے تو وہ چھوٹ جاتی تھی' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو یتیم بچی ان کی ولایت میں ہوتی اسے یہ روکے رکھتے تھے اس امید پر کہ جب ہماری بیوی مرجائے گی ہم اس سے نکاح کر لیں گے' ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ ان تمام صورتوں کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ممانعت کر دی اور عورتوں کی جان اس مصیبت سے چھڑا دی۔ واللہ اعلم۔ ارشاد ہے عورتوں کی بود و باش میں انہیں تنگ کر کے تکلیف دے دے کر مجبور نہ کرو کہ وہ اپنا سارا مہر چھوڑ دیں یا اس میں سے کچھ چھوڑ دیں یا اپنے کسی اور واجبی حق

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لایحل لکم ان ترثوا النساء کرھا (۲۰۷۹) ابوداود : کتاب النکاح : باب فی قول اللہ تعالی لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا (۲۰۸۹)]

[2] [حسن صحیح : ابوداؤد (۲۰۹۰) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۰۹٤) تفسیر ابن ابی حاتم (۹۰۲/۳)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

وغیرہ سے دست بردار ہونے پر آمادہ ہو جائیں کیونکہ انہیں ستایا اور مجبور کیا جا رہا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ عورت ناپسند ہے' دل نہیں ملا چھوڑ دینا چاہتا ہے تو اس صورت میں حق مہر کے علاوہ بھی تمام حقوق دینے پڑیں گے اس صورت حال سے بچنے کے لیے اسے ستانا یا طرح طرح سے تنگ کرنا تاکہ وہ خود اپنے حقوق چھوڑ کر چلے جانے پر آمادہ ہو جائے ایسا رویہ اختیار کرنے سے قرآن پاک نے مسلمانوں کو روک دیا۔

ابن سلمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت امر جاہلیت کو ختم کرنے اور دوسری امر اسلام کی اصلاح کے لیے نازل ہوئی' ابن مبارک رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ مگر اس صورت میں کہ ان سے کھلی بے حیائی کا کام صادر ہو جائے' اس سے مراد بقول اکثر مفسرین صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ وغیرہ زنا کاری ہے' یعنی اس صورت میں جائز ہے کہ اس سے مہر لوٹا لینا چاہیے اور اسے تنگ کرے تاکہ خلع پر رضامند ہو' جیسے سورۂ بقرہ کی آیت (۲۲۹) میں ہے ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ﴾ الخ' یعنی تمہیں حلال نہیں کہ تم انہیں دیئے ہوئے میں سے کچھ بھی لے لو مگر اس حالت میں کہ دونوں کو اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے ﴿فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ سے مراد خاوند کے خلاف کام کرنا' اس کی نافرمانی کرنا' بدزبانی کج خلقی کرنا' حقوق زوجیت اچھی طرح ادا نہ کرنا وغیرہ ہے'[1] امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیت کے الفاظ عام ہیں زنا کو اور تمام مذکورہ عوامل کو بھی شامل ہیں یعنی ان تمام صورتوں میں خاوند کو مباح ہے کہ اسے تنگ کرے تاکہ وہ اپنا کل حق یا تھوڑا حق چھوڑ دے اور پھر یہ اسے الگ کر دے امام صاحب کا یہ فرمان بہت ہی مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ روایت بھی پہلے گزر چکی ہے کہ یہاں اس آیت کے اترنے کا سبب وہی جاہلیت کی رسم ہے جس سے اللہ نے منع فرما دیا' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورا بیان جاہلیت کی رسم کو اسلام میں سے خارج کرنے کے لیے ہوا ہے۔

ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں مکہ کے قریش میں یہ رواج تھا کہ کسی شخص نے کسی شریف عورت سے نکاح کیا موافقت نہ ہوئی تو اسے طلاق دے دی لیکن یہ شرط کر لیتا تھا کہ بغیر اس کی اجازت کے یہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی اس بات پر گواہ مقرر ہو جاتے اور اقرار نامہ لکھ لیا جاتا اب اگر کہیں سے پیغام آئے اور وہ عورت راضی ہو تو یہ کہتا مجھے اتنی رقم دے تو میں تجھے نکاح کی اجازت دوں گا اگر وہ ادا کر دیتی تو خیر' ورنہ یونہی اسے قید رکھتا اور دوسرا نکاح نہ کرنے دیتا اس کی ممانعت اس آیت میں نازل ہوئی' بقول مجاہد رحمہ اللہ یہ حکم اور سورۂ بقرہ کی آیت کا حکم دونوں ایک ہی ہیں۔ پھر فرمایا عورتوں کے ساتھ خوش سلوکی کا رویہ رکھو' ان کے ساتھ اچھا برتاؤ برتو' نرم بات کہو' نیک سلوک کرو اپنی حالت بھی اپنی طاقت کے مطابق اچھی رکھو' جیسے تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے لیے بنی سنوری ہوئی اچھی حالت میں رہے تم خود اپنی حالت بھی اچھی رکھو جیسے۔ اور جگہ فرمایا ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (البقرہ/۲۲۸) یعنی جیسے تمہارے حقوق ان پر ہیں ان کے حقوق بھی تم پر ہیں۔

بہترین شوہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی گھر والی کے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱۷/۸)]

ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کرنے والا ہوں میں اپنی بیویوں سے بہت اچھا رویہ رکھتا ہوں‘[1] نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں کے ساتھ بہت لطف وخوشی‘ بہت نرم اخلاق اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے‘ انہیں خوش رکھتے تھے ان سے ہنسی دل لگی کی باتیں کیا کرتے تھے‘ ان کے دل اپنی مٹھی میں رکھتے تھے‘ انہیں اچھی طرح کھانے پینے کو دیتے تھے‘ کشادہ دلی کے ساتھ ان پر خرچ کرتے تھے ایسی خوش طبعی کی باتیں بیان فرماتے جن سے وہ ہنس دیتیں‘ ایسا بھی ہوا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ نے دوڑ لگائی اس دوڑ میں صدیقہ رضی اللہ عنہا آگے نکل گئیں کچھ مدت بعد پھر دوڑ لگی اب کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیچھے رہ گئیں تو آپ نے فرمایا معاملہ برابر ہو گیا‘[2] اس سے بھی آپ کا مطلب یہ تھا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا خوش رہیں ان کا دل بہلے جس بیوی صاحبہ کے ہاں آپ کو رات گزارنی ہوتی وہیں آپ کی کل بیویاں جمع ہو جاتیں دو گھڑی بیٹھتیں‘ بات چیت ہوتی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ان سب کے ساتھ ہی حضور ﷺ رات کا کھانا تناول فرماتے پھر سب اپنے اپنے گھر چلی جاتیں اور آپ وہیں آرام فرماتے جس کی باری ہوتی‘ اپنی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک ہی چادر میں سوتے‘ کرتا نکال ڈالتے صرف تہبند بندھا ہوا ہوتا۔ عشاء کی نماز کے بعد گھر جا کر دو گھڑی ادھر ادھر کی کچھ باتیں کرتے جس سے گھر والیوں کا جی خوش ہوتا الغرض نہایت ہی محبت پیار کے ساتھ اپنی بیویوں کو آپ ﷺ رکھتے تھے۔ پس مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھی طرح راضی خوشی‘ محبت پیار سے رہیں‘ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرماں برداری کا دوسرا نام اچھائی ہے‘ اس کے تفصیلی احکام کی جگہ تفسیر نہیں بلکہ اسی مضمون کی کتابیں ہیں۔ والحمد للہ۔ پھر فرماتا ہے کہ باوجود جی نہ چاہنے کے بھی عورتوں سے اچھی بود و باش رکھنے میں بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی بھلائی عطا فرمائے‘ ممکن ہے کہ نیک اولاد ہو جائے اور اس سے اللہ تعالیٰ بہت سی بھلائیاں نصیب کرے‘ صحیح حدیث میں ہے مومن مرد مومنہ عورت کو الگ نہ کرے اگر اس کی ایک آدھ بات سے ناراض ہوگا تو ایک آدھ خصلت اچھی بھی ہوگی۔[3] پھر فرماتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے اس کی جگہ دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اسے دیئے ہوئے مہر میں سے کچھ بھی واپس نہ لے چاہے خزانہ کا خزانہ دیا ہوا ہو۔

حق مہر کے مسائل: سورۂ آل عمران کی تفسیر میں قنطار کا پورا بیان گزر چکا ہے اس لیے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں‘ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مہر میں بہت سارا مال دینا بھی جائز ہے‘ امیر المومنین حضرت عمر

---

[1] **[صحیح** : ترمذی : کتاب المناقب : باب فضل ازواج النبی (۳۸۹۵) ابن حبان (۴۱۷۷) دارمی (۲/۱۵۹) بیہقی فی السنن الکبری (۷/۴٦۸)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، السلسلۃ الصحیحۃ (۲۸۵)]

[2] **[صحیح** : ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی السبق علی الرجل (۲۵۷۸) ابن ماجه : کتاب النکاح : باب حسن معاشرۃ النسآء (۱۹۷۹) مسند احمد (٦/۱۲۹) نسائی فی السنن الکبری (۸۹٤٤) مسند حمیدی (۲٦۱)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[ارواء الغلیل (۱۵۰۲) السلسلۃ الصحیحۃ (۱۳۱)]

[3] **[صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الرضاع : باب الوصیۃ بالنساء (۱٤٦۷) مسند احمد (۲/۳۲۹)]

فاروق رضی اللہ عنہ نے پہلے بہت لمبے چوڑے مہر سے منع فرمادیا تھا پھر اپنے قول سے رجوع کیا' جیسے کہ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا عورتوں کے مہر باندھنے میں زیادتی نہ کرو اگر یہ دنیوی طور پر کوئی بھی چیز ہوتی یا اللہ کے نزدیک یہ تقوٰی کی چیز ہوتی تو تم سب سے پہلے اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں کیا (تقریباً سوا سو روپیہ) انسان زیادہ مہر باندھ کر پھر مصیبت میں پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کی بیوی اسے بوجھ معلوم ہونے لگتی ہے' اور اس کے دل میں اس کی دشمنی بیٹھ جاتی ہے اور کہنے لگتا ہے کہ تو نے میرے کندھے پر مشک لٹکا دی' یہ حدیث بہت سی کتابوں میں مختلف الفاظ سے مروی ہے [1] ایک میں ہے کہ آپ نے منبر نبوی پر کھڑے ہو کر فرمایا لوگو! تم نے کیوں لمبے چوڑے مہر باندھنے شروع کر دیئے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے زمانہ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے تو چار سو درہم (تقریباً سو روپیہ) مہر باندھا ہے اگر یہ تقوٰی اور کرامت کے زاد ہونے کا سبب ہوتا تو تم زیادہ حق مہر ادا کرنے میں بھی ان پر سبقت نہیں لے سکتے تھے خبردار! آج سے میں نہ سنوں کہ کسی نے چار سو درہم سے زیادہ کا مہر مقرر کیا یہ فرما کر آپ نیچے اتر آئے تو ایک قریشی خاتون سامنے آئیں اور کہنے لگیں امیر المومنین! کیا آپ نے چار سو درہم سے زیادہ کے حق مہر سے لوگوں کو منع فرمادیا؟ آپ نے فرمایا: ہاں کہا کیا آپ نے اللہ کا کلام جو اس نے نازل فرمایا ہے نہیں سنا؟ کہا سنیئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا﴾ الخ' تم نے انہیں خزانہ دیا ہو' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ مجھے معاف فرما عمر سے تو ہر شخص زیادہ سمجھدار ہے پھر واپس اسی وقت منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے فرمایا لوگو! میں نے تمہیں چار سو درہم سے زیادہ کے مہر سے روک دیا تھا لیکن اب کہتا ہوں جو شخص اپنے مال میں سے مہر میں جتنا چاہے دے اپنی خوشی سے جتنا مہر مقرر کرنا چاہے کرے میں نہیں روکتا' [2] اور ایک روایت میں اس عورت کا آیت کو اس طرح پڑھنا مروی ہے ﴿وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا مِّنْ ذَهَبٍ﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں بھی اسی طرح ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا بھی مروی ہے کہ ایک عورت عمر رضی اللہ عنہ پر غالب آ گئی۔ [3] اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تھا گو ذی الغصہ یعنی یزید بن حصین حارثی کی بیٹی ہو پھر بھی مہر اس کا زیادہ مقرر نہ کرو اور اگر تم نے ایسا کیا تو وہ زائد رقم میں بیت المال کے لیے لے لوں گا اس پر ایک دراز قد چوڑی ناک والی عورت نے کہا حضرت! آپ یہ حکم نہیں دے سکتے۔ [4]

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اپنی بیوی کو دیا ہوا حق مہر واپس کیسے لے سکتے ہو؟ جبکہ تم نے اس سے فائدہ اٹھایا یا ضرورت پوری کی وہ تم سے اور تم اس سے مل گئے یعنی میاں بیوی کے تعلقات بھی قائم ہو گئے' بخاری ومسلم کی

---

[1] [صحیح: ابوداؤد: کتاب النکاح: باب الصداق (۲۱۰۶) ابن ماجہ: کتاب النکاح: باب صداق النسآء (۱۸۸۷)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[ارواء (۱۹۲۷)]

[2] [ضعیف: اس کی سند میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف: عبد الرزاق (۱۰۴۲۰)] اس کی سند میں انقطاع ہے اور قیس بن ربیع راوی ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف: اس میں مصعب بن ثابت راوی ضعیف ہے۔]

اس حدیث میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگایا اور حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوا۔ بیوی نے بھی اپنے بے گناہ ہونے کی اور شوہر نے اپنے سچا ہونے کی قسم کھائی پھر ان دونوں کا قسمیں کھانا اور اس کے بعد آپ کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم ہے کہ تم دونوں میں سے کون جھوٹا ہے؟ کیا تم میں سے کوئی اب بھی توبہ کرتا ہے؟ تین دفعہ فرمایا تو اس مرد نے کہا میں نے جو مال اس کے مہر میں دیا ہے اس کی بابت کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اسی کے بدلے تو یہ تیرے لیے حلال ہوئی تھیں اب اگر تو نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی ہے تو پھر اور ناممکن بات ہوگی۔ [1] اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت بصرہ بن اکثم رضی اللہ عنہ نے ایک کنواری لڑکی سے نکاح کیا جب اس سے ملے تو دیکھا کہ اسے زنا کا حمل ہے حضور ﷺ سے ذکر کیا آپ نے اسے الگ کرا دیا اور مہر دلوا دیا اور عورت کو کوڑے مارنے کا حکم دیا اور فرمایا جو بچہ ہوگا وہ تیرا غلام ہوگا اور مہر تو اس کی حلت کا سبب تھا۔ [2] (ابوداؤد) غرض آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ عورت اس کے بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے اس پر اجماع ہے' حضرت ابوقیس رضی اللہ عنہ جو بڑے بزرگ اور نیک انصاری صحابی تھے ان کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے قیس نے ان کی بیوی سے نکاح کی خواہش کی جو ان کی سوتیلی ماں تھیں اس پر اس بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بیشک تو اپنی قوم میں نیک ہے لیکن میں تجھے اپنا بیٹا شمار کرتی ہوں خیر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جاتی ہوں جو وہ حکم فرمائیں۔ وہ حاضر ہوئیں اور حضور ﷺ کو ساری کیفیت بیان کی آپ نے فرمایا اپنے گھر لوٹ جاؤ پھر یہ آیت اتری کہ جس سے باپ نے نکاح کیا اس سے بیٹے کا نکاح حرام ہے' [3] ایسے واقعات اور بھی اس وقت موجود تھے جنہیں اس ارادے سے باز رکھا گیا ایک تو یہی ابوقیس والا واقعہ ان بیوی صاحبہ کا نام ام عبید اللہ ضمرہ رضی اللہ عنہا تھا دوسرا واقعہ خلف کا تھا ان کے گھر میں ابوطلحہ کی صاحبزادی تھیں اس کے انتقال کے بعد اس کے لڑکے صفوان نے اسے اپنے نکاح میں لانا چاہا تھا سہیلی میں لکھا ہے جاہلیت میں اس نکاح کا معمول تھا جسے باقاعدہ نکاح سمجھا جاتا تھا اور بالکل حلال گنا جاتا تھا اسی لیے یہاں بھی فرمایا گیا کہ جو پہلے گزر چکا سو گزر چکا' جیسے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت کو بیان فرما کر بھی یہی کہا گیا کنانہ بن خزیمہ نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا تھا نضر اسی کے بطن سے پیدا ہوا تھا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میری اوپر کی نسل بھی باقاعدہ نکاح سے ہی ہے نہ کہ زنا سے تو معلوم ہوا کہ یہ رسم ان میں برابر جاری تھی اور جائز تھی اور اسے نکاح شمار کرتے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جاہلیت والے بھی جن جن رشتوں کو اللہ نے حرام کیا ہے' سوتیلی ماں اور دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کے سوا سب کو حرام ہی جانتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ان دونوں رشتوں کو بھی حرام ٹھہرایا حضرت عطا اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ بھی یہی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الطلاق: باب صداق الملاعنه (۵۳۱۱) صحیح مسلم: کتاب اللعان (۱۴۹۳)]

[2] [ضعیف: ابوداؤد: کتاب النکاح: باب فی الرجل یتزوج المرأة (۲۱۳۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود]

[3] [ضعیف: بیهقی (۱۶۱/۷)] اس کی سند میں قیس بن ربیع راوی ضعیف ہے۔]

فرماتے ہیں یاد رہے کہ سہیلی نے کنانہ کا جو واقعہ نقل کیا ہے وہ غور طلب ہے بالکل صحیح نہیں' واللہ اعلم۔ بہرصورت یہ رشتہ امت مسلمہ پر حرام ہے اور نہایت قبیح امر ہے۔ یہاں تک کہ فرمایا یہ نہایت فحش برا کام بغض کا ہے سبب اور برا راستہ ہے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ﴾ (الانعام/ ١٥١) الخ' یعنی کسی برائی بے حیائی اور فحش کام کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ بالکل ظاہر ہو خواہ پوشیدہ ہو۔ اور فرمان ہے ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا﴾ (الاسراء/ ٣٢) الخ' زنا کے قریب نہ جاؤ یقیناً وہ فحش کام اور بری راہ ہے یہاں مزید فرمایا کہ یہ کام بڑے بغض کا بھی ہے یعنی فی نفسہ بھی بڑا برا امر ہے اس سے باپ بیٹے میں عداوت پڑ جاتی ہے اور دشمنی قائم ہو جاتی ہے' یہی مشاہدہ میں آیا ہے اور عموماً یہ بھی لکھا گیا ہے کہ جو شخص کسی عورت سے دوسرا نکاح کرتا ہے وہ اس کے پہلے خاوند سے بغض ہی رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بیویاں امہات المومنین رضی اللہ عنہن قرار دے دی گئیں اور امت پر مثل ماں کے حرام کی گئیں کیونکہ وہ نبی ﷺ کی بیویاں ہیں اور آپ مثل باپ کے ہیں' بلکہ اجماعاً ثابت ہے کہ آپ کے حق باپ دادا کے حقوق سے بھی بہت زیادہ اور بہت بڑے ہیں بلکہ آپ کی محبت خود اپنی جانوں کی محبت پر بھی مقدم ہے صلوات اللہ و سلامه علیه۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کام اللہ کے بغض کا موجب ہے اور برا راستہ ہے اب جو ایسا کام کرے وہ دین سے مرتد ہے اسے قتل کر دیا جائے اور اس کا مال بیت المال میں بطور فئی کے داخل کر لیا جائے' سنن اور مسند احمد میں مروی ہے کہ ایک صحابی کو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کی طرف بھیجا جس نے اپنے باپ کی بیوی سے باپ کے بعد نکاح کیا تھا کہ اسے قتل کر ڈالو اور اس کے مال پہ قبضہ کر لو'[1] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے چچا حارث بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ میں نبی ﷺ کا دیا ہوا جھنڈا لے کر میرے پاس سے گزرے میں نے پوچھا کہ چچا حضور ﷺ نے آپ کو کہاں بھیجا ہے؟ فرمایا اس شخص کی طرف جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا ہے مجھے حکم ہے کہ میں اس کی گردن ماروں۔ (مسند احمد)[2]

سوتیلی والدہ سے نکاح کی حرمت: مسئلہ: اس پر تو علماء کا اجماع ہے کہ جس عورت سے باپ نے مباشرت کر لی خواہ نکاح کر کے' خواہ ملکیت میں لا کر' خواہ شبہ سے وہ عورت بیٹے پر حرام ہے' ہاں اگر جماع نہ ہوا ہو تو صرف مباشرت ہوئی ہو یا وہ اعضاء دیکھے ہوں جن کا دیکھنا اجنبی ہونے کی صورت میں حلال نہ تھا تو اس میں اختلاف ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ تو اس صورت میں بھی اس عورت کو لڑکے پر حرام بتاتے ہیں' حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کے اس واقعہ سے بھی اس روایت کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت خدیج حمصی نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مولیٰ تھے

---

[1] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الحدود: باب فی الرجل یزنی بحریمه (٤٤٥٧) ترمذی: کتاب الاحکام: باب فیمن تزوج امرأة ابیه (١٣٦٢) ابن ماجه: کتاب الحدود: باب من تزوج امرأة ابیه (٢٦٠٧) نسائی: کتاب النکاح: باب نکاح ما نکح الآباء (٣٣٣٤)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود، صحیح ترمذی]

[2] [ضعیف: مسند احمد (٢٩٢/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٨٥٧٩)] اس کی سند میں اشعث راوی ضعیف ہے۔]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ایک لونڈی خریدی جو گورے رنگ کی اور خوبصورت تھی اسے برہنہ ان کے پاس بھیج دیا ان کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس سے اشارہ کر کے کہنے لگے اچھا نفع تھا اگر یہ ملبوس ہوتی پھر کہنے لگے اسے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ۔ پھر کہا نہیں نہیں ٹھہرو ربیعہ بن عمرو جرشی رحمہ اللہ کو میرے پاس بلا لاؤ یہ بڑے فقیہ تھے جب آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ میں نے عورت کے یہ اعضاء مخصوص دیکھے ہیں، یہ برہنہ تھی۔ اب میں اسے اپنے لڑکے یزید کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں تو کیا اس کے لیے یہ حلال ہے؟ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا امیر المومنین ایسا نہ کیجیے یہ اس کے قابل نہیں رہی فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو اچھا جاؤ عبداللہ بن مسعدہ فزاری رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ وہ آئے وہ تو گندم گوں رنگ کے تھے اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس لونڈی کو میں تمہیں دیتا ہوں تاکہ تمہاری اولاد سفید رنگ پیدا ہو یہ عبداللہ بن مسعدہ رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا تھا۔ آپ نے انہیں پالا پرورش کیا پھر اللہ تعالیٰ کے نام سے آزاد کر دیا پھر یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے تھے۔ [1]

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۡ فَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۡ وَحَلَآئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ ۙ وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٢٣﴾

حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری لڑکیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی لڑکیاں اور بہن کی لڑکیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ بہنیں اور تمہاری ساس اور تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گودیوں میں ہیں تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو، ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں، اور تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں اور تمہارا دو بہنوں کو جمع کرنا ہاں جو گزر چکا سو گزر چکا یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ○

حرام رشتے: نسبی، رضاعی اور سسرالی رشتے سے جو عورتیں مرد پر حرام ہیں ان کا بیان آیت کریمہ میں ہو رہا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سات عورتیں بوجہ نسب حرام ہیں اور سات بوجہ سسرال کے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی جس میں بہن کی لڑکیوں تک نسبتی رشتوں کا ذکر ہے [1] جمہور علماء کرام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ زنا سے جو لڑکی پیدا ہوئی ہو وہ بھی اس زانی پر حرام ہے کیونکہ یہ بھی بیٹی ہے اور بیٹیاں حرام ہیں، یہی مذہب ابوحنیفہ، مالک اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ سے کچھ اس کی اباحت میں بھی بحث کی گئی ہے

[1] [صحیح: تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۱۴۲) تفسیر ابن ابی حاتم (۳/۹۱۱)]

اس لیے کہ شرعاً یہ بیٹی نہیں پس جیسے کہ ورثے کے بارے میں یہ بیٹی کے حکم میں شامل نہ ہوکر ورثہ نہیں پاتی اسی طرح اس آیت کی حرمت میں بھی وہ داخل نہیں ہے۔ واللہ اعلم ۔ (صحیح مذہب وہی ہے جس پر جمہور ہیں ۔ مترجم)
پھر فرماتا ہے کہ جس طرح تم پر تمہاری سگی ماں حرام ہے اسی طرح رضاعی ماں بھی حرام ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ رضاعت بھی اسے حرام کرتی ہے جسے ولادت حرام کرتی ہے [1] صحیح مسلم میں ہے رضاعت سے بھی وہ حرام ہے جو نسب سے ہے' بعض فقہاء نے اس میں سے چار صورتیں بعض نے چھ صورتیں مخصوص کی ہیں جو احکام کی فروع کی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس میں سے کچھ بھی مخصوص نہیں اس لیے کہ اسی کے مانند بعض صورتیں نسبت میں بھی پائی جاتی ہیں' اور ان صورتوں میں سے بعض صرف سسرالی رشتہ کی وجہ سے حرام ہیں لہٰذا حدیث پر اعتراض خارج از بحث ہے۔ والحمدللہ۔ ائمہ کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ کتنی مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے' بعض تو کہتے ہیں کہ تعداد معین نہیں دودھ پیتے ہی حرمت ثابت ہوگئی امام مالک رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں' ابن عمر رضی اللہ عنہما سعید بن مسیّب' عروہ بن زبیر اور زہری رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے' دلیل یہ ہے کہ رضاعت یہاں عام ہے' بعض کہتے ہیں تین مرتبہ جب پیئے حرمت ثابت ہوگئی' جیسے کہ صحیح مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ کا چوسنا یا دو مرتبہ کا پی لینا حرام نہیں کرتا یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے' [2] امام احمد' اسحاق بن راہویہ' ابو عبیدہ' ابو ثور رحمہم اللہ بھی یہ فرماتے ہیں' حضرت علی' حضرت عائشہ' حضرت ام الفضل' حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم سلیمان بن یسار' سعید بن جبیر رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے۔
بعض کہتے ہیں پانچ مرتبہ کے دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے اس سے کم نہیں' اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ پہلے قرآن میں دس مرتبہ کی دودھ پلائی پر حرمت کا حکم اترا تھا پھر وہ منسوخ ہوکر پانچ رہ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے تک وہ قرآن میں پڑھا جاتا رہا [3] دوسری دلیل سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو جو حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مولیٰ تھے پانچ مرتبہ دودھ پلا دیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی حدیث کے مطابق جس عورت کے گھر کسی کا آنا جانا دیکھتیں اسے یہی حکم دیتیں' امام شافعی اور ان کے اصحاب کا فرمان بھی یہی ہے کہ پانچ مرتبہ دودھ پینا معتبر ہے (مترجم کی تحقیق میں بھی راجح قول یہی ہے۔ [4] (واللہ اعلم) یہ بھی یاد رہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الشهادات : باب الشهادة علی الانساب والرضاع (٢٦٤٦) صحیح مسلم : کتاب الرضاع : باب یحرم من الرضاعة (١٤٤٤) مسند احمد (١٧٨/٦)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الرضاع : باب فی المصة والمصتان (١٤٥٠) ابوداؤد : کتاب النکاح : باب هل یحرم مادون خمس رضعات (٢٠٦٣) ترمذی : کتاب الرضاع : باب ماجاء لا تحرم المصة (١١٥٠) ابن ماجه : کتاب النکاح : باب لا تحرم المصة ولا المصتان (١٩٤١) نسائی : کتاب النکاح : باب القدر الذی یحرم الرضاعة (٣٣١١) مسند احمد (٩٥/٦)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الرضاع : باب تحریم بخمس من الرضاعة (١٤٥٢) ابوداؤد : باب هل یحرم ما دون خمس رضعات (٢٠٦٢)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الرضاع (١٤٥٣) ابن ماجه : کتاب النکاح (١٩٤٣)]

رضاعت دودھ چھٹنے سے پہلے یعنی دو سال کے اندر اندر کی عمر میں ہو۔اس کا مفصل بیان آیت ﴿حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ [1] کی تفسیر میں سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے' پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس رضاعت کا اثر رضاعی ماں کے خاوند تک بھی پہنچے گا یا نہیں؟ تو جمہور کا اور ائمہ اربعہ کا فرمان تو یہ ہے کہ پہنچے گا اور بعض سلف کا قول ہے کہ صرف دودھ پلانے والی تک ہی رہے گا اور رضاعی باپ تک نہیں پہنچے گا اس کی تفصیل کی جگہ احکام کی بڑی بڑی کتابیں ہیں نہ کہ تفسیر (صحیح قول جمہور کا ہے۔ واللہ اعلم۔ مترجم)

پھر فرماتا ہے ساس حرام ہے۔ جس لڑکی سے نکاح ہو بوجہ نکاح ہونے کے اس کی ماں اس پر حرام ہو گئی خواہ صحبت کرے یا نہ کرے' ہاں جس عورت کے ساتھ نکاح کرتا ہے اور اس کی لڑکی اس کے اگلے خاوند سے اس کے ساتھ ہے تو اگر اس سے صحبت کی تو وہ لڑکی حرام ہو گی اگر مجامعت سے پہلے ہی اس عورت کو طلاق دے دی تو وہ لڑکی اس پر حرام نہیں' اسی لیے اس آیت میں یہ قید لگائی بعض لوگوں نے ضمیر کو ساس اور اس کی پرورش کی ہوئی لڑکیوں دونوں کی طرف لوٹایا ہے وہ کہتے ہیں کہ ساس بھی اس وقت حرام ہوتی ہے جب اس کی لڑکی سے اس کے داماد نے خلوت کی ورنہ نہیں' صرف عقد سے نہ تو عورت کی ماں حرام ہوتی ہے نہ عورت کی بیٹی' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کسی لڑکی سے نکاح کیا پھر دخول سے پہلے ہی طلاق دے دی تو وہ اس کی ماں سے نکاح کر سکتا ہے جیسے کہ ربیبہ لڑکی سے اس کی ماں کو اسی طرح کی طلاق دینے کے بعد نکاح کر سکتا ہے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے ایک اور روایت میں بھی آپ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے جب وہ عورت غیر مدخولہ مر جائے اور یہ خاوند اس کی میراث لے لے تو پھر اس کی ماں کو لانا مکروہ ہے ہاں اگر دخول سے پہلے طلاق دے دی ہے تو اگر چاہے نکاح کر سکتا ہے۔ حضرت بکر بن کنانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا نکاح میرے باپ نے طائف کی ایک عورت سے کرایا ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ اس کا باپ میرا چچا فوت ہو گیا اس کی بیوی یعنی میری ساس بیوہ ہو گئی وہ بہت مالدار تھیں میرے باپ نے مجھے مشورہ دیا کہ اس لڑکی کو چھوڑ دوں اور اس کی ماں سے نکاح کر لوں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے یہ جائز ہے پھر میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ جائز نہیں میں نے اپنے والد سے ذکر کیا انہوں نے تو امیر معاویہ کو ہی سوال کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ میں نہ تو حرام کو حلال کروں' نہ حلال کو حرام تم جانو اور تمہارا کام تم حالت دیکھ رہے ہو معاملہ کے تمام پہلو تمہاری نگاہوں کے سامنے ہیں عورتیں اس کے علاوہ بھی بہت ہیں غرض نہ اجازت دی' نہ انکار کیا چنانچہ میرے باپ نے اپنا خیال اس کی ماں کی طرف سے ہٹا لیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عورت کی لڑکی اور عورت کی ماں کا حکم ایک ہی ہے اگر عورت سے دخول نہ کیا ہو تو یہ دونوں حلال ہیں' لیکن اس کی سند میں مبہم راوی ہے' حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے' ابن جبیر رحمہ اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اسی طرف گئے ہیں' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس میں توقف فرمایا ہے

---

[1] [سورۃ البقرۃ: آیت ۲۳۳]

شافعیوں میں سے ابوالحسن احمد بن محمد بن صابونی رحمہ اللہ سے بھی بقول رافعی یہی مروی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مثل مروی ہے لیکن پھر آپ نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا ہے طبرانی میں ہے کہ قبیلہ فزارہ کی شاخ قبیلہ بنو کمخ کے ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اس کی بیوہ ماں کے حسن پر فریفتہ ہوا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا کہ کیا مجھے اس کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں چنانچہ اس نے اس لڑکی کو طلاق دے کر اس کی ماں سے نکاح کر لیا اس سے اولاد بھی ہوئی پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ آئے اور اس مسئلہ کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ حلال نہیں چنانچہ آپ واپس کوفے گئے اور اس سے کہا کہ اس عورت کو الگ کر دے یہ تجھ پر حرام ہے اس نے اس فرمان کی تعمیل کی اور اسے الگ کر دیا جمہور علماء اس طرف ہیں لڑکی تو صرف عقد نکاح سے حرام نہیں ہوتی تاوقتیکہ اس کی ماں سے مباشرت نہ کی ہو ہاں ماں صرف لڑکی کے عقدِ نکاح ہوتے ہی حرام ہو جاتی ہے گو مباشرت نہ ہوئی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو دخول سے پہلے طلاق دے دے یا وہ عورت مر جائے تو اس کی ماں اس پر حلال نہیں چونکہ مبہم ہے اس لیے اسے ناپسند فرمایا ہے' حضرت ابن مسعود' عمران بن حصین رضی اللہ عنہم مسروق' طاؤس' عکرمہ' عطا' حسن' مکحول' ابن سیرین' قتادہ اور زہری رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے' چاروں اماموں' ساتوں فقہاء اور جمہور علماء سلف وخلف کا یہی مذہب ہے۔ والحمد للہ۔ امام ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں ٹھیک قول انہی حضرات کا ہے جو ساس کو دونوں صورتوں میں حرام بتلاتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حرمت کے ساتھ دخول کی شرط نہیں لگائی جیسے کہ لڑکی کی ماں کے لیے یہ شرط لگائی ہے پھر اس پر اجماع ہے جو ایسی دلیل ہے کہ اس کا خلاف کرنا اس وقت جائز ہی نہیں جب کہ اس پر اتفاق ہو اور ایک غریب حدیث میں بھی یہ مروی ہے گو اس کی سند میں کلام ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرے اگر اس نے اس کی ماں سے نکاح کیا ہے پھر ملنے سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی ہے تو اگر چاہے اس کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے' گو اس حدیث کی سند کمزور ہے لیکن اس مسئلہ پر اجماع ہو چکا ہے جو اس کی صحت پر ایسا گواہ ہے جس کے بعد دوسری گواہی کی ضرورت نہیں' (ٹھیک مسئلہ یہی ہے۔ [1] واللہ اعلم۔ مترجم)

پھر فرماتا ہے تمہاری پرورش کی ہوئی وہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہوں وہ بھی تم پر حرام ہیں بشرطیکہ تم نے ان سوتیلی لڑکیوں کی ماں سے صحبت کی ہو جمہور کا فرمان ہے کہ خواہ گود میں پلیں ہوں یا نہ پلیں ہوں حرام ہیں چونکہ عموماً ایسی لڑکیاں اپنی ماں کے ساتھ ہی ہوتی ہیں اور اپنے سوتیلے باپوں کے ہاں ہی پرورش پاتی ہیں اس لیے یہ کہہ دیا گیا ہے یہ کوئی قید نہیں۔ جیسے اس آیت میں ﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا﴾ (النور / ۳۳) یعنی تمہاری لونڈیاں اگر پاکدامن رہنا چاہتی ہوں تو تم انہیں بدکاری پر بے بس نہ کرو' یہاں بھی یہ قید کہ اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں صرف باعتبار واقعہ کے غلبہ کے ہے یہ نہیں کہ اگر وہ خود ایسی نہ ہوں تو انہیں بدکاری

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۸۹۵۷)] اس کی سند میں مثنی بن صباح راوی ضعیف ہے۔]

پر آمادہ کرو۔اسی طرح اس آیت میں ہے کہ گود میں چاہے نہ ہوں پھر بھی حرام ہی ہیں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میری بہن ابوسفیان کی لڑکی عزہ سے نکاح کر لیجیے۔آپ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتی ہو؟ ام المومنین نے کہا ہاں میں آپ کو خالی تو رکھ نہیں سکتی پھر میں اس بھلائی میں اپنی بہن کو ہی کیوں نہ شامل کروں؟ آپ نے فرمایا سنو مجھ پر وہ حلال نہیں' ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے تو سنا ہے کہ آپ ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا ان کی وہ بیٹی جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہے؟ کہا ہاں۔فرمایا اولاً تو وہ مجھ پر اس وجہ سے حرام ہے کہ وہ میری ﴿ربیبہ﴾ ہے جو میرے ہاں پرورش پا رہی ہے دوسری یہ کہ ایسا نہ ہوتا تو بھی وہ مجھ پر حرام تھیں اس لئے کہ وہ میرے دودھ شریک بھائی کی بیٹی میری بھتیجی ہیں مجھے اور اس کے باپ ابوسلمہ کو ثوبیہ نے دودھ پلایا ہے۔خبردار! اپنی بیٹیاں اور اپنی بہنیں مجھ پر پیش نہ کرو' [1] بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اگر میرا نکاح ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نہ ہوا ہوتا تو بھی وہ مجھ پر حلال نہ تھیں' [2] یعنی صرف نکاح کو آپ نے حرمت کا اصل قرار دیا' یہی مذہب چاروں اماموں' ساتوں فقیہوں اور جمہور سلف و خلف کا ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر وہ اس کے ہاں پرورش پاتی ہو تو بھی حرام ہے ورنہ نہیں۔

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رحمہ اللہ فرماتے ہیں میری بیوی اولاد چھوڑ کر مر گئیں مجھے ان سے بہت محبت تھی اس وجہ سے ان کی موت کا مجھے بڑا صدمہ ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اتفاقیہ ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھے مغموم پا کر دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ میں نے واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا تجھ سے پہلے خاوند سے بھی اس کی کوئی اولاد ہے؟ میں نے کہا ہاں لڑکی ہے اور وہ طائف میں رہتی ہے فرمایا پھر اس سے نکاح کر لو میں نے قرآن کریم کی آیت پڑھی کہ پھر اس کا کیا مطلب ہوگا؟ آپ نے فرمایا یہ تو اس وقت ہے جبکہ اس نے تیرے ہاں پرورش پائی ہو اور وہ بقول تمہارے طائف میں رہتی ہے تیرے پاس ہے ہی نہیں گو اس کی اسناد صحیح ہے لیکن یہ قول بالکل غریب ہے' حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی قول بتایا ہے' ابن حزم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے' ہمارے شیخ حافظ ابوعبداللہ ذہبی رحمہ اللہ نے ہم سے کہا کہ میں نے یہ بات شیخ امام تقی الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے سامنے پیش کی تو آپ نے اسے بہت مشکل محسوس کیا اور توقف فرمایا۔واللہ اعلم۔﴿حجور﴾ سے مراد گھر ہے جیسے کہ حضرت ابوعبیدہ سے مروی ہے کہ جو کنیز ملکیت میں ہو اور اس کے ساتھ اس کی لڑکی ہو اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ ایک کے بعد دوسری جائز ہوگی یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا' اس کی سند منقطع ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسے ہی سوال کے جواب میں فرمایا ہے ایک آیت سے یہ حلال معلوم ہوتی ہے دوسری آیت سے حرام اس لئے میں تو ایسا ہرگز نہ کروں' شیخ ابوعمر بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء میں اس مسئلہ میں کوئی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب النکاح : باب وامھاتکم التی (٥١٠١۔٥١٠٦) صحیح مسلم : کتاب الرضاع : باب تحریم الربیبة (٤٤٩)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب النکاح : باب عرض الانسان ابنته او لخته علی اھل الخیر (٥١٢٣)]

اختلاف نہیں کہ کسی کو حلال نہیں کہ کسی عورت سے پھر اس کی لڑکی سے بھی اسی ملکیت کی بنا پر وطی کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نکاح میں بھی حرام قرار دے دیا ہے یہ آیت ملاحظہ ہو۔ اور علماء کے نزدیک ملکیت احکام نکاح کے تابع ہے مگر جو روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کی جاتی ہے لیکن ائمہ فتاویٰ اور ان کے تابعین میں سے کوئی بھی اس پر متفق نہیں۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ربیبہ کی لڑکی اور اس لڑکی کی لڑکی اسی طرح جس قدر نیچے یہ رشتہ چلا جائے سب حرام ہیں' حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح بروایت قتادہ مروی ہے ﴿دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو فرماتے ہیں ان سے نکاح کرنا ہے حضرت عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ رخصت کر دی جائیں کپڑا ہٹا دیا جائے چھیڑ ہو جائے اور ارادے سے مرد بیٹھ جائے ابن جریج رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ اگر یہ کام عورت ہی کے گھر میں ہوا ہو فرمایا وہاں یہاں دونوں کا حکم ایک ہی ہے ایسا اگر ہو گیا تو اس کی لڑکی اس پر حرام ہو گئی [1] امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف خلوت اور تنہائی ہو جانے سے اس کی لڑکی کی حرمت ثابت نہیں ہوتی اگر مباشرت کرنے اور ہاتھ لگانے سے اور شہوت سے اس کے عضو کی طرف دیکھنے سے پہلے ہی طلاق دے دی ہے تو تمام کے اجماع سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لڑکی اس پر حرام نہ ہو گی تاوقتیکہ جماع نہ ہوا ہو۔ پھر فرمایا تمہاری بہوئیں بھی تم پر حرام ہیں جو تمہاری اولاد کی بیویاں ہوں یعنی لے پالک لڑکوں کی بیویاں حرام نہیں' ہاں سگے لڑکے کی بیوی یعنی بہو اپنے سسر پر حرام ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ﴾ (الاحزاب / ۳۷) الخ' یعنی جب زید رضی اللہ عنہ نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا تاکہ مومنوں پر ان کے لے پالک لڑکوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے' حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سنا کرتے تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بیوی سے نکاح کر لیا تو مکہ کے مشرکوں نے کائیں کائیں شروع کر دی اس پر یہ آیت اور آیت ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاۗءَكُمْ اَبْنَاۗءَكُمْ﴾ (الاحزاب / ٤) الخ' اور ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ (الاحزاب / ٤٠) الخ' نازل ہوئیں [2] یعنی بیشک صلبی لڑکے کی بیوی حرام ہے۔ تمہارے لے پالک لڑکے شرعاً تمہاری اولاد کے حکم میں نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں' حسن بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں مبہم ہیں جیسے تمہارے لڑکوں کی بیویاں تمہاری ساسیں' حضرت طاؤس' ابراہیم زہری اور مکحول رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے میرے خیال میں مبہم سے مراد عام ہیں یعنی مدخول بہا اور غیر مدخول دونوں ہی شامل ہیں اور صرف نکاح کرتے ہی حرمت ثابت ہو جاتی ہے خواہ صحبت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اس مسئلہ پر اتفاق ہے۔

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۱٤۸)] [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۱٤۹)]

اگر کوئی شخص سوال کرے کہ رضاعی بیٹے کی حرمت کیسے ثابت ہوگی کیونکہ آیت میں تو صلبی بیٹے کا ذکر ہے تو جواب یہ ہے کہ وہ حرمت آنحضرت ﷺ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا رضاعت سے وہ حرام ہے جو نسبت سے حرام ہے جمہور کا مذہب یہی ہے کہ رضاعی بیٹے کی بیوی بھی حرام ہے بعض لوگوں نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ پھر فرماتا ہے دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا بھی تم پر حرام ہے اسی طرح ملکیت کی لونڈیوں کا حکم ہے کہ دو بہنوں سے ایک ہی وقت وطی حرام ہے مگر جاہلیت کے زمانہ میں جو ہو چکا اس سے ہم درگزر کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ اب یہ کام آئندہ کسی وقت جائز نہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ﴾ (الدخان / ٥٦) یعنی وہاں موت نہیں آئے گی ہاں پہلی موت جو آنی تھی سو آ چکی تو معلوم ہوا کہ اب آئندہ کبھی موت نہیں آئے گی' صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین ائمہ اور سلف وخلف کے علماء کرام رحمہم اللہ کا اجماع ہے کہ دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اور جو شخص مسلمان ہو اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں تو اسے اختیار دیا جائے گا کہ ایک کو رکھ لے اور دوسری کو طلاق دے دے اور یہ اسے کرنا ہی پڑے گا حضرت فیروز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جب مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں دو عورتیں تھی جو آپس میں بہنیں تھیں پس آنحضرت ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ان میں سے ایک کو طلاق دے دو۔ (مسند احمد) [1] ابن ماجہ' ابوداود اور ترمذی میں یہ حدیث ہے ترمذی میں بھی یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ان میں سے جسے چاہو ایک رکھ لو اور ایک کو طلاق دے دو' امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں' ابن ماجہ میں ابوخراش کا ایسا واقعہ بھی مذکور ہے [2] ممکن ہے کہ ضحاک بن فیروز رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوخراش ہو اور یہ واقعہ ایک ہی ہو اور اس کے خلاف بھی ممکن ہے۔

حضرت دیلمی رضی اللہ عنہ نے رسول مقبول ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں آپ نے فرمایا ان سے جسے چاہو ایک کو طلاق دے دو (ابن مردویہ) پس دیلمی رضی اللہ عنہ سے مراد ضحاک بن فیروز رضی اللہ عنہ ہیں یہ یمن کے ان سرداروں میں سے تھے جنہوں نے اسود عنسی متنبی ملعون کو قتل کیا چنانچہ دو لونڈیوں کو جو آپس میں سگی بہنیں ہیں ایک ساتھ جمع کرنا' ان سے وطی کرنا بھی حرام ہے' اس کی دلیل اس آیت کا عموم ہے جو بیویوں اور لونڈیوں پر مشتمل ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا سوال ہوا تو آپ نے مکروہ بتایا سائل نے کہا قرآن میں جو ہے ﴿إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ یعنی وہ جو جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں اس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا اونٹ بھی تو تیرے داہنے ہاتھ کی ملکیت میں ہے۔ جمہور کا قول بھی یہی مشہور

---

[1] [حسن: ابوداؤد: کتاب الطلاق: باب فی من اسلم وعندہ نساء (٢٢٤٣) ابن ماجہ: کتاب النکاح: باب الرجل یسلم (١٩٥١) ترمذی: کتاب النکاح: باب الرجل یسلم وعندہ اختان (١١٢٩) صحیح ابن حبان (٤١٥٥) بیہقی (١٨٤/٧) دارقطنی (٢٧٣/٣) مسند احمد (٢٣٢/٤)] شیخ البانی ؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود، ارواء الغلیل (٣٣٤/٦)]

[2] [حسن: ابن ماجہ: کتاب النکاح: باب الرجل یسلم (١٩٥٠)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجہ] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

ہے اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں گو بعض سلف نے اس مسئلہ میں توقف فرمایا ہے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ایک آیت اسے حلال کرتی ہے دوسری حرام میں تو اس سے منع کرتا ہوں سائل وہاں سے نکلا تو راستے میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اس نے ان سے بھی یہی سوال کیا انہوں نے فرمایا اگر مجھے کچھ اختیار رہوتا تو میں ایسا کرنے والے کو عبرتناک سزا دیتا' حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ یہ فرمانے والے غالباً حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مثل مروی ہے استذکار ابن عبدالبر میں ہے کہ اس واقعہ کے راوی قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام اس لیے نہیں لیا کہ وہ عبدالملک بن مروان کا مصاحب تھا اور ان لوگوں پر آپ کا نام بھاری پڑتا تھا حضرت ایاس بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ میری ملکیت میں دو لونڈیاں ہیں دونوں آپس میں سگی بہنیں ہیں ایک سے میں نے تعلقات قائم کر رکھے ہیں اور میرے ہاں اس سے اولاد بھی ہوئی ہے اب میرا جی چاہتا ہے کہ اس کی بہن سے جو میری لونڈی ہے اپنے تعلقات قائم کروں تو فرمایئے شریعت کا اس میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا پہلی لونڈی کو آزاد کر کے پھر اس کی بہن سے یہ تعلقات قائم کر سکتے ہو' اس نے کہا اور لوگ تو کہتے ہیں کہ میں اس کا نکاح کرا دوں پھر اس کی بہن سے مل سکتا ہوں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیکھو اس صورت میں بھی خرابی ہے وہ یہ کہ اگر اس کا خاوند اسے طلاق دے دے یا انتقال کر جائے تو وہ پھر لوٹ کر تمہاری طرف آ جائے گی' اسے تو آزاد کر دینے میں ہی سلامتی ہے' پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا سنو! آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے احکام حلت وحرمت کے لحاظ سے یکساں ہیں ہاں البتہ تعداد میں فرق ہے یعنی آزاد عورتیں چار سے زیادہ جمع نہیں کر سکتے اور لونڈیوں میں کوئی تعداد کی قید نہیں اور دودھ پلائی کے رشتہ سے بھی اس رشتہ کی وہ تمام عورتیں حرام ہو جاتی ہیں جو نسل اور نسب کی وجہ سے حرام ہیں (اس کے بعد تفسیر ابن کثیر کے اصل عربی نسخے میں کچھ عبارت چھوٹی ہوئی ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبارت یوں ہوگی کہ یہ روایت ایسی ہے کہ اگر کوئی شخص مشرق سے یا مغرب سے صرف اس روایت کو سننے کے لیے سفر کر کے آئے اور سن کے جائے تو بھی اس کا سفر اس کے لیے سود مند رہے گا اور اس نے گویا بہت سستے داموں بیش بہا چیز حاصل کی۔ واللہ اعلم۔ مترجم)

یہ یاد رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے چنانچہ ابن مردویہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا دو لونڈیوں کو جو آپس میں بہنیں ہوں ایک ہی وقت جمع کر کے ان سے مباشرت کرنا ایک آیت سے حرام ہوتا ہے اور دوسری سے حلال۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لونڈیاں مجھ پر میری قرابت کی وجہ سے جو ان سے ہے بعض اور لونڈیوں کو حرام کر دیتی ہیں لیکن انہیں خود آپس میں جو قرابت ہو اس سے مجھ پر حرام نہیں ہوتیں' جاہلیت والے بھی ان عورتوں کو حرام سمجھتے تھے جنہیں تم حرام سمجھتے ہو مگر اپنے باپ کی بیوی کو جو ان کی سگی ماں نہ ہو اور دو بہنوں کو ایک ساتھ ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا وہ حرام نہیں سمجھتے تھے لیکن اسلام نے آ کر ان دونوں کو بھی حرام قرار دیا اس وجہ سے ان دونوں کی حرمت کے بیان کے ساتھ ہی فرما دیا کہ جو

نکاح ہو چکے وہ ہو چکے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو آزاد عورتیں حرام ہیں وہی لونڈیاں بھی حرام ہیں ہاں تعداد میں حکم ایک نہیں یعنی آزاد عورتیں چار سے زیادہ جمع نہیں کر سکتے لونڈیوں کے لیے یہ حد نہیں' حضرت شعبی بھی یہی فرماتے ہیں ابو عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں جو فرمایا ہے وہی سلف کی ایک جماعت بھی کہتی ہے جن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ہیں لیکن اولاً تو اس کی نقل میں خود انہی حضرات سے بہت کچھ اختلاف ہوا ہے دوسرے یہ کہ اس قول کی طرف سمجھدار پختہ کار علماء کرام نے مطلقاً توجہ نہیں فرمائی اور نہ اسے قبول کیا حجاز' عراق' شام بلکہ مشرق و مغرب کے تمام فقہاء اس کے مخالف ہیں سوائے ان چند کے جنہوں نے الفاظ کو دیکھ کر' سوچ سمجھ اور غور و خوض کیے بغیر ان سے علیحدگی اختیار کی ہے اور اس اجماع کی مخالفت کی ہے کامل علم والوں اور سچی سمجھ بوجھ والوں کا تو اتفاق ہے کہ دو بہنوں کو جس طرح نکاح میں جمع نہیں کر سکتے دو لونڈیوں کو بھی جو آپس میں بہنیں ہوں بوجہ ملکیت کے ایک ساتھ نکاح میں نہیں لا سکتے اسی طرح مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس آیت میں ماں بیٹی بہن وغیرہ حرام کی گئی ہیں ان سے جس طرح نکاح حرام ہے اسی طرح اگر یہ لونڈیاں بن کر ماتحتی میں ہوں تو بھی جنسی اختلاط حرام ہے غرض نکاح اور ملکیت کے بعد کی دونوں حالتوں میں یہ سب کی سب برابر ہیں' نہ ان سے نکاح کر کے میل جول حلال' نہ ملکیت کے بعد میل جول حلال اسی طرح ٹھیک یہی حکم ہے کہ دو بہنوں کے جمع کرنے کا اور ساس اور دوسرے خاوند سے عورت کی جو لڑکی ہو اس کا ہے' خود ان کے جمہور کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی دلیل ان چند مخالفین پر پوری سند اور کامل حجت ہے الغرض دو بہنوں کو ایک وقت نکاح میں رکھنا بھی حرام اور دو بہنوں کو بطور لونڈی کہہ کر ان سے ملنا جلنا بھی حرام۔

الحمد للہ تفسیر ابن کثیر کا چوتھا پارہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

